جامعات (للبنات) اور ایم اے کے نصاب میں شامل

اور عام محافل و مجالس میں پڑھے جانے والے قصیدہ بردہ شریف کی عام فہم ایمان افروز شرح

شرح قصیدہ بردہ



تالیف

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ

شارح:

حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی علیہ الرحمہ

تحقیق، ترتیب، تخریج و تحشیہ

خرم محمود

فاضل جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ، کراچی

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

جامعات (للبنات) اور ایم اے کے نصاب میں شامل
اور عام محافل و مجالس میں پڑھے جانے والے قصیدہ بردہ شریف کی عام فہم ایمان افروز شرح

شرح قصیدہ بردہ

تالیف
حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ

شارح:
حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی علیہ الرحمہ

تحقیق، ترتیب، تخریج و تحشیہ
خرم محمود
فاضل جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ، کراچی

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022

نام کتاب : شرح قصیدہ بردہ
مصنف : علامہ پروفیسر محمد نور بخش توکّلی علیہ الرّحمہ
تحقیق، ترتیب، تخریج و تحشیہ: خرم محمود
پروف ریڈنگ : مولانا مہتاب احمد قادری رضوی
حروف ساز : محترمہ اُمِّ محمد صاحبہ
صفحات :
تعداد :
سن اشاعت :
ہدیہ : 250/-
ناشر :

ملنے کے پتے:

فہرستِ مضامین

اہداء

بحضور

گم کردہ راہوں کو راہ دکھانے والے

شمعِ علم سے جہالت کے اندھیرے مٹانے والے

اغیار کے دیوانوں کو راہِ سنت پہ لانے والے

بے نمازیوں کو تہجد گزار بنانے والے

میری مراد

سیّدی و مرشدی، امیر اہلِ سنّت

حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی

مَدَّظِلُّہُ العَالِی

ہیں۔

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خرم محمود

انتساب

پیاری ماں

اَطَالَ اللہُ عمرَھا

اور ان تمام ماؤں کے نام

جو اپنے نونہالوں کو

قصیدہ بردہ شریف اور سلامِ رضا کی لوری سے سلاتی ہیں۔

حدیثِ دل

قصیدہ بردہ شریف عربی کا نہ صرف ایک شاعرانہ کلام ہے، بلکہ اس کا ایک ایک بیت، لفظ لفظ، حرف حرف؛ یہاں تک کہ نکتہ نکتہ عشق رسول نبی ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ حضرت ناظم نے قصیدہ لکھنے سے پہلے سالوں تک اس کے حرف حرف کی اپنے عشق و ایقان سے آبیاری کی ہے اور پھر اسے نوکِ قلم سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں اس قصیدہ کو پڑھنے، سننے والا چاہے کسی اور زبان سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتا ہو وہ اس قصیدہ پہ جھوم جھوم اٹھتا ہے مسلمانانِ عالم نے شروع ہی سے اس قصیدہ مبارکہ کو بچشم و سر رکھا ہے، اس مبارک قصیدہ کو حفظ کیا جاتا ہے اور مذہبی مجالس و محافل میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے اشعار عوامی شہرت کی حامل عمارتوں میں، مسجدوں میں، خوبصورت خطاطی میں لکھے جاتے ہیں، اب تک اس قصیدہ کی مختلف زبانوں میں بیسیوں شروحات تحریر کی جا چکی ہیں (جیسا کہ اسی کتاب میں قصیدہ مبارکہ کی 110 سے زائد شروحات "قصیدہ بردہ کی شروحات" کے عنوان کے تحت ذکر کی گئی ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی استحصار نہیں ہے، بلکہ تفحص و تحقیق سے مزید کئی شروحات کا اضافہ کیا جا سکتا ہے، آئندہ کسی وقت مستقلا "شروحات قصیدہ بردہ" پر مضمون قلم بند کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔) اور اس کے تراجم فارسی، اردو، ترکی، بربر، پنجابی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن، سندھی و دیگر بہت سی زبانوں میں کئے جا چکے ہیں۔ ایسے عظیم قصیدہ مبارکہ سے جب سے مجھے شناسائی ہوئی، تب سے اس قصیدہ مبارکہ سے انسیت و محبت میں بڑھوتری ہی ہوئی، چند ماہ پہلے میں نے "حضرت علامہ

مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" کی قصیدہ بردہ شریف کی عربی شرح "العمدة في شرح قصيدة البردة" پہ کام شروع کیا، ابھی ابتدا ہی تھی کہ کرم فرما" محترم میثم عباس رضوی صاحب" سے رابطہ ہوا، آپ نے فرمایا کہ اس شرح پر "ڈاکٹر اشفاق احمد جلالی صاحب "کام کر رہے ہیں، میں نے اس پہ کام کو چھوڑا اور "حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" کی ہی لکھی ہوئی قصیدہ بردہ شریف کی اردو شرح بنام "شرح قصیدہ بردہ" کی "تحقیق، ترتیب، تخریج و تحشیہ "میں جُٹ گیا، جو چند شب خیزیوں و شب بیداریوں کے بعد (اگرچہ اس دوران لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے شبِ تار و شبِ ظلمات نے بہت ستایا) بخیریت تمام ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک

شاید بعض حضرات یہ خیال کریں کہ اس شرح پر اس طرح کے کام کی حاجت نہ تھی لیکن محدثین و مفسرین، علما و فقہا اور عوام کے ہاں قصیدہ بردہ شریف کو جو "تلقی بالقبول" حاصل ہے اور سب سے بڑھ کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے "سند یافتہ" ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے سچی بات یہ ہے کہ میں یہ چاہتا تھا کہ اس مبارک قصیدہ کے "خادمین" کی فہرست میں کہیں کونے کھانچے میں میرا بھی شمار ہو، اس طمع و لالچ میں یہ کوشش کی ہے اور بس۔

اس کام میں بعض احباب کے تعاون نے میری بہت سی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھایا، لھذا ان حضرات کا ذکر نہ کرنا بڑی ناشکری ہوگی، جن میں خصوصیت سے "محترم المقام مولانا مہتاب احمد قادری صاحب مد ظلہ العالی" ہیں، آپ نے کتاب کی پروف دنظر ثانی فرمائی ہے اور یوں ہی "محترمہ اُمِّ محمد صاحبہ اطال

عمرہا(مسز مولانا مہتاب احمد قادری)"آپ نے کتاب کی کمپوزنگ فرمائی ہے اور اس شاندار انداز میں کہ اس سے پہلے کمپوزر حضرات کی جن غلطیوں سے میں ڈر چکا تھا، وہ اس میں کہیں نظر نہیں آئیں یعنی، غلطیاں تقریبا نہ ہونے کے برابر تھیں۔ اللھم زد فزد۔۔"محترم مولانا محمد سیف اللہ ہزاروی صاحب"نے فارسی ابیات کی ترجمانی کی ہے اور"محافظِ تراثِ اسلاف محترم میثم عباس رضوی صاحب"کے توسط سے یہ کتاب پاکستان کے معروف پبلشر"جناب محمد اکبر عطاری صاحب"(اکبر بک سیلر) سے شائع ہو کر آپ کے مطالعہ کی میز تک پہنچ رہی ہے،اس کرم فرمائی کے لئے میں مذکورہ تمام حضرات کا سپاس گزار ہوں۔

حریصِ تراثِ اسلاف

آپ کا اپنا:

خرم محمود

سرسالہ۔ آزاد کشمیر

[10شوال 1473 / 15جولائی 2016بروز جمعہ]

موبائل نمبر:(0311-3138106)

میل:tanish2641@gmail.com

"شرح قصیدہ بردہ" پرہونے والا کام:

(۱)... آیاتِ مبارکہ کی تخریج کی ہے۔

(۲)... آیاتِ مبارکہ کو منقش بریکٹ: ﴿...﴾ میں درج کیا ہے۔

(۳)... بعض مقامات پر آیات کا ترجمہ نہیں تھا وہ کنزالایمان سے لیا ہے۔

(۴)... احادیثِ مبارکہ کی تخریج کی ہے۔

(۵)... عربی عبارات کی تخریج کی ہے اور یوں ہی حضرت شارح جگہ بہ جگہ موقع کی مناسبت سے اشعار ذکر کرتے ہیں ان کا ترجمہ بھی کیا ہے۔

(۶)... قصیدہ بردہ شریف مختلف فصول کے تحت درج ہے جب کہ حضرت شارح نے شرح قصیدہ بردہ میں اسے بغیر فصول کے ذکر کیا ہے، ہم نے قارئین کی سہولت کے لئے شرح قصیدہ بردہ کو فصول کے تحت ذکر کیا ہے، ہاں! فصول قائم کرنے میں ایک دشواری تھی، وہ یہ کہ حضرت شارح نے کہیں کہیں متعدد ابیات کی اکٹھی شرح کی ہے، ایسے میں بعض بیت ماقبل فصل کے اور بعض مابعد فصل کے جمع ہو گئے ہیں، اس طرح کے موقع پر ہم نے ابیات کو ماقبل فصل کے تحت رکھنے کے بجائے مابعد فصل کے تحت ذکر کر دیا ہے۔

(۷)... ہر فصل کو نئے صفحہ سے شروع کیا ہے۔

(۸)... رموز واوقاف کا خاص اہتمام کیا ہے۔

(۹)... صاحبِ "قصیدہ بردہ" یعنی حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالاتِ زندگی شاملِ اشاعت کئے ہیں۔

(۱۰)... حضرت شارح علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حالات زینتِ قرطاس کئے ہیں۔

(۱۱)... شروع میں فہرستِ عنوانات دی ہے۔

(۱۲)... کتاب کے آخر میں "ماخذ و مراجع" کی فہرست بھی ذکر کی ہے۔

(۱۳)... مشکل الفاظ پر اعراب کا اہتمام کیا ہے۔

(۱۴)... مشکل الفاظ کے معانی بھی لکھے ہیں اور چوں کہ حضرت شارح نے بھی شرح کے دوران بعض الفاظ کی وضاحت اس بریکٹ (۔۔۔) میں کی تھی؛ لھذا امتیاز کے لئے ہم نے اپنے اضافہ کا "فاؤنٹ" ایک تو چھوٹا یعنی ۱۶ کے بجائے ۱۴ رکھا ہے اور دوسرا اسے اس بریکٹ [۔۔۔] میں درج کیا ہے۔

(۱۵)... اشخاص، مقامات وغیرہ کے نام بعض جگہ غلط (مثلا: شرحبیل کو شرجیل) لکھے ہوئے تھے، انہیں اصل سے مراجعت کے بعد درست کر دیا گیا ہے۔

(۱۶)... حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی "شرح قصیدہ بردہ شریف" میں قصیدہ بردہ کے "خواص و مجربات" حضرت علامہ توکلی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی "شرح قصیدہ بردہ" کے حوالے سے نقل کئے تھے اور ان پر نمبر بھی لگا دئے تھے جب کہ حضرت علامہ توکلی نے اختتام قصیدہ کی ترکیب جو لکھی تھی، اس پر نمبر نہ تھے، ہم نے حضرت علامہ اویسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی نمبرنگ پر اعتماد کرتے ہوئے بیت نمبرز بھی لگا دئے ہیں۔

(۱۷)... قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی ترکیب حضرت شارح نے بیان فرمائی ہے، ہم نے اس سے پہلے قصیدہ بردہ پڑھنے کے شرائط و آداب کا اضافہ کیا ہے لہذا یہ

خیال رہے کہ قصیدہ بردہ پڑھنے کے شرائط و آداب کے بعد "قصیدہ بردہ پڑھنے کی ترکیب" سے حضرت شارح کا کلام شروع ہوتا ہے۔

حریصِ تراثِ اسلاف

آپ کا اپنا:

خرم محمود

سرسالہ۔ آزاد کشمیر

[10 شوال 1473 / 15 جولائی 2016 بروز جمعہ]

موبائل نمبر:(0311-3138106)

میل:tanish2641@gmail.com

امام شرف الدین بوصیری
حیات اور کارنامے

نام ونسب:

ساتویں صدی ہجری کے مشہور عربی شاعر، ماہر خطاط، زبردست محدث وفقیہ اور سلسلہ شاذلیہ کے صاحبِ نسبت واجازت صوفی بزرگ امام بوصیری علیہ الرحمہ کا نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ، لقب شرف الدین، والد کا نام سعید اور دادا کا نام حماد ہے، مصر کے علاقہ " بوصیر "میں آپ کا دادیہال اور " دَلاص " میں آپ کا نانیہال تھا، آپ قوم بربر کے "صنہاجہ"نامی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے آپ کو قبیلہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے "دلاصی "اور مقام سکونت کی طرف نسبت کرتے ہوئے "بوصیری" کہتے ہیں اور کبھی دَلاص اور بوصیر دونوں کا لحاظ کرتے ہوئے ایک مرکّب نسبت " دلاصیری "ذکر کرتے ہیں۔

ولادت:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال ۶۰۸ھ مطابق /۶مارچ ۱۲۱۲ء کو دلاص میں پیدا ہوئے، بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کی جائے ولادت "بَہشیم" بتائی ہے، یہ دونوں مقامات مصر کے "بَہنَسا"نامی خطے میں واقع ہیں۔

تعلیم وتربیت:

تحصیل علم کے لیے آپ مصر کے مشہور ومعروف مرکزی شہر قاہرہ گئے، جہاں آپ نے پوری محنت اور لگن کے ساتھ تعلیم حاصل کی اور مروّجہ علوم وفنون

کے ساتھ عربی زبان وادب میں کمال حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے تیرہ برس کی عمر ہی میں قرآن مجید کا حفظ اور دیگر اسلامی علوم وفنون کی بھی تعلیم مکمل کرلی۔

بیعت وارادت:

آپ قطبِ زمانہ حضرت ابو العباس مرسی (متوفی ۶۸۶ھ) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، جو حضرت ابوالحسن شاذلی (متوفی ۶۸۶ھ) کے نامور خلیفہ تھے اور آپ نے ان ہی سے طریقت وتصوف کی تعلیم بھی حاصل کی اور شیخ کی صحبت کی برکت سے آپ کو وہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی، جو ان کے معاصرین میں کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔

کار گاہِ حیات میں:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ دس سال تک بیت المقدس (یروشلم) میں رہے، پھر مدینہ طیبہ آئے اور تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں رہ کر علومِ قرآن کی تعلیم دیتے رہے اور یہ کوئی ۶۵۹ھ کی بات ہوگی کہ آپ اپنے وطن مصر واپس آکر بلبیس (شرقیہ) میں "کاتب" کی حیثیت سے حکومت کے ملازم ہوگئے، تقریباً چار سال تک اسی ملازمت سے وابستہ رہے، پھر آپ نے تعلیمِ قرآن کے لیے ایک ادارہ قائم کرنا چاہا، کچھ دنوں بعد آپ قاہرہ آگئے اور اُمرا وحکام اور اربابِ اقتدار کی شان میں مدحیہ قصائد لکھنے شروع کیے، لیکن اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی، تو آپ نے اپنے سابقہ ارادہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ایک مدرسہ قائم فرمایا اور خدمتِ دین میں مصروف ہوگئے، اس دوران آپ برابر اسکندریہ آتے جاتے رہے، جہاں آپ کے شیخ اور مرشدِ طریقت حضرت ابوالعباس مرسی رہا کرتے تھے۔

علمی کمالات:

آپ ساتویں صدی ہجری کے جلیل القدر فقیہ، محدث، ماہر خطاط اور حساب داں تھے، لیکن آپ کا شہرہ چار دانگ عالم میں ایک باکمال ماہر فن، نکتہ سنج عربی شاعر کی حیثیت سے ہوا، آپ نے توریت وانجیل کے علاوہ یہود ونصاری کی متعدد مذہبی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کے ان افکار وعقائد کا بھرپور رد کیا، جو اسلامی نظریہ سے متصادم تھے، آپ کے بعض قصائد اور حواشی میں ردعیسائیت ویہودیت کا عنصر بالکل نمایاں ہے، ان میں سب سے مشہور "قصیدۂ لامیہ" ہے جس میں ۲۴۰ اشعار ہیں، اس کا مطلع یہ ہے:

جَاءَ الْمَسِيحُ مِنَ الْإِلٰهِ رَسُولًا

تلامذہ:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے باضابطہ درس گاہ میں بیٹھ کر اپنے شاگردوں کے درمیان ایک مدت تک علم وفضل کے گوہر لٹائے، لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی فرمائی۔ تشنگانِ علوم کو پوری فیاضی سے سیراب کرتے رہے، آپ کی درس گاہِ فیض سے اکتساب کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، ان کے بعض تلامذہ آسمانِ شہرت ومقبولیت پر مہر وماہ بن کر چمکے اور اپنے انوار وتجلیات سے ایک عالم ضیا بخشی، چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

(۱) شیخ ابوحیان۔

(۲) شیخ یعمری۔

(۳) شیخ ابوالفتح بن سید الناس۔

(۴) محقق زمانہ علامہ عزالدین بن جماعہ۔

مذہب:

شارح قصیدہ بردہ علامہ عمر بن احمد خرپوتی کے بیان کے مطابق آپ کا تعلق مذہبِ شافعی سے تھا۔

(عصیدۃ الشھدہ، ص/۱۳۳)

ادبی حیثیت:

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ شعر و شاعری میں کمال و تفوّق کے ساتھ عربی زبان کے بہترین نثر نگار بھی تھے، ان کی نثر نگاری آسان اور رواں اسلوب میں ہوتی تھی، قصیدۂ لامیہ پر "اَلْمَخْرَجُ وَالْمَرْدُوْدُ عَلَی النَّصَارٰی وَالْیَهُوْدِ" کے نام سے آپ کے حواشی اور تعلیقات ہیں جو آسان، بے تکلف، رواں عربی زبان میں ہیں لیکن آپ کی نثر نگاری، شاعری کے ہم پلہ نہ تھی اور شعر کی طرح اس میں آپ کو خاص مہارت اور نمایاں دستگاہ حاصل نہ تھی، جو آپ کو اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز کرتی۔

وفات:

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے لمبی عمر پائی، اخیر عمر قوائے جسمانی پر ضعف و نقاہت کا غلبہ ہو گیا تھا، بالآخر ۶۹۴ھ میں علم و معرفت کا یہ آفتاب مصر کے مشہور شہر "اسکندریہ" میں روپوش ہو گیا اور وہیں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا، جہاں آج بھی آپ کا مزار مبارک مشہور و معروف اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سنِ وفات ۶۹۶ھ لکھا ہے۔

شعر وشاعری:

اپنے معاصرین کے درمیان شعر وشاعری میں یکتائے روزگار تھے، نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی شاعری کا خاص موضوع تھا، قصیدۂ بردہ کے علاوہ بھی آپ کی متعدد نعتیں ہیں، آپ کا پورا دیوان نعتیہ کلام پر مشتمل ہے، جو "دیوانِ بوصیری" کے نام سے مصر میں متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ انگریزی اور جرمن زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہوئے، اس مجموعہ میں ہر قصیدہ تشبیب اور نسیب سے شروع ہوتا ہے، جو عربی شاعری کا روایتی انداز ہے اور ہر حرفِ تہجی میں ان کا نعتیہ قصیدہ موجود ہے۔ ان میں "قصیدۂ ہمزیہ" کو بڑی مقبولیت اور شہرت حاصل ہے، اس میں چار سو چھپن اشعار ہیں، یہ قصیدہ سیرتِ نبویہ کا ایک تفصیل منظوم خاکہ ہے، جس میں سرکار کی ولادتِ طیبہ، شیر خواری، اعلانِ نبوت، واقعۂ معراج، غزوات، فتحِ مکہ، حج وغیرہ مضامین پائے جاتے ہیں، اہل بیت، صحابہ کرام اور عشرہ مبشرہ کا ذکر ہے اور قصیدہ کا اختتام صلوۃ وسلام پر ہوتا ہے، اس کا مطلع ہے:

كَيْفَ تَرْقَى رُقِيَّكَ الْأَنْبِيَاءُ   يَا سَمَاءً مَا طَاوَلَتْهَا السَّمَاءُ

(آپ کی بلندی تک انبیائے کرام کی رسائی کیسے ہو سکتی ہے؟ اے اوج ورفعت کے آسمان کہ کوئی آسمان بلندی میں جس کا ہمسر نہیں ہو سکتا)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف "اَلْمَجْمُوْعَةُ النَّبْهَانِيَّةُ" میں آپ کا ایک طویل قصیدہ نقل کیا ہے، جو "قصیدۂ بانت سعاد" کی زمین میں ہے، جس کا مطلع ہے:

إِلَى مَتَى أَنْتَ بِاللَّذَّاتِ مَشْغُوْلٌ
وَأَنْتَ عَنْ كُلِّ مَا قَدَّمْتَ مَسْئُوْلٌ

مذکور بالا قصائد کے سوا آپ کے "قصیدۂ مضریہ" کو بھی شہرتِ دوام اور قبولِ عام حاصل ہوا، ہند و بیرونِ ہند، عرب ممالک وغیرہ میں قصیدۂ بردہ کی طرح "قصیدۂ مضریہ" بھی محافلِ میلاد اور مجالسِ ذکر میں بڑے والہانہ انداز میں پڑھا جاتا ہے، جس کا مطلع یہ ہے:

يَا رَبِّ صَلِّ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ مُضَرٍ
وَالْأَنْبِيَاءِ وَجَمِيعِ الرُّسْلِ مَاذُكِرُوْا

آپ کے عہد میں مصر کی حالت:

امام بوصیری جس زمانے میں پیدا ہوئے وہ بڑا پُر فتن، پُر آشوب اور روبہ زوال دور تھا، اس وقت مصر بڑے انقلاب و تغیّر سے گزر رہا تھا، ہر طرف انحطاط وزوال، شکست وریخت، قنوط ویاس اور جمود وتعطّل کا پہرہ تھا۔ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کا بھائی الملک العادل مصر وشام کا حکمراں تھا، اس کے عہدِ سلطنت میں تو حالات قدرے غنیمت تھے، اس کے رعب ودبدبہ، اثر ورسوخ اور فراست وتدبر کی بدولت ایوبی خاندان کے افراد بظاہر متحد تھے، گو کہ سیاسی کشمکش اور اقتدار پسندی کا عفریت اندر اندر اپنے پیر پھیلا رہا تھا اور اپنی شیطنت کے پنجے گاڑ رہا تھا، ادھر الملک العادل کا انتقال کرنا تھا کہ ایوبیوں میں اقتدار پر قبضہ کی دبی ہوئی چنگاریاں شعلۂ جوالہ بن کر ابھریں اور دیکھتے ہی دیکھتے باہمی اتحاد واتفاق کا خرمن راکھ کا ڈھیر بن گیا، آپس میں ایسی خانہ جنگی کا آغاز ہوا کہ ان کی ہوا اکھڑ گئی، رعب ودبدبہ جاتا

رہا، یکے بعد دیگرے لوگ تخت نشین ہوتے رہے اور مصر و شام صلیبیوں کے حملوں اور باہمی آویزشوں کا نشانہ بن گئے۔

مصر و شام کے سوا عالم اسلام کے دیگر خطوں کے حالات بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھے، ایران توران بنی عباس اور خوارزمیوں کی رسا کشی سے کراہ رہے تھے، شمال سے تاتاری درندے اپنی پوری طاقت و توانائی کے ساتھ عظمتِ اسلام کو تہس نہس کرنے کے لیے خلافتِ بغداد کے زیرِ نگین علاقوں پر پیہم حملے کر رہے تھے، ان کا سیلِ رواں اسلامی افواج کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لیے جا رہا تھا اور کوئی نہ تھا جو ان کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن کر اہلِ اسلام کا بھرپور دفاع کرتا۔

دوسری طرف مصری حکام و اُمرا، اربابِ اقتدار اور دیگر حکومتی عملے کے حالات نہایت بدتر ہو چکے تھے، ان میں خدا سے بے خوفی، رشوت خوری، فرائضِ منصبی سے بے پروائی اور احکامِ الٰہی سے سرتابی عام تھی، پورا معاشرہ فساد و بے راہ روی کا شکار تھا، ان حالات کی شکایت خود امام بوصیری نے ایک قصیدہ میں کی ہے، جس کا مطلع ہے:

نَقَدْتُ طَوَائِفَ الْمُسْتَخْدَمِیْنَا فَلَمْ أَرَفِیْهِمْ حُرًّا أَمِیْنَا

یعنی، اُمرا و حکام اور سرکاری عملہ کے تمام گروہوں کو میں نے جانچا اور پرکھا، تو مجھے ان میں کوئی شریف اور دیانت دار نظر نہ آیا۔

اس قصیدہ سے مصر کے اجتماعی اور معاشرتی حالات پر بھرپور روشنی پڑتی ہے، یہ قصیدہ مصری سوسائٹی کے ناگفتہ بہ حالات پر نہایت لطیف طنز کے پیرایہ میں کہا گیا ہے۔

قصیدۂ بردہ:

یوں تو امام بوصیری نے بہت سے نعتیہ قصائد تحریر کیے، جن میں سے ہر قصیدہ فنی وادبی حیثیت اور معنوی اعتبار سے اپنا ایک مقام رکھتا ہے، مگر جس قصیدہ نے انہیں شہرت ومقبولیت کے بامِ عروج تک پہنچایا اور نعت گو شعرا میں انہیں امتیازی مقام عطا کیا، وہ "قصیدہ بردہ" ہی ہے، امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اس کا نام "اَلْکَوَاکِبُ الدُّرِّیَۃُ فِی مَدْحِ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ" رکھا تھا، مگر پھر "بردۃ المدیح" اور "قصیدۂ بردہ" کے نام سے اسے شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ بعض لوگوں نے صحابیِ رسول اور شاعرِ بارگاہِ رسالت سیدنا حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے "قصیدۂ بردہ" (جو کہ قصیدۂ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے) اور اس قصیدہ کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کے لیے امام بوصیری کے قصیدہ کو "بردۂ منامیہ" کا عنوان بھی دیا ہے؛ کیوں کہ انہیں خواب میں بارگاہِ رسالت مآب سے "بُردہ" (دھاری دار چادر) مرحمت ہوئی تھی۔

اس قصیدہ نے اسلامی شعر وادب اور مدح ونعت کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا، اس نے بہت سے شعرا کو نہ صرف نعت گوئی کی طرف متوجہ کیا، بلکہ ان میں مدحتِ رسول کی سچی رغبت اور والہانہ شوق بھی پیدا کر دیا، یہ قصیدہ مسلمانوں کے عربی داں طبقہ اور خود بلاد عربیہ میں بے حد مقبول ہوا، مجالس ذکر اور محافلِ میلاد میں پوری دنیا میں نہایت عشق وعقیدت اور والہانہ محبت کے ساتھ پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ اس خداداد مقبولیت کو دیکھنے کے بعد یہ بات بلا جھجک کہی جا سکتی ہے کہ عربی نعت گو شعرا میں شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد

جس شاعر کے کلام کو سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت اور بقائے دوام کا اعزاز ملا، وہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا "قصیدہ بردہ" ہی ہے۔

علمی وفنی اور ادبی وبلاغی حیثیت سے قصیدہ کا جائزہ لیجئے تو سمجھ میں نہیں آئے گا کہ وہ بجلی کی طاقت، مقناطیسی اثر اور لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف کھینچنے والی روحانی کشش اور جاذبیت کس بنا پر ہے؛ کیوں کہ عربی واسلامی اشعار کے ذخیروں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے، اس سے بدرجہا بہتر اشعار کہے جا چکے ہیں، جن میں نحو وبلاغت کی خوبیاں، ادبی وفنی محاسن، شاعرانہ بانکپن، بندش کی چستی، معانی کی لطافت، تشبیہات واستعارات کی ندرت "قصیدۂ بردہ" سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر کیا بات ہے کہ ان میں وہ جاذبیت ومقناطیسیت اور وہ تازگی اور چاشنی نہیں، جو اس قصیدہ میں ہے، وہ قصیدے ایک دو بار پڑھے گئے اور کتابوں کی زینت بن کر رہ گئے، مگر واہ رے قصیدۂ بردہ! کہ بار بار پڑھا جاتا ہے مگر پامال ہونے کے بجائے اس کی تازگی بڑھتی ہی جارہی ہے، اکتاہٹ کے بجائے چاشنی اور لذت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

معلوم ہوا مقبولیت اور چیز ہے اور فن اور چیز۔ یہ مقبولیت کا معاملہ ہے، اس قصیدہ کو اس بارگاہِ والا تبار میں شرفِ قبول مل چکا ہے، جہاں کی مقبولیت اہل ایمان کے لیے ترقی وکامرانی کی معراج ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ امام بوصیری نے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اس قصیدہ کو نظم فرمایا، ان کا مطمع نظر فنی قابلیت کا مظاہرہ اور ادبی لیاقت کی نمائش نہ تھی، مقصدِ اصلی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی اور ثنا خوانی تھی:

ثنائے سرکار ہے وظیفہ، قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

ساتھ ہی اس قصیدے سے خرقِ عادت کا ایک اہم واقعہ بھی جڑا ہوا ہے؛ اس لیے اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا، تو دو وجہیں ہوئیں:

ایک تو مقبولیتِ بارگاہ، دوسرے خرقِ عادت کا ظہور۔

وجہ تسمیہ:

شارحین نے اس کی مختلف وجوہِ تسمیہ ذکر کی ہیں، مگر ان میں سب سے مشہور وجہ یہ ہے:

(۱) کہ امام بوصیری نے خواب میں جب یہ قصیدہ بارگاہ رسالت میں پڑھا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بُردِ یمانی (یمنی چادر) ان کو اڑھادی، جس کی برکت سے انہیں مرضِ فالج سے شفا مل گئی؛ اس لیے اس قصیدہ کا نام "قصیدۂ بردہ" پڑا۔

اس کے علاوہ درج ذیل وجہیں بھی بیان کی جاتی ہیں:

(۲) لغت میں "بردۃ" دھاری دار چادر کو کہتے ہیں؛ چوں کہ امام بوصیری نے اس قصیدہ میں مختلف مضامین بیان کیے ہیں، کہیں بادِ صبا سے مخاطب، کہیں اظہار شوق وذوق، کہیں غمِ ہجر کی داستان، کہیں تنہائی کا شکوہ، کہیں نفسِ امارہ پر عتاب، کہیں مدعا علیہ سے سوال وجواب، کہیں اعترافِ قصور، کہیں عذرِ خواہی، کہیں نفس کے مکروفریب سے بچنے کی تنبیہ، کہیں وعظ ونصیحت، کہیں دربارِ رسالت میں استغاثہ وتوسل، کہیں سرکارِ مدینہ سے شفاعت کی درخواست، کہیں صلوۃ وسلام

بارگاہِ خیر الانام۔ تو گویا یہ مختلف مضامین لباسِ عشق و محبت پر خطوط اور دھاریوں کے مانند ہیں؛ اسی بنا پر اس قصیدۂ مبارکہ کا نام "قصیدۂ بردہ" رکھا گیا۔

(۳) یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ بردہ "برد" سے ماخوذ ہو، جس کا معنی آرام پہنچانا، سکون دینا، تکلیف کو ہلکا کرنا ہے۔ تو چوں کہ اس قصیدہ سے قاری کو روحانی اطمینان اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے اور پریشانی دور ہوتی ہے؛ اس لیے اسے بردہ کہا جاتا ہے۔

(ماخوذ از طیب الوردۃ، تالیف: علامہ ابو الحسنات محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ)

قصیدہ لکھنے کی وجہ:

امام شرف الدین بوصیری اپنی علمی لیاقت اور خداداد قابلیت کی بنا پر ابتدائی عمر ہی میں کسی بادشاہ کے ملازم ہو گئے تھے۔ آپ سلطانِ وقت اور امرائے زمانہ کی شان میں مدحیہ قصیدے لکھا کرتے تھے، آپ کی عمر کا ایک خاصا حصہ اسی طور پر گزرا۔ آپ نے "قصیدۂ بردہ" کے درج ذیل اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے:

خَدَمْتُهُ بِمَدِيحٍ أَسْتَقِيلُ بِهِ ذُنُوبَ عُمْرٍ مَضَى فِي الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

إِذْ قَلَّدَانِيَ مَا تُخْشَى عَوَاقِبُهُ كَأَنَّنِي بِهِمَا هَدْيٌ مِنَ النَّعَمِ

أَطَعْتُ غَيَّ الصِّبَا فِي الْحَالَتَيْنِ وَمَا حَصَلْتُ إِلَّا عَلَى الْآثَامِ وَالنَّدَمِ

ترجمہ: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعتیہ قصیدہ سے خدمت کی، جس کے وسیلے سے میں اپنی عمر کے اس حصہ کے گناہوں کی بخشش کا طلبگار ہوں، جو شعر گوئی اور لوگوں کی خدمت گزاری میں بسر ہوا، اس شعر گوئی اور خدمت گزاری نے میری گردن پر گناہوں کا قلادہ ڈال دیا ہے، جن کے نتائج

خوفناک ہیں، ان کی وجہ سے میں ایسا لگتا ہوں جیسے قربانی کا جانور ہوں، میں نے ان دونوں حالتوں میں نوخیزی کی بے راہ روی پیروی کی اور اس سے مجھے گناہوں اور شرمساری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

ایک دن آپ بادشاہ کے دربار سے اپنے گھر واپس آرہے تھے کہ راستے میں ان کی ملاقات ان کے ایک دوست شیخ ابو رجا رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگئی، جو اپنے وقت کے قطب اور نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ انہوں نے پوچھا:

بوصیری! کیا آج رات تمہیں خواب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی ہے؟ آپ نے کہا کہ ابھی تک میں حضور کے جمالِ جہاں آرا کے دیدار سے محروم ہوں۔ اسی وقت سے ان کے دل میں ایک خاص جذبۂ شوق پیدا ہوا اور عشق و عقیدت کا تلاطم خیز دریا موج زن ہوگیا۔ خود کہتے ہیں:

میں گھر آکر سو گیا اور شوقِ زیارت میں محو تھا، اسی رات خواب میں سرکارِ ابدِ قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ زیبا کی زیارت نصیب ہوئی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے جھرمٹ میں اس طرح دیکھا جیسے چاند ستاروں کے جھرمٹ میں ہو۔ آنکھ کھلی تو خود کو زیارتِ سرکار کی برکتوں سے مسرور پایا اور دل کی دنیا میں وہ عظیم انقلاب دیکھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے دل ہمہ وقت سرشار رہنے لگا۔ اسی زمانہ میں میں نے چند نعتیہ قصیدے لکھے، "قصیدۂ مضریہ" اور "قصیدۂ ہمزیہ" اسی دور کی یادگار ہیں۔

اس کے بعد ایک روز اچانک امام بوصیری پر فالج کا حملہ ہوا، جس سے ان کے جسم کا نصف حصہ مفلوج ہوگیا، علاج معالجے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، مگر مرض

بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ جب شفایابی کی کوئی امید باقی نہ رہی، تو اچانک ایک دن دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس طبیب کی طرف رجوع کروں، جو سراپا خیر وکرم ہے، ہر مایوس، ناامید اور بے سہارا مریض کا سہارا ہے، جو رحمۃ للعالمین ہے، بیماری کے لیے مجسم شفا ہے، شاید میری مشکل آسان ہو جائے۔ چناں چہ اسی حالت میں میں نے یہ مبارک قصیدہ نظم کیا، قصیدہ کی تکمیل کے بعد میں سو گیا، تو عالمِ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، خواب ہی میں، میں نے یہ قصیدہ مسیح کونین، شفائے دارین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا، بعدِ اختتامِ قصیدہ میں نے دیکھا کہ سرکار نے اپنا دستِ شفا میرے جسم پر پھیرا اور اپنی ردائے رحمت مجھے اڑھا دی، میں اسی وقت شفایاب ہو گیا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ جسم پر بیماری کا نام ونشان تک موجود نہیں اور ایسا تندرست ہو گیا، گویا بیماری کبھی لاحق ہی نہ ہوئی تھی۔ اسی خوشی اور مسرت کے عالم میں صبح میں اپنے گھر سے نکلا، راستے میں شیخ ابوالرجاء سے ملاقات ہوئی، فرمانے لگے:

آپ مجھے وہ قصیدہ عنایت فرمایئے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں آپ نے کہا ہے۔ میں نے کہا:

کون سا قصیدہ؟ میں نے کئی نعتیہ قصیدے لکھے ہیں۔

شیخ نے فرمایا: وہ قصیدہ جو "أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ" سے شروع ہوتا ہے۔ میں نے حیرت سے عرض کیا:

يَا أَبَا الرَّجَاءِ مِنْ أَيْنَ حَفِظْتَهَا؟ اے ابوالرجاء! آپ نے یہ قصیدہ کہاں سے یاد کیا؟ میں نے سرکار کے سوا اب تک کسی کو یہ قصیدہ نہیں سنایا ہے۔

شیخ ابو الرجاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لَقَدْ سَمِعْتَهَا الْبَارِحَةَ تُنْشِدُهَا بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وَهُوَ يَتَمَايَلُ وَ يَتَحَرَّكُ اِسْتِحْسَانًا تَحَرُّكَ الْاَغْصَانِ الْمُثْمِرَةِ بِهُبُوْبِ نَسِيْمِ الرِّيَاحِ۔

(عصیدۃ الشہدۃ: ص3)

یعنی (گزشتہ رات تمہیں یہ قصیدہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پڑھتے ہوئے سنا ہے، اسے سن کر حضور خوشی میں سرشار ہو کر اس طرح جھوم رہے تھے، جس طرح پھلوں سے لدی ہوئی شاخیں بادِ صبا کے جھونکوں سے جھومتی ہیں)۔

امام بوصیری فرماتے ہیں: یہ سن کر میں نے فوراً وہ قصیدہ ان کی خدمت میں پیش کر دیا، پھر یہ بات ملک کے گوشے گوشے میں عام ہو گئی۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "اَلزُّبْدَةُ الْعُمْدَةُ فِی شَرْحِ الْبُرْدَةِ" کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

"رفتہ رفتہ یہ خبر شاہِ مصر الملک الظاہر کے وزیر بہاء الدین تک پہنچی، تو انہوں نے اس قصیدۂ مبارکہ کی نقل لی اور نذر مانی کہ اس قصیدۂ مبارکہ کو روزانہ پیادہ پا، برہنہ سر کھڑے ہو کر سنوں گا۔ چناں چہ اس کی برکتوں سے وہ اور ان کے اہلِ خانہ دنیا و آخرت کی بے شمار بھلائیوں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔ پھر وہیں ایک شخص کو اس شدت کا آشوبِ چشم ہوا کہ اس کی بینائی جانے کا اندیشہ ہونے لگا، اس نے خواب دیکھا کہ ایک شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ بہاء الدین وزیر سے

"بردہ" لے کر اپنی آنکھوں پر رکھ لے، وہ شخص وزیر کے پاس آیا اور خواب کا سارا ماجرا اس کے سامنے پیش کیا۔ وزیر بہاء الدین نے کہا کہ بردہ نام کی کوئی چیز تو میرے پاس نہیں ہے، ہاں! حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعت میرے پاس ہے، جس کے وسیلہ سے میں بارگاہِ خداوندی میں شفا کی درخواست کرتا ہوں، پھر قصیدہ بردہ شریف نکال کر اس مریض کی آنکھوں پر رکھ دیا اور پورا قصیدہ اس کے سامنے پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصیدہ کی برکت سے اسے آشوبِ چشم سے شفا عطا فرمادی۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بوصیری کو فالج سے شفا اور رحمت کی ردا تو عطا ہی فرمائی، اس کے ساتھ ان کے قصیدہ کو بھی "داروے شفا" بنادیا، اور ایسا قبولِ عام بھی عطا کر دیا کہ دنیا حیرت زدہ ہے۔
(ماخوذ از کشف بردہ از مولانا نفیس احمد مصباحی مدظلہ العالی)

قصیدہ بردہ شریف کی شروحات

از: خرم محمود

(۱)... خواص البردہ فی برء الداء از عبد السلام بن ادریس مراکشی (متوفی: 660)

(۲)... شرح القصیدۃ البردہ از علی بن جابر بن موسی الیمنی الشافعی (م: 725)

(۳)... شرح القصیدۃ البردہ از عمر بن عبد الرحمن الفارسی (م: 745)

(۴)... شرح القصیدۃ البردہ از ابو عثمان سعد بن یوسف البیری (م: 751)

(۵)... شرح القصیدۃ البردہ از سعد الدین تفتازانی (م: 791)

(قصیدہ بردہ شریف: شرح از مخدوم سلیم اللہ صدیقی)

(۶)... شرح قصیدہ بردہ از شیخ علی بن محمد بسطامی شاہرودی (م: 875)

(۷)... الزبدۃ از شیخ بدر الدین محمد بن محمد غزی (م: 984)

(۸)... شرح القصیدۃ البردۃ از شیخ محیی الدین محمد بن مصطفی، المعروف بہ شیخ زادہ. (م: 951)

(۹)... ارتشاف الشہدۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ از شیخ قاضی بحر بن رئیس بن الھارونی المالکی

(۱۰)... شرح القصیدۃ البردۃ از عبید اللہ محمد بن یعقوب الفناری (م: 936)

(۱۱)... شرح القصیدۃ البردۃ از حسام الدین حسن بن العباسی

(۱۲)... شرح القصیدۃ البردۃ از شرف الدین علی الیزدی. (م: 828)

(۱۳)... شرح القصیدۃ البردۃ از شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن الزمردی، الشہیر: بابن الصائغ. (م: 776)

(۱۴)... شرح القصیدۃ البردۃ از کمال الدین حسین الخوارزمی (م: 840)

(۱۵)... شرح القصیدۃ البردۃ از جمال الدین عبد اللہ بن یوسف المعروف بابن ہشام النحوی (م: 761)

(۱۶)... الزبدۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ از شیخ زین الدین خالد بن عبد اللہ ازہری (م: 905)

(۱۷)... شرح القصیدۃ البردۃ از جلال الدین محمد بن احمد المحلی، الشافعی (م: 864)

(۱۸)... شرح القصیدۃ البردۃ از خیر الدین خضر بن عمر العطوفی (م: 948)

(۱۹)... وشی البردۃ از زین الدین، ابو العز (ابو المظفر) طاہر بن حسن، المعروف: بابن حبیب الحلبی (م: 808)

(۲۰)... الاستیعاب لما فیھا من البیان والإعراب از ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن مرزوق التلمسانی

(۲۱)... إظهار صدق المودۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ از ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن مرزوق التلمسانی

(۲۲)...(۲۳)... شرح القصیدۃ البردۃ از احمد بن مصطفیٰ، الشہیر بلالی، آپ نے قصیدہ بردہ شریف کی دو شرحیں لکھیں: پہلے عربی میں لکھی اور پھر ترکی زبان میں۔

(۲۴)... شرح القصیدۃ البردۃ از سلیمان بن علی القرامانی (م: 924)

(۲۵)... شرح القصیدۃ البردۃ از محمد نبادکانی بن صافی (م: 900)

(۲۶)... شرح القصیدۃ البردۃ از ابوالفضل احمد بن ابو بکر المرعشی (م: 872)

(۲۷)... شرح القصیدۃ البردۃ از عبد اللہ بن محمود، المعروف: بکجوک محمود زادہ. (م: 1042)

(۲۸)... شرح القصیدۃ البردۃ از یوسف بن موسیٰ الجذامی (م: 767)

(۲۹)... شرح القصیدۃ البردۃ از اسعد بن سعد الدین المفتی (م:1034)

(۳۰)... صدق المودۃ از یحییٰ بن زکریا المفتی

(۳۱)... شرح القصیدۃ البردۃ از شیخ شمس الدین محمد بن خلیل المقری، الحلبی، المعروف بابن القباقبی (م: 849)

(۳۲)... شرح القصیدۃ البردۃ از مصطفیٰ بن بالی

(۳۳)... طراز البردۃ از محمد الشہیر بابن بدر الدین المنشی، الرومی، اقحصاری، حنفی، (م: 1001)

(۳۴)... شرح القصیدۃ البردۃ از شیخ رضی الدین یوسف بن ابو اللطف القدسی، الشافعی (م: 1006)

(۳۵)... شرح القصیدۃ البردۃ از بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی (م: 794)

(۳۶)... إغاثۃ اللھفان از عبید اللہ بن محمد بن یعقوب

(۳۷)...المنبذة في طي العدة لنشر معاني البردة از شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن حسن القدسی، البرمونی

(۳۸)...شرح القصیدۃ البردہ شیخ جلال الدین الخجندی، (م: 803)

(۳۹)...شرح القصیدۃ البردہ ازابو شامہ عبدالرحمن بن اسماعیل القدسی، الشافعی، المقری، النحوی، المؤرخ (م: 665)

(۴۰)...شرح القصیدۃ البردہ ازابوالعباس احمد ازدی، المعروف بالقصار

(۴۱)...شرح القصیدۃ البردہ از حسن بن حسین التالشی

(۴۲)...شرح القصیدۃ البردہ از شیخ ادیب ناصر الدین بن عبدالصمد

(۴۳)...آثار المعشوق، آثار العشرة از شعبان بن محمد القرشی

(۴۴)...شرح القصیدۃ البردہ ازامام شہاب الدین احمد بن محمد الحجازی (م: 875)

(۴۵)...نزهة الطالبين وتحفة الراغبين از فاضل مسعود بن محمود بن یحیی الحسینی

(۴۶)...نتایج الأفکار از یحیی بن منصور بن یحیی الحسنی

(۴۷)...(۴۸)...نزهة الطالبين وتحفة الراغبين ازامام فخر الدین احمد بن محمد بن ابو بکر بن محمد الشیرازی، ایک شرح (۷۸۷ھ) اور دوسری (۸۰۹ھ) میں لکھی۔

(۴۹)...شرح القصیدۃ البردہ از شیخ حسن بن محمد بن الحسن الحنفی، النخعی

(۵۰)... الدرة المضية في شرح الكواكب الدرية از محمد بن منلا ابو بکر بن محمد

(۵۱)... شرح القصيدة البردة از شیخ سلیمان الکردی، السهرانی، الحنفی (م: 1048)

(۵۲)... الزبدة العمدة فی شرح البردة از نور الدین علی بن سلطان محمد، الملا الهروی القاری (م: 1014)

(۵۳)... شرح القصيدة البردة از غضنفر بن جعفر الحسینی

(۵۴)... شرح القصيدة البردة از جلال بن قوام بن الحکم

(۵۵)... شرح مختصر از شیخ سعد الله الخلوتی

(۵۶)... مشارق الأنوار المضية، في شرح الكواكب الدرية از شیخ شهاب الدین احمد بن محمد القسطلانی (م: 923)

(۵۷)... شرح القصيدة البردة از وزیر محمود پاشا

(۵۸)... شرح مبسوط از یحیی بن عبد الله الدفتری، المصری

(۵۹)... الزبدة الرائقة في شرح البردة الفائقة از قاضی زکریا بن محمد انصاری (م: 926)

(۶۰)... شرح القصيدة البردة از عصام الدین ابراهیم بن عربشاه اسفرائینی (م: 944)

(۶۱)... شرح القصيدة البردة از شیخ نجم الدین محمد بن احمد بن عبد الله القلقشندی، الشافعی (م: 876)

(۶۲)... طیب الحبیب، ھدیۃ إلی کل محب لبیب از جلال الدین احمد بن محمد بن محمد الخجندی

(۶۳)... شرح القصیدۃ البردۃ از امام المدنی

(یہاں تک قصیدہ بردہ شریف کی شروحات ہم نے کشف الظنون: جلد2، ص1331 تا 1336 سے اپنے "انداز" میں لیں ہیں، اپنے "انداز" میں یوں کہ یہاں تک جتنی شروحات "شرح القصیدۃ البردۃ" کے اسم سے موسوم ہیں، یہ نام ہمارا وضع کردہ ہے، صاحب کشف الظنون نے صرف شارح کا نام ذکر کیا تھا، ہم نے سہولت کے لئے یہ عنوان دے دیا۔)

(۶۴)... شرح القصیدۃ البردۃ از شیخ عیسی جند اللہ پاتائی برہانپوری (م:1031)

(۶۵)... شرح القصیدۃ البردۃ از شیخ منور بن اسماعیل (م:1653ء)

(۶۶)... شرح القصیدۃ البردۃ از نور الدین علی قادری (م:1014)

(۶۷)... جامع الکنوز از محمد المصری

(۶۸)... شرح القصیدۃ البردۃ از عبد القادر بن عمر بغدادی (م:1093)

(۶۹)... الجوھرۃ الیتیمۃ الفردۃ از عبد الحق بن عبد الفتاح، تقریباً 1119ھ میں لکھی تھی۔

(ماخوذ از قصیدہ بردہ شریف: شرح از مخدوم سلیم اللہ صدیقی)

(۷۰)... شرح البردۃ البوصیریہ از شیخ عبد الرحمن بن محمد مقلاش وہرانی

(۷۱)... العمدۃ فی شرح البردۃ از شیخ الاسلام شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر الھیتمی السعدی الانصاری الشافعی (م:909)

(۷۲)... شرح القصیدۃ البردۃ از شیخ جمال بن نصیر جنابی (م:909)

(۷۳)... شفاء القلب الجریح از شیخ عبد الواحد بن احمد انصاری (م:1040)

(۷۴)... عصیدۃ الشہدۃ از علامہ سید عمر بن احمد آفندی حنفی خرپوتی (م:1299)

(۷۵)... العمدۃ فی اعراب البردۃ قصیدۃ البوصیری از عبد اللہ احمد جاجہ

(۷۶)... الشرح الفرید فی بردۃ النبی الحبیب از محمد عید عبد اللہ یعقوب الحسنی

(۷۷)... حاشیۃ الباجوری علی البردۃ از شیخ ابراہیم بن محمد بن احمد الشافعی الباجوری (م:1276)

(۷۸)... المختصر فی شرح البردۃ از محمد شریف عدنان الصواف

(۷۹)... تشطیر البردۃ از شیخ محمد ابو الھدی بن سید حسن وادی الصیادی الرفاعی

(۸۰)... شرح البردۃ از احمد علی حسن

(۸۱)... العمدۃ شرح قصیدۃ البردۃ از حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی

(۸۲)... البلسم المریح من شفاء القلب الجریح از شیخ عمر عبد اللہ کامل

(۸۳)... النفحات اللطیفۃ علی البردۃ الشریفۃ از شیخ علی عثمان جرادی الصیداوی الحنفی

(۸۴)... قصیدۃ البردۃ الشریفۃ از علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی

(۸۵)... بسط البردہ لدی ناظم البردہ از علامہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمن سندی ٹھٹوی (م:1174ھ/1716ء)

(۸۶)... الفردۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ از تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری

(۸۷)... شرح قصیدہ بردہ از قاضی ارتضا علی خان

(۸۸)... شرح القصیدۃ البردۃ از مولوی تراب علی لکھنوی، تقریبا 1213ھ میں بزبان فارسی لکھی تھی۔

(۸۹)... لوامع الانوار الکواکب از ابو عبد اللہ محمد بن احمد، تقریبا 1200ھ میں لکھی۔

(۹۰)...(۹۱)...(۹۲)... شرح القصیدۃ البردۃ از تاج العلما مولوی نجف علی جھجری، آپ نے 1295ھ میں عربی، اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں قصیدہ بردہ کی شروحات لکھی ہیں۔

(۹۳)... شرح القصیدۃ البردۃ از عثمان توفیق بی، ترکی زبان میں۔

(۹۴)... شرح القصیدۃ البردۃ از احمد فتحی پاشا(م:1914ء)

(نمبر ۸۸ تا ۹۴ از قصیدہ بردہ شریف: شرح از مخدوم سلیم اللہ صدیقی)

(۹۵)... شرح قصیدہ بردہ از مولانا جان محمد لاہوری(م:1268ھ)

(۹۶)... طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ از مفسر قرآن حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری(م:1380ھ/1961ء)

(۹۷)... شرح قصیدہ بردہ از حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی

(۹۸)... قصیدہ بردہ (منظوم) از پیرزادہ مولوی محمد حسین خان صاحب بہادر جج ہائیکورٹ جموں و کشمیر

(۹۹)... شرح قصیدہ بردہ شریف از رئیس التحریر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی محدث بہاولپوری

(۱۰۰)... جمال الوردہ شرح قصیدہ بردہ (منظوم ترجمہ و شرح) از مفسر قرآن و شارح حدیث حضرت علامہ قاری محمد طیب نقشبندی

(۱۰۱)... اطباق الشردہ فی شرح القصیدۃ البردہ از حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات محمد عبدالمالک کھوڑوی (م: ۲۶ جمادی الثانی 1320ھ بمطابق / ۲۱ جولائی 1941ء)

(۱۰۲)... حسن الجردہ فی شرح القصیدۃ البردہ از حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات محمد عبدالمالک کھوڑوی (م: ۲۶ جمادی الثانی 1320ھ بمطابق / ۲۱ جولائی 1941ء)

(نمبر ۱۰۱۔۱۰۲ از تذکرہ اکابر اہل سنت: ص274)

(۱۰۳)... ربیع الوردہ فی ترجمہ قصیدۃ البردہ از مفتی محمد رضا المصطفی ظریف القادری

(۱۰۴)... بردہِ مدحت (مختصر شرح) از شیخ الادب مولانا نفیس احمد مصباحی بارہ بنکوی

(۱۰۵)... کشف بردہ (مفصل شرح) از شیخ الادب مولانا نفیس احمد مصباحی بارہ بنکوی

(۱۰۶)... نشان مژدہ اردو شرح قصیدہ بردہ از ابورجاء علامہ غلام مصطفی صدیقی مدنی

(۱۰۷)... قصیدہ بردہ شریف؛فارسی ترجمہ:حضرت مولانا عبد الرحمن جامی؛اردو ترجمہ:محمد فیاض الدین نظامی؛شرح فارسی:نور الدین علی بن سلطان محمد، الملا الھروی القاری(م: 1014)؛اردو ترجمہ (شرح فارسی):مولانا حافظ محمد افضل منیر صاحب فاضل بھیرہ

(۱۰۸)... شرح قصیدہ بردہ شریف(تالیف:علامہ شیخ عمر بن احمد خرپوتی)؛مترجم: شاہ محمد چشتی

(۱۰۹)... شرح قصیدہ بردہ شریف(تالیف:علامہ شیخ ابراہیم باجوری)؛ مترجم: حافظ حامد حسین القادری الشاذلی

(۱۱۰)... ترجمہ قصیدہ بردہ از سحبانِ عصر حضرت علامہ مولانا اصغر علی روحی

(۱۱۱)... شرح قصیدہ بردہ شریف،(اس شرح میں چار ترجمیں ہیں):فارسی منظوم از مولانا عبد الرحمن جامی،اردو منظوم از ابو العصر مرزا غلام حیدر ننکانوی،پنجابی منظوم از سید وارث شاہ،انگریزی ترجمہ از شیخ فیاض اللہ بھائی،ترتیب و ترجمہ و تشریح: پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی،ناشر:مکتبہ دانیال،اردو بازار۔لاہور

(۱۱۲)... قصیدہ بردہ شریف:شرح از مخدوم سلیم اللہ صدیقی(بزبان سندھی)، ناشر:ادارہ پاک ہاؤس پبلشر،حیدر آباد۔سندھ

(۱۱۳)... قصیدہ مبارکہ بردہ،باترجمہ وشرح وتفسیر از سید محمد شیخ الاسلام(فارسی)

(۱۱۴)... دواء الشفاء شرح قصیدہ بردہ از مولوی نذیر خان بے نظیر(فارسی)

(۱۱۵)... شرح قصیدہ بردہ از مولوی محمد صادق علی شاہ رضوی

(نمبر ۱۱۴۔ ۱۱۵ از فہرست کتب مطبع منشی نولکشور (۱۸۹۶ء): بلتفرقات دینیہ اہل السنۃ، ص105)

(۱۱۶)... فوائد خوردہ شرح قصیدہ بردہ از عبد اللہ خویشگی قصوری

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ج12، ص815)

(۱۱۷)... قصیدۃ البردۃ، (عربی) شرح از حضرت علامہ مولانا ابو رجاء غلام مصطفی صدیقی مدنی

(۱۱۸)... حاشیۃ علی شرح الازہری علی البردۃ از محمد فتح اللہ بن قاسم بن محمد عبد الحفیظ القاوری (م: ۱۳۳۱ھ)

(نمبر ۱۱۸ از معجم المؤلفین: ج3، ص582، رقم ۱۵۱۵۲)

(۱۱۹)... (۱۲۰)... (۱۲۱)... قصیدہ بردہ شریف (اردو، انگریزی اور ہندی میں ترجمہ و تشریح) از سید آلِ رسول حسنین میاں برکاتی نظمی مارہروی

سوانح حیات: شارح قصیدہ بردہ

از: خرم محمود

پیدائش:

فخر اہل سنت، پیرِ طریقت حضرت علامہ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب، ہند) کے موضع چک قاضیاں میں ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا تعلق ایک دینی گھرانے سے تھا، لہذا بچپن ہی سے بزرگانِ دین رحمہم اللہ المبین کی صحبت و قربت نصیب ہوئی۔

تعلیم و تربیت:

ابتدائی تعلیم مقامی مدارس سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے ذہانت اور خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اپنے ساتھیوں میں ممتاز و مافوق رہے۔ ایم۔ اے عربی کا امتحان ہند کی مشہور درس گاہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے امتیازی حیثیت کے ساتھ پاس کیا۔ آپ کو دینی علوم سیکھنے کا بھی بہت شوق تھا اور یہ عالم تھا کہ میونسپل بورڈ کالج میں پروفیسر ہونے کے باوجود معروف عالم دین مولانا غلام رسول قاسمی کشمیری امرتسری کے پاس حاضر ہوتے اور طلبا کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس لیتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف آپ کے کثیر مطالعے اور وسعتِ نظری کی نشاندہی کرتی ہیں۔

بیعت و خلافت:

جن دنوں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبالہ کے ایک اسکول میں بطور ہیڈ ماسٹر تعینات تھے، ان دنوں انبالہ میں روحانی پیشوا حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی

(م:۱۸۹۷ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بڑا شہرہ تھا۔ آپ ان کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اسی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ "توکلی" لکھا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال فرمانے کے بعد آپ نے بلند پایہ عالم دین حضرت علامہ مشتاق احمد انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے سلسلہ صابریہ میں اکتسابِ فیض کیا۔ حضرت انبیٹھوی نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔

دینی وملی خدمات:

آپ انبالہ کے اسکول میں بطور ہیڈ ماسٹر اور میونسپل بورڈ کالج امرتسر میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں مرکز الاولیا، لاہور تشریف لائے اور ایک عرصہ تک دارالعلوم نعمانیہ، لاہور کے ناظم تعلیم اور انجمن نعمانیہ کے ماہوار رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔ انہی ایام میں پنجاب کی مشہور درس گاہ گورنمنٹ کالج مرکز الاولیا، لاہور میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس عرصہ میں آپ نے نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت پر زور دیا۔ ان میں اسلاف کرام سے تعلق قائم رکھنے کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کیا اور تقریر و تحریر کے ذریعے مسلکِ اہل سنت کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔

گورنمنٹ کالج سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے چک قاضیاں ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب، ہند) میں ایک مدرسہ قائم فرمایا اور اپنے پیر و مرشد کی نسبت سے اس کا نام "مدرسہ اسلامیہ توکلیہ" رکھا، کثیر طلبہ اس مدرسے سے مستفید ہوئے۔

تاریخی کارنامہ:

آپ کا ایک شاندار تاریخی کارنامہ یہ ہے کہ گورنمنٹ کے گزٹ میں 12 ربیع الاول کے لئے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام منظور کروایا اور اس دن کی عام

تعطیل پاس کروائی۔ بحمدہ تعالیٰ آج بھی یہی نام بچے بچے کی زبان پر ہے اور یہ دن بڑے احترام اور شایانِ شان طریقے سے منایا جاتا ہے۔

مفتی محمد علاء الدین قادری رضوی فرماتے ہیں:

بحمدہ تعالیٰ آج عید میلاد النبی کا نام بچے بچے کی زبان اور دل و جان کی زینت ہے اور آج یہ مبارک دن جشن عید میلاد النبی کے نام سے ہر طرف روح پرور نظارے دے رہا ہے، جب تک جشن عید میلاد النبی منایا جاتا رہے گا، اس دینی خدمت کا ثواب یقیناً مرحوم کی روح کو پہنچتا رہے گا۔

(جان ہے عشق مصطفیٰ: ص 671)

علما و مشائخ سے مراسم:

علما و مشائخ وقت آپ کا بے حد احترام کرتے۔ آپ خود بھی اہل اللہ اور اہل علم سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

حضرت علامہ مولانا اصغر علی روحی

مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں

حضرت پیر عبد الغفار شاہ

حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری

حضرت مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی امرت سری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

سے آپ کے گہرے مراسم تھے اور یہ سارے بزرگانِ اہل سنت آپ کی قابلیت اور فضیلت کے معترف تھے۔

تصانیف:

آپ ایک بلند پایہ مدرّس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادیب بھی تھے، تصنیف و تالیف کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کو بخوبی سمجھتے تھے، آپ کو وسیع معلومات تھیں، قوتِ استدلال اور عام فہم اندازِ تحریر کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ انجمن نعمانیہ کے ماہوار رسالہ میں اکثر و بیشتر آپ کے پر مغز مضامین اور فتاوی شائع ہوتے تھے۔ آپ کے لاتعداد علمی و اعتقادی مضامین اخبار "الفقیہ" امرت سر میں شائع ہوئے۔ آپ کی جملہ تصانیف سے نہ صرف یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا پتا چلتا ہے، بلکہ پڑھنے والے کا ایمان بھی تازہ ہوتا ہے۔ آپ کے آثارِ علمیہ میں سے چند یہ ہیں:

﴿۱﴾ سیرتِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲﴾ اعجاز القرآن

﴿۳﴾ عقائدِ اہل سنت

﴿۴﴾ عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۵﴾ معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۶﴾ غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۷﴾ حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۸﴾ سیرتِ غوث اعظم

﴿۹﴾ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ

﴿۱۰﴾ شرح قصیدہ بردہ (اردو، شرح ہذا آپ کے ہاتھوں میں ہے)

﴿۱۱﴾ العمدۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ (عربی)

﴿۱۲﴾ تحفۂ شیعہ

﴿۱۳﴾ افضل المقال فی الرد علی الرافضی الضال

﴿۱۴﴾ کتاب البرزخ

﴿۱۵﴾ مقدمہ تفسیر القرآن

﴿۱۶﴾ تفسیر سورۂ فاتحہ و سورۂ بقرہ

﴿۱۷﴾ رسالہ نور

﴿۱۸﴾ مولود برزنجی کی اردو شرح

﴿۱۹﴾ ابو حنیفہ

﴿۲۰﴾ امام بخاری شافعی

﴿۲۱﴾ شرح ہدایہ

﴿۲۲﴾ الاقوال الصحیحۃ فی جواب الجرح علی ابی حنیفۃ

﴿۲۳﴾ حاشیۃ: التحفۃ الابراھیمیۃ فی اعفاء اللحیۃ

﴿۲۴﴾ حاشیہ: تحفۂ احمدیہ در ثبوت معراج محمدیہ

﴿۲۵﴾ ترجمہ تحقیق المرام فی منع القراءۃ خلف الامام

﴿۲۶﴾ ترجمہ الرسالۃ الجلیۃ

﴿۲۷﴾ ترجمہ تاریخ گبن (تاریخ گبن کے اہل اسلام، فتوح العجم والمصر والشام کے حصوں کا ترجمہ)

﴿۲۸﴾ سرگزشت ابن تیمیہ؛ افادات: علامہ محمد نور بخش توکلی، ترتیب و تدوین: سید محمد ناصر عثمان شاہ گیلانی

﴿۲۹﴾ علم و علما: انجمن نعمانیہ۔ لاہور کے ایک جلسہ میں تقریر بصورت تحریر (راقم الحروف کے پاس موجود ہے)

﴿۳۰﴾ گلشن اخلاق

﴿۳۱﴾ قاعدہ، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: علامہ نور بخش توکلی کا مرتبہ مجوزہ اردو قاعدہ چھپوایا گیا اور اسے تقسیم کیا گیا۔ (صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور: ص 91)

﴿۳۲﴾ ہدیہ یوسفیہ

تذکرہ نگاروں نے آپ کی چند تصانیف کا ذکر کیا تھا، مختلف فہارس وغیرہ دیکھنے سے حضرت توکلی کی کتب کی تعداد تیس/30 تک پہنچی ہے، جو کہ ظاہر ہے حتمی بالکل بھی نہیں قرار دی جاسکتی، ابھی آپ کی بہت سی تصانیف ایسی ہوں گی جو ہنوز نظروں سے اجھل ہیں، اللہ کرے کوئی محقق اٹھے اور ان کی مکمل فہرست مہیا کر دے۔ آمین۔ اس کے علاوہ آپ انجمن نعمایہ لاہور کے ماہوار رسالہ کی ادارت بھی فرماتے رہے ہیں، جس میں آپ کا اداریہ، مضامین و مقالات شائع ہوتے رہتے تھے،

اگر ان سب کو بھی جمع کیا جائے تو آپ کی کتب، مضامین و مقالات کی ایک طویل فہرست مرتب ہو سکتی ہے، لیکن فی الحال انجمن نعمانیہ کا ریکارڈ ہماری دسترس میں نہیں۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ کے ہزاروں علمی اور اعتقادی مضامین انجمن نعمانیہ کے رسالہ میں چھپ کر اہلِ سنت کی خدمت کرتے رہے، آپ کے مضامین اہلِ علم کی روحانی غذا تھے۔

(تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور: ص299۔300)

حضرت توکلی کی تقریظ مبارک:

حضرت علامہ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معاصر مصنّفین کی کتب پر تقاریظ بھی قلمبند فرمائی ہیں، اس وقت ہمارے پیشِ نظر "انوارِ آفتابِ صداقت" ہے، جو اکابر شیوخ و علما کی تقاریظ سے مزین ہے، اس میں حضرت علامہ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریظ بھی موجود ہے، یہ تقریظ جہاں آپ کی خوش عقیدگی کو ظاہر کرتی ہے تو وہیں آپ کے مقام و مرتبہ، علمی قدر و منزلت اور معاصرین میں مقبولیت کا پتا بھی دیتی ہے۔ انوار آفتاب صداقت: جلد اول میں آپ کی تقریظ یوں مرقوم ہے:

تقریظ: حضرت مولانا مولوی نور بخش صاحب، ایم۔اے، حنفی نقشبندی توکلی، ناظم التعلیم دار العلوم نعمانیہ و مدیر رسالہ ماہوار انجمن نعمانیہ ہند۔ لاہور

حامدا و مصلیا و مسلما:

امابعد: خاکسار نے "انوارِ آفتابِ صداقت" مصنفہ "مولانا مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی" کو متعدد مقامات سے دیکھا، مصنّف نے ہر جگہ عقیدہ

اہل سنت و جماعت کے ثبوت میں دلائل واضحہ و براہین قاطعہ پیش کئے ہیں اور ان مسائل پر قلم اٹھایا ہے، جن کی تردید اس زمانۂ پر آشوب میں نہایت ضروری ہے، فرقہ وہابیہ نجدیہ کی تردید میں یہ مجموعہ بڑا کارآمد ہے، اللہ تعالیٰ مصنّف کی اس عرق ریزی کو درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور اسے مخالفین کی ہدایت اور موافقین کی تقویتِ ایمان کا ذریعہ بنائے۔ بِجَاهِ حَبِيبِهٖ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ وَسِيلَتِنَا فِي الدَّارَيْنِ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمْ۔

حررہ العبد العاصی الفقیر التوکلی نور بخش الحنفی النقشبندی، ناظم التعلیم دار العلوم نعمانیہ و مدیر رسالہ ماہ وار انجمن نعمانیہ ہند۔ لاہور، یکم شعبان ۱۳۳۸۔

(انوار آفتاب صداقت: جلد اول، ص 7)

اور انوار آفتابِ صداقت: جلد دوم میں تقریظ یوں مرقوم ہے:

تقریظ: حضرت مولانا مولوی افضل الفضلا حاجی محمد نور بخش صاحب سنی، حنفی، نقشبندی، مجدّدی، توکلی، ایم۔ اے، پروفیسر پنشرز کالج۔ لاہور

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

اما بعد: تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں عرب شریف کے ملحق عراق کے صوبہ نجد سے مطابق خبر حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتنہ وہابیہ کا ظہور ہوا، یہ فتنہ پھیلتے پھیلتے مرضِ متعدی کی طرح ہندستان میں بھی آپہنچا، اس فرقہ کے لوگ اپنے آپ کو موحدِ حقیقی اور باقی سب مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں اور اپنی تصانیف میں کھلے الفاظ میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں، بلکہ اپنی تصانیف

کے ناموں میں بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں؛ چناں چہ "محمد بن عبد الوہاب نجدی" نے اپنی کتاب کا نام "اثبات التوحید" رکھا تھا، اسی کی اتباع سے پنجاب میں "حکیم مولوی محمد حسین قریشی ایمن آبادی" نے اپنی کتاب کا نام "اثبات التوحید" رکھا ہے، مؤخر الذکر کتاب کو "حکیم صاحب" نے "مولانا مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب حنفی نقشبندی "پنشنر کورٹ انسپکٹر کی مشہور اور جامع کتاب "انوار آفتاب صداقت" لکھی ہے، جس میں عقائدِ وہابیہ کی تفصیل اور تردید درج ہے، جناب "قاضی صاحب" موصوف نے جوابُ الجواب میں یہ کتاب "فضل التوحید" لکھی ہے، فقیر نے ہر سہ / ۳ کتب کو متعدّد مقامات سے دیکھا ہے "فضل الوحید" میں "اثبات التوحید" کا رد بلیغ ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ "حکیم صاحب" کے پاس انوار کے دلائل اور براہین کا حقیقت میں کوئی جواب نہیں، اس پر آشوب زمانے میں اہلِ اسلام کے لئے "قاضی صاحب" کی دونوں کتابوں کا مطالعہ ازبس مفید اور ضروری ہے اور فقیر دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس کو مخالفین کی ہدایت اور موافقین کی تقویتِ ایمان کا ذریعہ بنائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و الصلاۃ و السلام علی حبیبہ سیّدنا و مولانا و وسیلتنا فی الدارین محمد و آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین، آمین یارب العلمین. ۱۷ شوال، ۱۳۴۵

محمد نور بخش حنفی نقشبندی توکلی، حال چک سروں ناتھ ضلع لودھیانہ

(انوار آفتاب صداقت: جلد دوم، ص 13)

حضرت توکلی کی سندِ قصیدہ بردہ:

سند کی اہمیت وافادیت مسلّمہ امور سے ہے، امام مسلم نے اپنی مشہور تصنیف "صحیح مسلم" شریف کے مقدمہ میں "باب في أن الإسناد من الدين" کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے جس سے سند کی اہمیت واضح ہوتی ہے، آپ اس باب کے تحت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

«إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ، فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ» یعنی یہ علم دین ہے، پس دیکھو کہ تم کس سے اپنے دین کو حاصل کرتے ہو۔

سند کی اسی اہمیت کے پیش نظر علما، فقہا اور محدثین کرام وغیرہم اسانید کا خاص اہتمام فرماتے ہیں، شارح قصیدہ بردہ حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی "قصیدہ بردہ" شریف کی اپنی سند بیان فرمائی ہے، آپ "قصیدہ بردہ" شریف کی اپنی عربی شرح "العمدۃ شرح قصیدۃ البردۃ" میں سندِ قصیدہ بردہ یوں بیان فرماتے ہیں:

أنا أرويهامن الفاضل الأجل الحاج الحافظ مولوي مشتاق أحمد الأنبيتهوي عن قدوة الفضلاء والأكابر الشيخ محمد عبدالحق الهندي ثم المكي المهاجرعن العلامة المحقق والمدقق أبي البركات ركن الدين محمد المدعوبتراب علي عن العلامة المخدوم عن المحدث الشاه ولي الله عن أبي الطاهر عن الشيخ أحمد النخلي عن محمد بن العلاء البابلي عن سالم السنهوري عن نجم الغيطي عن شيخ الإسلام زكريا عن أبي إسحاق الصالحي عن الصلاح محمد بن محمد بن الحسن الشاذلي عن علي بن عامر

الهاشمي عن ناظمها شرف الدين البوصيري رحمة الله عليهم و علينا معهم أجمعين.

(العمدۃ شرح قصیدۃ البردۃ:ص الف)

یعنی، میں نے اسے (سند قصیدہ بردہ) کو فاضل اجل الحاج حافظ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی سے، انہوں نے قدوۃ الفضلاوالاکابر شیخ محمد عبد الحق ہندی ثم مہاجر مدنی سے، انہوں نے علامہ محقق و مدقق ابو البرکات رکن الدین محمد معروف بہ تراب علی سے، انہوں نے علامہ مخدوم سے، انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث (دہلوی) سے، انہوں نے ابو الطاہر سے، انہوں نے شیخ احمد نخلی سے، انہوں نے محمد بن علاء بابلی سے، انہوں نے شیخ سالم سنہوری سے، انہوں نے شیخ نجم الغیطی سے، انہوں نے شیخ الاسلام زکریا سے، انہوں نے شیخ ابو اسحاق صالحی سے، انہوں نے شیخ محمد بن محمد بن حسن شاذلی سے، انہوں نے شیخ علی بن عامر ہاشمی سے اور شیخ علی بن عامر ہاشمی نے اسے ناظم قصیدہ بردہ شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالی علیہم و علینا معہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔

وفات:

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنے مکان کی سیڑھی سے گرنے کی وجہ سے کچھ عرصہ بیمار رہے اور ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۶۷ھ / ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو وصال فرماگئے، آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو فیصل آباد کے جنرل بس اسٹینڈ کے قریب حضرت نور شاہ ولی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مزار کے پاس دفن کیا گیا۔

ماخوذاز:

1۔ سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

2۔ تذکرہ علماءِ اہلسنت وجماعت، لاہور

3۔ جہان امام ربانی: کشور چہارم، جلد10 وغیرہم

قصیدہ بردہ شریف سے اخذِ فوائد و برکات کی شرائط و آداب:

قصیدہ بردہ شریف سے مکمل طور پر فیض یاب ہونے اور اس سے فوائد و برکات حاصل کرنے کی کچھ شرائط ہیں۔ چناں چہ "شارحِ قصیدہ بردہ حضرت علامہ سید عمر بن احمد آفندی خوپوتی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "فرماتے ہیں:

قصیدہ بردہ شریف کی قراءت سے مکمل طور پر فوائد و برکات حاصل کرنے کی آٹھ شرائط ہیں:

پہلی: باوضو۔

دوسری: قبلہ رُو ہو کر۔

تیسری: صحیح مخارج و اِعراب کے ساتھ۔

چوتھی: اِس کے معانی کو سمجھ کر اور اِن میں غور و فکر کرتے ہوئے۔

پانچویں: نظم کے انداز میں پڑھتے ہوئے نہ کہ نثر میں۔

چھٹی: زبانی۔

ساتویں: کسی ماذون بزرگ کی اجازت سے۔

آٹھویں: ہر شعر کے ساتھ صلاۃ و سلام والا شعر:

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

پڑھیں۔

(عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ، ص ۳۸)

رئیس التحریر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی محمد فیض احمد اویسی محدث بہاول پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کی مذکورۃ الصدر شرائط مزید تفصیل، توضیح اور اضافہ سے بیان فرمائی ہیں۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

حاجات، دفعِ بلیلات یا رفعِ مشکلات کے لئے اس کا پڑھنا شرائطِ ذیل پر موقوف ہے۔

پہلی: جس دن اس کا وظیفہ شروع کرنا ہو، اس دن حسبِ توفیق چند فقرا کو اچھا کھانا کھلائیں۔

دوسری: غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا اور پاک جگہ پر گوشۂ تنہائی، روبہ قبلہ ہو کر پڑھنا۔ غسل نہ کر سکے تو کم از کم باوضو ضرور ہونا۔

تیسری: صحتِ الفاظ و اعراب کو ملحوظ رکھنا (جو لوگ کم قابلیت رکھتے ہیں، ان کو چاہئے کہ کسی عالم دین سے پڑھ لیں۔

چوتھی: ہر ایک شعر کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا، اگر عربی نہ جانتا ہو تو اپنی زبان میں اس کے مطلب کو ملحوظ رکھے۔

پانچویں: اس کو نظم میں پڑھنا، یعنی نظم کے طریق پر (ہر) ایک مصرعہ کو ادا کرنا نہ کہ نثر کے طور پر۔

چھٹی: اگر یاد ہو تو زبانی پڑھے، ورنہ کتاب میں دیکھ کر اور پڑھنے کے دوران کوئی دنیاوی کام یا بات چیت نہ کرے، بجز اس کے کہ اس کو وضو کی ضرورت ہو۔

ساتویں: کسی صحیح العقیدہ بزرگ سے جو اس کا مجاز ہو، اجازت حاصل کرنا۔

آٹھویں: ہر ایک شعر کے بعد بالتخصیص یہ درود شریف پڑھنا، یہی درود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھا تھا۔

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا   عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

یعنی میرے مولا! درود اور سلام ہمیشہ ہمیشہ بھیج اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو تمام مخلوق میں افضل و برتر ہیں۔

نویں: ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کا وظیفہ جاری رکھنا۔

دسویں: جن لوگوں کو یہ قصیدہ یاد ہو، ان کے لئے بہتر ہے کہ آدھی رات کو تاریکی میں نہایت خضوع و خشوع سے سر برہنہ کھڑے ہو کر آدابِ بالا پڑھیں، بہتر ہے کہ ترنّم سے ورنہ سادہ طور پر۔

گیارہویں: اس کے بعد سجدہ میں جو حاجت ہو اس کے لئے بارگاہِ ایزدی میں بطفیلِ سیدِ کونین، احمد مختار، محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کی حاجت پوری ہوگی اور اگر دفع مصیبت کے لئے پڑھے، تو مصیبت سے نجات پائے گا اور اس بارے میں لاکھوں شہادتیں اور روایات ہیں کہ گدا سے لے کر بادشاہ تک اس کی برکت سے فائز المرام ہوئے۔

(شرح قصیدہ بردہ شریف: ص ۹)

(از: خرم محمود)

قصیدہ بردہ کے پڑھنے کی ترکیب:

اس قصیدے کے پڑھنے کی ترکیب جو مجھے "شیخنا العلامۃ مولوی حاجی مشتاق احمد چشتی صابری انبیٹھوی" نے ارشاد فرمائی: یوں ہے کہ جو طالب اس کا ورد رکھنا چاہے، وہ تمام قصیدہ روزانہ وقتِ معین پر مع اعتصام و اختتام کے پڑھے۔ اگر اعتصام و اختتام نہ پڑھے [تو] صرف ابیات کا پڑھنا ہی کافی ہے۔ اگر روزانہ سارا قصیدہ نہ پڑھ سکے تو ہر روز ہفت منزل میں سے ایک منزل مع ابیات قبلیہ وبعدیہ پڑھ لیا کرے۔ کتاب میں منزل کے نشان بتادئے گئے ہیں۔ یہ منزلیں بزرگانِ طریقت نے طالبوں کی سہولت کے لئے مقرر کر دی ہیں؛ تاکہ جمعہ سے شروع ہو کر پنج شنبہ کو ختم ہو جائے۔

اعتصام اس طرح ہے کہ یہ درود شریف گیارہ بار پڑھے: «بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»

اس درود شریف کے بعد آیۃ الکرسی و سورۂ الم نشرح و سورۂ انا اعطینا، ہر ایک گیارہ گیارہ بار اور آیت ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [التوبۃ: ۱۲۸] ایک بار پڑھے، پھر ہاتھ اٹھا کر گیارہ بار «اَلْمُسْتَغَاثُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالْمُسْتَعَانُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ» کہے۔ بعد ازاں یہ درود شریف تین بار پڑھے:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْعٰلَمِیْنَ حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ أَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ وَأَکْمَلَ تَحِیَّاتِکَ بِعَدَدِ کَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ» ، پھر یہ دو بیتیں ایک بار پڑھ کر قصیدہ شریف شروع کرے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُنْشِیءِ الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً أَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

[نوٹ:] اختتام کی ترکیب قصیدے کے اخیر میں درج ہے۔

آغاز وظیفہ جمعۃ المبارک:

أَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ		مَزَجْتَ دَمْعاً جَرٰی مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ
أَمْ هَبَّتِ الرِّیْحُ مِنْ تِلْقَآءِ کَاظِمَةٍ		وَأَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ إِضَمِ
فَمَا لِعَیْنَیْکَ إِنْ قُلْتَ اکْفُفَا هَمَتَا		وَمَا لِقَلْبِکَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ یَهِمِ
أَیَحْسَبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْکَتِمٌ		مَا بَیْنَ مُنْسَجِمٍ مِّنْهُ وَمُضْطَرِمِ
لَوْلاَ الْهَوٰی لَمْ تُرِقْ دَمْعاً عَلٰی طَلَلٍ		وَلاَ أَرِقْتَ لِذِکْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ
فَکَیْفَ تُنْکِرُ حُبًّا بَعْدَمَا شَهِدَتْ		بِهٖ عَلَیْکَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ
وَأَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّيْ عَبْرَةٍ وَّضَنًی		مِثْلَ الْبَهَارِ عَلٰی خَدَّیْکَ وَالْعَنَمِ
نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ أَهْوٰی فَأَرَّقَنِي		وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْأَلَمِ
یَا لاَئِمِي فِي الْهَوٰی الْعُذْرِيِّ مَعْذِرَةً		مِنِّي إِلَیْکَ وَلَوْ أَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ
عَدَتْکَ حَالِيْ لاَ سِرِّيْ بِمُسْتَتِرٍ		عَنِ الْوُشَاةِ وَلاَ دَائِيْ بِمُنْحَسِمِ
مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰکِنْ لَّسْتُ أَسْمَعُهٗ		إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِيْ صَمَمِ
إِنِّي اتَّهَمْتُ نَصِیْحَ الشَّیْبِ فِيْ عَذَلٍ		وَالشَّیْبُ أَبْعَدُ فِيْ نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ

فَإِنَّ أَمَّارَتِي بِالسُّوْءِ مَا اتَّعَظَتْ		مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ
وَلاَ أَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرَى		ضَيْفٍ أَلَمَّ بِرَأْسِيْ غَيْرَ مُحْتَشِمِ
لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنِّي مَا أُوَقِّرُهُ		كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِيْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ
مَنْ لِّيْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِنْ غَوَايَتِهَا		كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ
فَلاَ تَرُمْ بِالْمَعَاصِيْ كَسْرَ شَهْوَتِهَا		إِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّيْ شَهْوَةَ النَّهِمِ
وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلَى		حُبِّ الرَّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ
فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ أَنْ تُوَلِّيَهُ		إِنَّ الْهَوَى مَا تَوَلَّى يُصْمِ أَوْ يَصِمِ
وَرَاعِهَا وَهْيَ فِي الْأَعْمَالِ سَائِمَةٌ		وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعَى فَلاَ تُسِمِ
كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِّلْمَرْءِ قَاتِلَةً		مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ أَنَّ السُّمَّ فِي الدَّسَمِ
وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ شِبَعٍ		فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ
وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَأَتْ		مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

آغاز وظیفہ ہفتہ:

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا		وَإِنْ هُمَا مَحَّضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ
وَلاَ تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلاَ حَكَمًا		فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ
أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ قَوْلٍ بِلاَ عَمَلٍ		لَقَدْ نَسَبْتُ بِهِ نَسْلاً لِّذِيْ عُقُمِ
أَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لٰكِنْ مَا ائْتَمَرْتُ بِهِ		وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِيْ لَكَ اسْتَقِمِ
وَلاَ تَزَوَّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً		وَلَمْ أُصَلِّ سِوَى فَرْضٍ وَّلَمْ أَصُمِ
ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ أَحْيَا الظَّلاَمَ إِلَى		أَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمِ
وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ أَحْشَاءَهُ وَطَوَى		تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُّتْرَفَ الْأَدَمِ

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ		عَنْ نَفْسِهِ فَأَرَاهَا أَيَّمَا شَمَمِ
وَأَكَّدَتْ زُهْدَهُ فِيهَا ضَرُورَتُهُ		إِنَّ الضَّرُورَةَ لَا تَعْدُو عَلَى الْعِصَمِ
وَكَيْفَ تَدْعُوا إِلَى الدُّنْيَا ضَرُورَةُ مَنْ		لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ		وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ غُرْبٍ وَمِنْ عَجَمِ
نَبِيُّنَا الْآمِرُ النَّاهِي فَلَا أَحَدٌ		أَبَرَّ فِي قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ
هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ		لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحَمِ
دَعَا إِلَى اللهِ فَالْمُسْتَمْسِكُونَ بِهِ		مُسْتَمْسِكُونَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِمِ
فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ		وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمِ
وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ مُلْتَمِسٌ		غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ
وَوَاقِفُونَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ		مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ
فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ		ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئُ النَّسَمِ
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ		فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ
دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارَى فِي نَبِيِّهِمِ		وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيهِ وَاحْتَكِمِ
وَانْسُبْ إِلَى ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ		وَانْسُبْ إِلَى قَدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ
فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللهِ لَيْسَ لَهُ		حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ
لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهُ آيَاتُهُ عِظَماً		أَحْيَا اسْمُهُ حِينَ يُدْعَى دَارِسَ الرِّمَمِ

آغازِ وظیفہ اتوار:

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَا الْعُقُولُ بِهِ		حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ
لُوَرَى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرَى		فِي الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيهِ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ	صَغِيرَةً وَتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ أَمَمِ
وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ	قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ
فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ	وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمِ
وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسْلُ الْكِرَامُ بِهَا	فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمِ
فَإِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا	يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ
أَكْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهُ خُلُقٌ	بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ
كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ	وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِي هِمَمِ
كَأَنَّهُ وَهْوَ فَرْدٌ مِنْ جَلَالَتِهِ	فِي عَسْكَرٍ حِينَ تَلْقَاهُ وَفِي حَشَمِ
كَأَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ فِي صَدَفٍ	مِنْ مَعْدِنَيْ مَنْطِقٍ مِنْهُ وَمُبْتَسَمِ
لَا طِيبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ أَعْظُمَهُ	طُوبَى لِمُنْتَشِقٍ مِنْهُ وَمُلْتَثِمِ
أَبَانَ مَوْلِدُهُ عَنْ طِيبِ عُنْصُرِهِ	يَا طِيبَ مُبْتَدَإٍ مِنْهُ وَمُخْتَتَمِ
يَوْمٌ تَفَرَّسَ فِيهِ الْفُرْسُ أَنَّهُمُ	قَدْ أُنْذِرُوا بِحُلُولِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ
وَبَاتَ إِيوَانُ كِسْرَى وَهْوَ مُنْصَدِعٌ	كَشَمْلِ أَصْحَابِ كِسْرَى غَيْرَ مُلْتَئِمِ
وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْأَنْفَاسِ مِنْ أَسَفٍ	عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ
وَسَاءَ سَاوَةَ أَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا	وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِينَ ظَمِي
كَأَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ	حُزْنًا وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ
وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْأَنْوَارُ سَاطِعَةٌ	وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنًى وَمِنْ كَلِمِ
عَمُوا وَصَمُّوا فَإِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ	تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْإِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ
مِنْ بَعْدِ مَا أَخْبَرَ الْأَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ	بِأَنَّ دِينَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْأُفْقِ مِنْ شُهُبٍ		مُنْقَضَةٍ وَفْقَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ صَنَمِ

آغاز وظیفہ پیر:

حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِيْقِ الْوَحْيِ مُنْهَزِمٌ		مِنَ الشَّيَاطِيْنِ يَقْفُوْا إِثْرَ مُنْهَزِمِ
كَأَنَّهُمْ هَرَبًا أَبْطَالُ أَبْرَهَةٍ		أَوْ عَسْكَرٌ بِالْحَصٰى مِنْ رَاحَتَيْهِ رُمِيْ
نَبْذًا بِهٖ بَعْدَ تَسْبِيْحٍ بِبَطْنِهِمَا		نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ أَحْشَاءِ مُلْتَقِمِ
جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً		تَمْشِيْ إِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمِ
كَأَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِمَا كَتَبَتْ		فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ
مِثْلَ الْغَمَامَةِ أَنّٰى سَارَ سَائِرَةً		تَقِيْهِ حَرَّ وَطِيْسٍ لِلْهَجِيْرِ حَمِيْ
أَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ إِنَّ لَهٗ		مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ
وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّمِنْ كَرَمٍ		وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِيْ
فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيْقُ لَمْ يَرِمَا		وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ أَرِمِ
ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰى		خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ
وِقَايَةُ اللّٰهِ أَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ		مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْأُطُمِ
مَا سَامَنِي الدَّهْرُ ضَيْماً وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ		إِلَّا وَنِلْتُ جِوَاراً مِّنْهُ لَمْ يُضَمِ
وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَّدِهٖ		إِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰى مِنْ خَيْرِ مُسْتَلَمِ
لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ إِنَّ لَهٗ		قَلْباً إِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ
وَذَاكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ		فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمِ
تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ		وَلَا نَبِيٌّ عَلٰى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ
كَمْ أَبْرَأَتْ وَصِباً بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ		وَأَطْلَقَتْ أَرِباً مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

وَأَحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهُ		حَتّىٰ حَكَتْ غُرَّةً فِي الأَعْصُرِ الدُّهُمِ
بِعَارِضٍ جَادَ أَوْ خِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا		سَيْبٌ مِنَ الْيَمِّ أَوْ سَيْلٌ مِنَ الْعَرِمِ
دَعْنِيْ وَوَصْفِيْ آيَاتٍ لَهُ ظَهَرَتْ		ظُهُوْرَ نَارِ الْقِرٰى لَيْلاً عَلٰى عَلَمِ
فَالدُّرُّ يَزْدَادُ حُسْناً وَهُوَ مُنْتَظِمٌ		وَلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْراً غَيْرَ مُنْتَظِمِ
فَمَا تَطَاوَلُ آمَالُ الْمَدِيْحِ إِلَى		مَا فِيْهِ مِنْ كَرَمِ الأَخْلَاقِ وَالشِّيَمِ

آغاز وظیفہ منگل:

آيَاتُ حَقٍّ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ		قَدِيْمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوْفِ بِالْقِدَمِ
لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَهِيَ تُخْبِرُنَا		عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَعَنْ إِرَمِ
دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ		مِنَ النَّبِيِّيْنَ إِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ
مُحَكَّمَاتٌ فَمَا تُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ		لِذِيْ شِقَاقٍ وَمَا تَبْغِيْنَ مِنْ حَكَمِ
مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ إِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ		أَعْدَى الأَعَادِيْ إِلَيْهَا مُلْقِيَ السَّلَمِ
رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوٰى مُعَارِضِهَا		رَدَّ الْغَيُوْرِ يَدَ الْجَانِيْ عَنِ الْحُرَمِ
لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِيْ مَدَدٍ		وَفَوْقَ جَوْهَرِهِ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ
فَمَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَائِبُهَا		وَلَا تُسَامُ عَلَى الإِكْثَارِ بِالسَّأَمِ
قَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيْهَا فَقُلْتُ لَهُ		لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللهِ فَاعْتَصِمِ
إِنْ تَتْلُهَا خِيْفَةً مِنْ حَرِّ نَارِ لَظٰى		أَطْفَأْتَ حَرَّ لَظٰى مِنْ وِرْدِهَا الشَّبِمِ
كَأَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوْهُ بِهِ		مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَاؤُوْهُ كَالْحُمَمِ
وَكَالصِّرَاطِ وَكَالْمِيْزَانِ مَعْدِلَةً		فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمِ
لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحَ يُنْكِرُهَا		تَجَاهُلاً وَهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَّمَدٍ	وَيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمِ
يَا خَيْرَ مَنْ يَمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهُ	سَعْياً وَفَوْقَ مُتُوْنِ الْأَيْنُقِ الرُّسُمِ
وَمَنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرَى لِمُعْتَبِرٍ	وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمَى لِمُغْتَنِمِ
سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيْلاً إِلَى حَرَمٍ	كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِيْ دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ
وَبِتَّ تَرْقَى إِلَى أَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً	مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ
وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا	وَالرُّسْلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلَى خَدَمِ
وَأَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ	فِيْ مَوْكِبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ
حَتَّى إِذَا لَمْ تَدَعْ شَأْواً لِمُسْتَبِقٍ	مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًى لِمُسْتَنِمِ
خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ	نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ
كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ أَيِّ مُسْتَتِرٍ	عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ أَيِّ مُكْتَتِمِ
فَحُزْتَ كُلَّ فَخَارٍ غَيْرَ مُشْتَرَكٍ	وَجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمِ

آغاز وظیفہ بدھ:

وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّيْتَ مِنْ رُتَبٍ	وَعَزَّ إِدْرَاكُ مَا أُوْلِيْتَ مِنْ نِعَمِ
بُشْرَى لَنَا مَعْشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا	مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْناً غَيْرَ مُنْهَدِمِ
لَمَّا دَعَى اللهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهِ	بِأَكْرَمِ الرُّسْلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ
رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدَا أَنْبَاءُ بِعْثَتِهِ	كَنَبْأَةٍ أَجْفَلَتْ غُفْلاً مِنَ الْغَنَمِ
مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِيْ كُلِّ مُعْتَرَكٍ	حَتَّى حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْماً عَلَى وَضَمِ
وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوْا يَغْبِطُوْنَ بِهِ	أَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعُقْبَانِ وَالرَّخَمِ
تَمْضِي اللَّيَالِيْ وَلَا يَدْرُوْنَ عِدَّتَهَا	مَا لَمْ تَكُنْ مِنْ لَيَالِي الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

كَأَنَّمَا الدِّينُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ	بِكُلِّ قَرْمٍ إِلَى لَحْمِ الْعِدَا قَرِمِ
يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ	يَرْمِي بِمَوْجٍ مِنَ الْأَبْطَالِ مُلْتَطِمِ
مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ	يَسْطُو بِمُسْتَأْصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ
حَتّٰى غَدَتْ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ وَهِيَ بِهِمْ	مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُولَةَ الرَّحِمِ
مَكْفُولَةً أَبَداً مِنْهُمْ بِخَيْرِ أَبٍ	وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ
هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُصَادِمَهُمْ	مَاذَا لَقِيْ مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ مُصْطَدَمِ
وَسَلْ حُنَيْناً وَسَلْ بَدْراً وَسَلْ أُحُدًا	فُصُوْلُ حَتْفٍ لَهُمْ أَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ
اَلْمُصْدِرِي الْبِيْضِ حُمْراً بَعْدَ مَا وَرَدَتْ	مِنَ الْعِدَا كُلَّ مُسْوَدٍّ مِنَ اللِّمَمِ
وَالْكَاتِبِيْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ	أَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ
شَاكِي السِّلَاحِ لَهُمْ سِيمَا تُمَيِّزُهُمْ	وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا عَنِ السَّلَمِ
تُهْدِي إِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمْ	فَتَحْسَبُ الزَّهْرَ فِي الْأَكْمَامِ كُلَّ كَمِيْ
كَأَنَّهُمْ فِيْ ظُهُوْرِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُباً	مِنْ شَدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحُزُمِ
طَارَتْ قُلُوْبُ الْعِدَا مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقاً	فَمَا تُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ
وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ	إِنْ تَلْقَهُ الْأُسْدُ فِيْ آجَامِهَا تَجِمِ
وَلَنْ تَرٰى مِنْ وَلِيٍّ غَيْرَ مُنْتَصِرٍ	بِهٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرَ مُنْقَصِمِ
أَحَلَّ أُمَّتَهُ فِيْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ	كَاللَّيْثِ حَلَّ مَعَ الْأَشْبَالِ فِيْ أَجَمِ

آغاز وظیفہ جمعرات:

كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدِلٍ	فِيْهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ
كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْأُمِّيِّ مُعْجِزَةً	فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّأْدِيْبِ فِي الْيُتُمِ

خَدَمْتُهُ بِمَدِيْحٍ أَسْتَقِيلُ بِهِ		ذُنُوبَ عُمْرٍ مَضَى فِي الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ
إِذْ قَلَّدَانِيَ مَا تُخْشَى عَوَاقِبُهُ		كَأَنَّنِيْ بِهِمَا هَدْيٌ مِنَ النَّعَمِ
أَطَعْتُ غَيَّ الصِّبَا فِي الْحَالَتَيْنِ وَمَا		حَصَلْتُ إِلَّا عَلَى الْآثَامِ وَالنَّدَمِ
فَيَا خَسَارَةَ نَفْسٍ فِيْ تِجَارَتِهَا		لَمْ تَشْتَرِ الدِّيْنَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسُمِ
وَمَنْ يَبِعْ آجِلاً مِنْهُ بِعَاجِلِهِ		يَبِنْ لَهُ الْغَبْنُ فِيْ بَيْعٍ وَفِيْ سَلَمِ
إِنْ آتِ ذَنْباً فَمَا عَهْدِي بِمُنْتَقِضٍ		مِنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِي بِمُنْصَرِمِ
فَإِنَّ لِيْ ذِمَّةً مِنْهُ بِتَسْمِيَتِيْ		مُحَمَّداً وَهُوَ أَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ
إِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْ مَعَادِي آخِذاً بِيَدِيْ		فَضْلاً وَإِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ
حَاشَاهُ أَنْ يُحْرَمَ الرَّاجِي مَكَارِمَهُ		أَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ
وَمُنْذُ أَلْزَمْتُ أَفْكَارِيْ مَدَائِحَهُ		وَجَدْتُهُ لِخَلَاصِيْ خَيْرَ مُلْتَزِمِ
وَلَنْ يَفُوْتَ الْغِنَى مِنْهُ يَداً تَرِبَتْ		إِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْأَزْهَارَ فِي الْأَكَمِ
وَلَمْ أُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي اقْتَطَفَتْ		يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا أَثْنَى عَلَى هَرِمِ
يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ		سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ
وَلَنْ يَضِيْقَ رَسُوْلَ اللهِ جَاهُکَ بِيْ		إِذِ الْكَرِيْمُ تَجَلَّى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ
فَإِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا		وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ
يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِيْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ		إِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ
لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا		تَأْتِيْ عَلَى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ
يَا رَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِي غَيْرَ مُنْعَكِسٍ		لَدَيْکَ وَاجْعَلْ حِسَابِيْ غَيْرَ مُنْخَرِمِ
وَالْطُفْ بِعَبْدِکَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَهُ		صَبْراً مَتَى تَدْعُهُ الْأَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

وائذن لِسُحْبِ صلاۃٍ منک دائمۃٍ		علی النبیِّ بمُنْہلٍ ومُنسجم
والآلِ والصَّحبِ ثُمَّ التابعینَ فَہم		أہلُ التُقی والنَّقی والحِلمِ والکرم
ما رنّحتْ عَذَباتِ البانِ ریحُ صبا		وأطرَبَ العِیسَ حادِي العِیسِ بالنَّغم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلی فصل:

یادِ شہرِ نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

اَمِنْ تَـذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِـذِیْ سَـلَمٍ		مَزَجْتَ دَمْعاً جَرٰی مِنْ مُقْلَۃٍ بِدَمِ
أَمْ ھَبَّـتِ الرِّیْحُ مِنْ تِلْقَآءِ کَاظِمَـۃٍ		وَ أَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ إِضَمِ

لغات:

جِیْرَان: ہمسائے، صیغہ جمع ہے مگر مراد اس سے محبوب واحد ہے یعنی، حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذو سَلَم: ایک مقام کا نام ہے مکہ و مدینہ کے درمیان۔

مُقْلَۃ: آنکھ۔

کَاظِمَـۃ: مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔

إضَم: بھی مدینہ منورہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے، جس میں اسی نام کا ایک پہاڑ بھی ہے۔

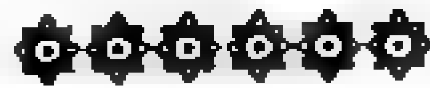
ترجمہ:

کیا تو نے "ذو سلم" کے ہمسایوں کی یاد سے آنکھ کے جاری آنسو کو خون آلود کیا ہے یا "کاظمہ" کی طرف سے ہوا چلی یا اندھیری رات میں "اضم" سے بجلی چمکی ہے۔

تشریح و مطلب:

یوں سمجھو کہ کسی شخص کا محبوب جو"ذوسلم"میں قیام کیا کرتا تھا اور"کاظمہ"و"اضم"میں بھی آیا جایا کرتا تھا،اس شخص سے دور ہے اور وہ اس سے مہجور۔وہ شخص اس کے فراق میں روتا ہے مگر حسبِ عادتِ عشاق،اپنے عشق کو چھپاتا ہے،شاعر جو اس شخص کے عشق سے واقف ہے،اس کو روتا دیکھ کر یوں کہتا ہے کہ تم جو اس قدر زار زار روتے ہو،بتاؤ اس رونے کا سبب کیا ہے؟ کیا تمہیں"ذوسلم"کے دوست یاد آ گئے،یا"کاظمہ"کی طرف سے ہوا محبوب کی خوشبو لے کر آئی ہے؟یا"کوہِ اضم"کی طرف سے تاریکی میں بجلی چمکی ہے،جس سے تم کو محبوب کا نورانی چہرہ یاد آ گیا۔

صاحبِ قصیدہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق تھا،فصاحت و بلاغت میں یگانۂ روزگار شاعر تھا؛اس لئے اس قصیدے کو"تشبیب"(۱) یعنی لوازمِ عشق سے آغاز کیا ہے اور شروع میں ایسے الفاظ (قربِ مدینہ منورہ کے مقامات: ذوسلم وکاظمہ واضم)لایا ہے،جو قصیدے کی اصلی غرض(مدحِ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر دلالت کرتے ہیں،شاعروں کی اصطلاح میں اس صنعت کو"براعتِ استہلال"(۲) کہتے ہیں۔ناظم جس شخص سے رونے کا سبب دریافت کرتا ہے،وہ خود ناظم ہی ہے۔وجہ یہ ہے کہ محبِ صادق تو زمانے میں ملتے ہی نہیں،جن سے رموزِ عشق کا اظہار کیا جائے؛اس لئے شعراء کی عادت ہے کہ اپنی ہی ذات کو ایک الگ شخص فرض کر کے اسی سے سوال وجواب اور ناز و عتاب کرتے ہیں،اس صنعت کو اصطلاح میں"تجرید"(۳) بولتے ہیں۔



فما لعینیک إن قلت اکففا ھمتا		وما لقلبک إن قلت استفق یھم

لغات:

ھمتا: صیغہ تثنیہ، وہ دونوں آنسو بہاتی ہیں۔

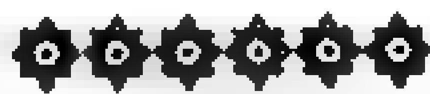
یھیم: وہ عشق میں سرگشتہ ہوتا ہے۔

ترجمہ:

پس تیری آنکھوں کو کیا ہوا! اگر میں کہتا ہوں کہ رونے سے باز آؤ تو آنسو بہاتی ہیں اور تیرے دل کو کیا ہوا! اگر میں کہتا ہوں کہ ہوش کر تو بے ہوش ہو جاتا ہے۔

تشریح و مطلب:

عاشق نے جب شاعر کے سوال کا کچھ جواب نہ دیا، تو اسے منکرِ عشق قرار دے کر اس کی حالت پر تحیر ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تیرے رونے کا سبب عشق و محبت نہیں ہے تو تیری آنکھیں اور تیرا دل تیرے بس میں ہوتا، مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔



أیحسب الصب أن الحب منکتم		ما بین منسجم منہ ومضطرم

لغات:

أیحسب: میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔

صب: عاشق۔

منسجم: بہنے والا (آنسو)۔

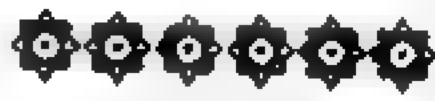
مُضطَرِم: شعلہ زن (دل)۔

ترجمہ:

کیا عاشق گمان کرتا ہے کہ ایسی محبت پوشیدہ رہ سکتی ہے، جو اس کے جاری آنسو اور شعلہ زن دل کے درمیان ہے۔

تشریح و مطلب:

ناظم نے جب عاشق سے مُسکِتْ [لاجواب کر دینے والا، خاموش کر دینے والا] سوال کیا اور ایک اِلزام بھی قائم کر دیا، تو اب بتارہا ہے کہ تیرا انکارِ محبت غلط ہے، وہ محبت جس کے آثار (چشمِ گریاں ودلِ سوزاں) ظاہر ہوں، لوگوں سے پوشیدہ کیوں کر رہ سکتی ہے اور اس سے انکار کس طرح ہو سکتا ہے؟



لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعاً عَلٰى طَلَلٍ		وَلَا أَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

لغات:

هَوٰى: عشق۔

طَلَل: نشان خانہ کھنڈر، "أطلال" جمع۔

بَان: ایک خوشبودار، خوش نما و نازک درخت ہوتا ہے، جس سے قدِ محبوب کو تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

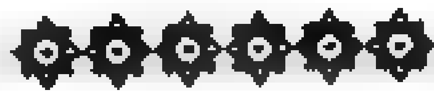
عَلَم: پہاڑ۔

ترجمہ:

اگر تجھے محبت نہ ہوتی، تو کھنڈروں پر آنسو نہ بہاتا اور نہ بان و پہاڑ کی یاد سے جاگتا رہتا۔

تشریح ومطلب:

ناظم انکارِ محبت کے غلط ہونے پر یہاں اور دلیل لایا ہے اور عاشق سے کہتا ہے کہ اگر تجھے عشق نہ ہوتا، تو دیارِ محبوب کے کھنڈروں پر کھڑے ہو کر زار زار نہ روتا اور نہ بان و پہاڑ کو، جہاں محبوب کا مکان تھا، یاد کر کے بے قرار رہتا۔ محبوب کا مکان جس کے کھنڈرات کا ذکر ہے، ایک پہاڑ میں واقع ہے جس کے دامن میں بان کے درخت بھی کثرت سے ہیں، جن کی یاد عاشق کو بے چین کر رہی ہے اور رات بھر جگاتی ہے۔



فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَمَا شَهِدَتْ	بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ
وَأَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّيْ عَبْرَةٍ وَّضَنًى	مِثْلَ الْبَهَارِ عَلٰى خَدَّيْكَ وَالْعَنَمِ

لغات:

عُدُوْل: جمع عدل بمعنی عادل۔

سَقَم: بیماری۔

وَجد: شیفتگی، عشق۔

عَبْرَة: آنسو۔

ضَنٰی: لاغری، مراد، اثرِ لاغری یعنی، چہرے کی زردی۔

بہار: خوشبودار زرد پھول۔

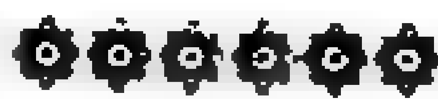
عنم: حجاز میں ایک درخت ہوتا ہے، جس کے سرخ پھل سے محبوب کی حنائی انگلیوں کو تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

ترجمہ:

پس تو محبت سے کیوں کر اِنکار کر سکتا ہے، جب کہ تیری محبت پر عادل گواہ یعنی، آنسو اور بیماری موجود ہیں اور عشق نے اشک ولاغری کے دو خط تیرے دونوں رخساروں پر گل زرد و عنم کی طرح ثبت کر دیے ہیں۔

تشریح ومطلب:

اے عاشق! اندریں حالات تو محبت سے کیوں کر انکار کر سکتا ہے، جب کہ دو گواہ عادل (آنسو اور بیماری) موجود ہیں اور تیرے رخساروں پر آنسوؤں کی لڑیاں عنم کے پھل کی طرح سرخ ہیں اور رخساروں کی زمین کا رنگ گلِ زرد کی طرح ہے۔ ماحصل یہ کہ عشق کے ثبوت میں دو گواہ عادل موجود اور عشق کی دو ظاہر علامتیں موجود، انکار ہو تو کس طرح اور رازِ عشق چھپ سکے، تو کیوں کر؟ لہٰذا عاشق نے جان لیا کہ بمصداق «عشق ومشک را نتواں نہفتن» [عشق و مشک چھپائے نہیں چھپتے۔] اب بجز اعتراف چارہ نہیں؛ اس لیے وہ آئندہ شعر میں صاف اقرار کرتا ہے۔



نَعَمْ سَرَى طَيْفُ مَنْ أَهْوَى فَأَرَّقَنِي	وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْأَلَمِ

لغات:

سَرَى: رات کو آیا۔

طَیف: خیال۔

أھوٰی: میں دوست رکھتا ہوں۔

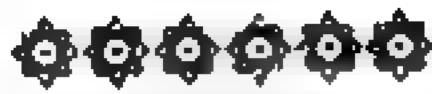
أرَق: اس نے جگایا۔

ترجمہ:

ہاں! رات کو محبوب کا خیال آیا، پس اس خیال نے مجھے جگادیا، عشق خوشیوں میں رنج والم لایا ہی کرتا ہے۔

تشریح و مطلب:

اس شعر کا مطلب ظاہر ہے۔



یالائمي في الهوی العذري معذرة		مني إليک ولو أنصفت لم تلم
عدتک حالي لا سري بمستتر		عن الوشاة ولا دائي بمنحسم

لغات:

ھَوٰی: عشق، "ھوٰی عذری" سے مراد عشق صادق ہے؛ کیوں کہ وہ یمن کے قبیلہ بنو عذرہ کی طرف منسوب ہے، جو سچے عاشق ہوتے تھے، ان کا عشق بوالہوسانہ نہیں ہوتا تھا۔

عَدَتک: تجھ سے گزر گیا۔

وُشَاۃ: "واش" واحد بمعنی سخن چین۔

دَاء: بیماری۔

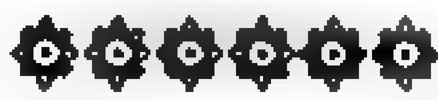
مُنحَسِم: منقطع۔

ترجمہ:

اے عشق عذری میں ملامت کرنے والے! مجھے معذور رکھ، اگر تو انصاف کرتا تو مجھے ملامت نہ کرتا۔ میرا حال تیرے سوا اوروں تک پہنچ چکا ہے۔ اب نہ تو میرا بھید غمازوں [طعنہ دینے والوں، طنز کرنے والوں] سے پوشیدہ ہے اور نہ میرا مرض دور ہو سکتا ہے۔

تشریح و مطلب:

جب عاشق نے اپنے عشق کا اقرار کر لیا، تو ناصح نے ملامت کی۔ اس کے جواب میں بے چارہ عاشق بر سبیل اعتذار کہتا ہے کہ مجھے عشق میں معذور رکھ، اگر تجھ میں انصاف ہوتا، تو ملامت سے میری جو نہ کرتا۔ اب تو میرا حال تجھ سے گزر کر سخن چینوں [عیب بیان کرنے والوں] پر بھی کھل گیا ہے، پس نہ میرا راز غمازوں سے پوشیدہ ہے اور میرا مرض وصل محبوب سے زائل ہو سکتا ہے؛ اس لیے تیری ملامت سے کچھ فائدہ نہیں، ہاں! اگر میرے راز پر تیرے سوا کوئی اور مطلع نہ ہوتا، تو ممکن تھا کہ تیری ملامت کارگر ہوتی۔



مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ	إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِي صَمَمِ

لغات:

عُذَّال: ملامت کرنے والا، "عاذل" واحد۔

صَمَمِ: بہرا پن۔

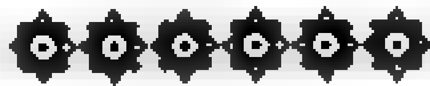
ترجمہ:

تو نے بے غرضانہ نصیحت کی، لیکن میں اس کو سن نہیں سکتا؛ کیوں کہ عاشق ملامت گروں کی ملامت کے سننے سے بہرا ہوتا ہے۔

تشریح و مطلب:

ناصحا! تیری نصیحت بے شک غرضِ فاسد سے پاک ہے، مگر میں اِسے سن نہیں سکتا؛ کیوں کہ عاشق، عشق میں گونگا، بہرا ہوتا ہے، ملامت گروں کی ملامت کی پروا نہیں کرتا۔ چناں چہ حدیث میں وارد ہے:

«حُبُّکَ الشَّيْءَ یُعْمِي وَیُصِمُّ»(۴) یعنی کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔



دوسری فصل:
خواہشاتِ نفس کی مذمت

اِنِّي اتَّهَمْتُ نَصِيحَ الشَّيْبِ فِي عَذَلٍ		وَالشَّيْبُ أَبْعَدُ فِي نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ
فَإِنَّ أَمَّارَتِي بِالسُّوْءِ مَا اتَّعَظَتْ		مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ
وَلَا أَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيلِ قِرَى		ضَيْفٍ أَلَمَّ بِرَأْسِي غَيْرَ مُحْتَشِمِ

لغات:

نَصِيحَ: ناصح۔

شَيب: بالوں کی سفیدی، سفید بال، بڑھاپا۔

نَصِيحَ الشَّيْبِ: میں اضافت بیانی ہے یعنی، ناصح جو پیری [بڑھاپا، ضعیفی، ناتوانی، کہن سالی] ہے یا صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے یعنی، شیبِ ناصح۔

ما اتَّعَظَتْ: نصیحت پذیر نہ ہوا۔

هَرَم: پیری، کہن سالی۔

قِرَى: ضیافت، مہمانی۔

ضَيف: مہمان۔

غَيْرَ مُحْتَشِمٍ: جس کی توقیر نہ کی جائے، جس سے شرم نہ کی جائے۔

ترجمہ:

تحقیق میں نے ناصح پیری [بڑھاپا، ضعیفی، ناتوانی، کہن سالی] کو اپنی ملامت میں متہم ٹھہرایا، حالاں کہ پیری نصیحت میں تہمتوں سے دور تر ہے؛ اس لئے کہ میرے نفس نے جو بدی کا امر کرتا ہے، اپنی نادانی سے بالوں کی سپیدی اور کہن سالی کے نذیر کے وعظ سے عبرت نہ پکڑی اور نہ نیک عمل سے اس مہمان کی ضیافت کا سامان کیا، جو میرے سر پر آ اترا، دراں حال کہ اس سے شرم نہ کی گئی۔

تشریح ومطلب:

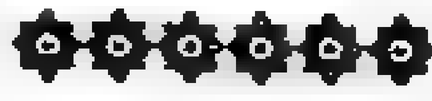
پیری [بڑھاپا، ضعیفی، ناتوانی، کہن سالی] بھی آدمی کے لئے نصیحت گر ہے؛ کیوں کہ زبانِ حال سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ موت آگئی، اب گناہوں سے توبہ کا وقت ہے، چناں چہ کسی شاعر کا قول ہے:

موئے سفید از کفن آرد پیام
پشت خم از مرگ رساند سلام(۵)

[سفید بال کفن کا پیغام لاتے ہیں اور ٹیڑی پیٹھ موت کا سلام لاتی ہے]

اور نصیحت گر بھی ایسی ہے کہ تمام ناصحوں میں اس کی نصیحت مخلصانہ ہے، اس پر یہ تہمت نہیں لگا سکتے کہ اس کی نصیحت کسی غرضِ فاسد پر مبنی ہے، جب میں نے اپنے عشق میں ایسے ناصح کی ایک نہ سنی، بلکہ اس کو متہم [تہمت لگائی، الزام لگایا] ٹھہرایا تو تم سے ملامت گر کی نصیحت کو کب سن سکتا ہوں؟ میں نے پیری سے، بے غرض ناصح کو بھی جو متہم ٹھہرایا، تو اس کا سبب یہ ہے کہ میرا نفسِ امارہ حالتِ پیری و کہن سالی میں بھی تمرد [سرکشی، بغاوت، نافرمانی، عدولِ حکمی] سے باز نہیں آیا اور نہ

اس نے اعمالِ صالحہ سے اس مہمان (پیری) کی آمد کے لئے جو میرے سر میں اتر آیا ہے، کچھ سامان کیا اور نہ اس کی توقیر کی، کہ بدکرداریوں سے توبہ کرتا۔



لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنِّي مَا أُوَقِّرُهُ	كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِيْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ

لغات:

بَدَا: ظاہر ہوا۔

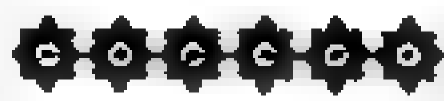
کَتَمِ: وسمہ جو سفید بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے۔

ترجمہ:

اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں اس مہمان کی توقیر نہ کروں گا، تو میں اس راز (موئے سپید) کو جو اس مہمان کے باعث مجھ پر ظاہر ہوا، وسمہ سے چھپا دیتا۔

تشریح ومطلب:

بڑھاپا جو بمنزلہ ایک مہمان کے ہے، اس کی توقیر و عزت اس میں ہے کہ آدمی گناہ سے توبہ کرے اور نیک کام کرے۔ اگر یہ نہ ہو تو گویا اس نے اس مہمان کی بے توقیری کی۔ مطلب یہ ہے اگر پہلے سے مجھے معلوم ہوتا کہ میں پیری کی توقیر نہ کروں گا، تو بالوں کو وسمہ لگالیتا، تاکہ مزید عتاب کا مستوجب نہ بنتا اور لوگ مجھ کو بایں ریش وفش [فضول] (٦) طعن نہ کرتے، لیکن افسوس کہ میں اتنا بھی نہ کر سکا۔



مَنْ لِيْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِنْ غَوَايَتِهَا	كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ

لغات:

جِماَخ: سرکشی، سرکش گھوڑے۔

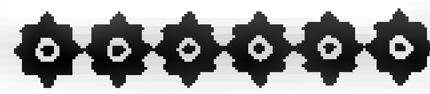
لُـجُمِ: جمع "لجام" کی، جو معرب لگام کا ہے۔

ترجمہ:

کیا کوئی شخص میرے لئے اس امر کا ذِمہ لیتا ہے کہ میرے سرکش نفس کو گمراہی سے روک دے، جیسا کہ سرکش گھوڑوں کو لگاموں کے ساتھ روکتے ہیں۔

تشریح و مطلب:

ناظم نفسِ امارہ سے عاجز آکر تمنا کرتا ہے کہ کوئی ایسا مرشدِ کامل مل جائے، جو وعظ و تزکیہ سے میرے سرکش نفس کو مغلوب کرکے راہِ راست پر لائے، جیسا کہ سرکش گھوڑوں کو لگاموں سے قابو میں کرکے طریق مقصود پر چلاتے ہیں۔



فَلاَتَرُمْ بِالْمَعَاصِيْ كَسْرَ شَهْوَتِهَا		اِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّي شَهْوَةَ النَّهِمِ
وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلَى		حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

لغات:

نَہِم: حریص، پیٹو۔

شَبَّ: جوان ہوا۔

رضاع: دودھ پینا۔

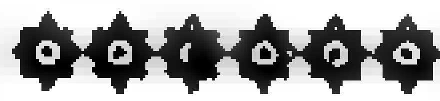
فِطَام: بچہ کا دودھ چھڑانا۔

ترجمہ:

پس تو گناہوں کے ساتھ نفس کی خواہش کو دور کرنا طلب نہ کر؛ کیوں کہ بعام پیٹو کی خواہش کو اور زیادہ کر دیتا ہے اور نفس، شیر خوار بچہ کی مانند ہے کہ اگر اس کو دودھ پینے پر چھوڑ دیا جائے، تو وہ دودھ پینے کی خواہش میں جوان ہو گا اور اگر تو اس سے دودھ چھڑا دے، تو چھوڑ دے گا۔

تشریح و مطلب:

اے مخاطب! جب تجھے معلوم ہے کہ نفس شرارتوں اور بدیوں کا حریص ہے، تو بحالتِ گناہ خواہشوں کے جاتا رہنے کی امید رکھنی فضول ہے۔ یہاں خواہشیں اس طرح دور نہیں ہوتیں، بلکہ اور زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور تقویت پاتی جاتی ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حریصوں کا شکم جتنا زیادہ کھاتا جائے، قوت پاتا جاتا ہے اور اشتہا [خواہش، طلب] زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ خواہشات دور کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ نفس کو ایک شیر خوار بچہ سمجھو۔ اگر شیر خوار بچہ کا دودھ چھڑا دو، تو چھوڑ دے گا ورنہ جوان ہو کر بھی دودھ پینے کا عادی ہو گا۔ اسی طرح اگر نفس کو گناہوں سے روکا جائے، تو رک جائے گا، ورنہ مرتے دم تک گناہوں میں مبتلا رہے گا۔



فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ أَنْ تُوَلِّيَهُ		إِنَّ الْهَوَى مَا تَوَلَّى يُصْمِ أَوْ يَصِمِ

لغات:

تَوَلّٰی: میں ما شرطیہ ہے۔

یُصْمِ: مار ڈالتی ہے۔

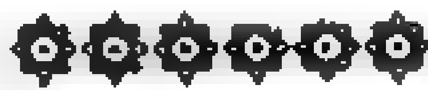
یَصِمِ: عیب ناک کر دیتی ہے۔

ترجمہ:

پس تو نفس کو ہوا وہوس سے روک اور ہوشیار رہ، کہ کہیں مجھ پر غالب نہ آجائے؛ کیوں کہ جب ہوا وہوس کسی پر غالب آجاتی ہے، تو اسے مار ڈالتی ہے یا عیب دار بنا دیتی ہے۔

تشریح و مطلب:

اے مخاطب! جب تجھے معلوم ہو گیا کہ نفس قابلِ تربیت ہے اور روکنے سے رک سکتا ہے، تو اس کو ہوا وہوس سے روک اور ہوا وہوس کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دے؛ کیوں کہ جس پر وہ غالب آجاتی ہے، اسے تباہ کر دیتی ہے یا گمراہ کر دیتی ہے۔



وراعِهَا وهِيَ فِي الأَعْمَالِ سَائِمَةٌ	وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعَى فَلَا تُسِمِ

لغات:

سائمۃ: چرنے والا۔

استحلت: شیریں خیال کرے۔

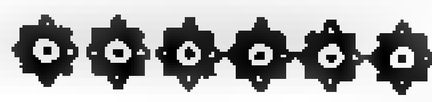
لاتسم: اسامہ مصدر بمعنی چرانا۔

ترجمہ:

اور نفس کی حفاظت کرو، درآں حال یہ کہ وہ اعمال میں چر رہا ہو، اگر وہ اپنی چراگاہ کو خوشگوار خیال کرنے لگے، تو مت چرنے دے۔

تشریح و مطلب:

جب نفس کو نیک اعمال میں لذت آتی ہو تو ریا، شہرت، حبِ جاہ وغیرہ اغراضِ فاسدہ سے اس کی حفاظت رکھنی چاہیے۔ اگر نوافل میں ان اغراض کا شائبہ ہو، تو ایسے نوافل کو ترک کر دینا چاہیے، اگر فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ میں ہو تو ان کو ترک نہ کرنا چاہیے، بلکہ ریا وغیرہ کا علاج کرنا چاہیے۔



كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِلْمَرْءِ قَاتِلَةً		مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السَّمَّ فِي الدَّسَمِ

لغات:

سَم: زہر۔

دَسَم: چربی۔

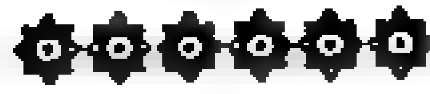
دسم طعام: چرب۔

ترجمہ:

نفس اکثر انسان کے سامنے لذت کو، جو قاتل ہو، اچھی ظاہر کرتا ہے؛ کیوں کہ اسے معلوم نہیں کہ چرب [چکنے، روغنی، oily] کھانے میں زہر پوشیدہ ہوتی ہے۔

تشریح و مطلب:

نفس مثل دشمنوں کے ہے۔ دشمنوں کا قاعدہ ہے کہ چرب ولذیذ کھانے میں زہر ملا دیا کرتے ہیں، جس سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ لذت طعام کے سبب سے اسے زہر کا پتا نہیں لگتا، اسی طرح نفس نیک عمل میں ریا وخود پسندی کو جو بمنزلہ زہر کے ہے، داخل کر دیتا ہے اور اس عمل کو ضائع کر دیتا ہے اور عامل کو خبر بھی نہیں ہوتی۔



واخش الدسائس من جوع ومن شبع	فرب مخمصة شر من التخم

لغات:

دسائس: پوشیدہ مکروحیلے، "دسیسة" واحد۔

شبع: سیری۔

مخمصة: بھوک۔

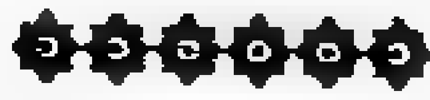
تخم: شکم سیری، پرخواری، "تخمة" واحد۔

ترجمہ:

اور نفس کے پوشیدہ مکروں سے ڈر، جو بھوک اور سیری سے پیدا ہوتے ہیں؛ اس لئے کہ بسا اوقات بھوک سیری سے بدتر ہوتی ہے۔

تشریح ومطلب:

بھوک ہو تو اور سیری ہو تو دونوں حالتوں میں نفس کے حیلے اور مکر بہت بے ڈھب ہوتے ہیں، ان سے بچنا چاہیے، بھوک کی حالت میں وہ تجھ کو جھلا، ریاکار اور ناتواں کردیتا ہے اور سیری کی حالت میں تجھ کو ست وکاہل اور تیرہ دل [سیاہ دل، سخت دل، ظالم] بنادیتا ہے۔ یوں نہ سمجھنا چاہیے کہ بھوک میں کوئی آفت نہیں، بلکہ بھوکا رہنا تجھ کو نقصان پہچانے میں تخمہ یعنی، پری شکم سے بڑھ کر ہے؛ کیوں کہ سیری میں تو کچھ تھوڑی بہت عبادت سستی کے ساتھ ہو بھی سکتی ہے مگر بھوک کی افراط میں بالکل نہیں اور ظاہر ہے کہ عبادت کا کلیۃً ترک کرنا عبادت میں سستی کرنے سے بدتر ہے۔



وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَأَتْ	مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

لغات:

اسْتَفْرِغْ: "اِسْتِفْرَاغ" مصدر سے امر ہے، جس کے معنی ہیں: معدہ یا بدن کو فضلات سے خالی کرنا، قے کرنا، بہانا۔

مَحَارِم: حرام چیزیں، "محرم" واحد۔

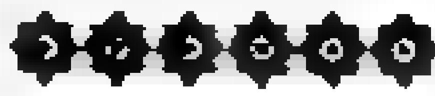
حِمْيَة: حفاظت، پرہیز۔

ترجمہ:

اور آنکھ سے جو محرمات سے پُر ہو گئی ہے، آنسو بہا اور پرہیز ندامت کو لازم پکڑ۔

تشریح و مطلب:

جب معدہ غذا اور بد ہضمی سے زیادہ پُر ہو جاتا ہے، اسے امتلا کہتے ہیں، اس کا علاج فضلات کے خارج کرنے سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ تیری آنکھیں گناہوں سے پُر ہو گئی ہیں، ان کو اشکِ ندامت بہا کر پاک کر؛ کیوں کہ اِمتلا کا علاج اِسْتِفْرَاغ ہے اور ندامت و توبہ کے بعد ہمیشہ گناہوں سے بچتا رہ، جیسا کہ تائب کے شایاں ہے۔



وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا	وَإِنْ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

لغات:

خالف: صیغہ امر ہے۔

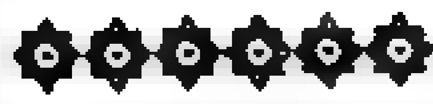
اعصہما: دونوں کی نافرمانی کر۔

ترجمہ:

اور نفس و شیطان کی مخالفت کر اور ان کا حکم نہ مان، اگرچہ یہ دونوں تجھے محض خیر اندیشی سے نصیحت کریں، تو بھی ان کو متّہم سمجھ۔

تشریح و مطلب:

مطلب ظاہر ہے۔



وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَلَا حَكَمًا		فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

لغات:

خصم: مخالف، دشمن۔

حکم: حاکم، حق و باطل میں تمیز کرنے والا۔

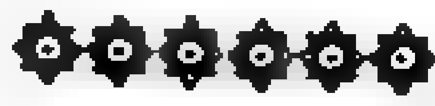
ترجمہ:

اور دونوں کا کہنا نہ مان! خواہ خصم ہوں یا حکم؛ کیوں کہ تو خصم و حکم کے مکر کو پہچانتا ہے۔

تشریح و مطلب:

نفس خواہ خصم ہو یا حکم، ہر دو حالت میں اس کا کہنا نہ ماننا چاہیے۔ اسی طرح شیطان خواہ خصم ہو یا حکم اس کی مخالفت کرنی چاہیے۔ نفس و شیطان میں سے ہر ایک کے خصم ہونے کی صورت یوں ہے کہ انسان میں تین چیزیں ہیں جو منبع خواہش ہیں: قلب، نفس، شیطان، اگر قلب کوئی نیک کام کرنے لگتا ہے تو نفس

وشیطان خصم بن کر اس کو روک دیتے ہیں۔ اس طرح جب قلب ونفس میں جھگڑا ہوتا ہے، تو شیطان دونوں میں حکم بن جاتا ہے اور نفس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور جب قلب اور شیطان میں جھگڑا ہوتا ہے، تو نفس حکم بن کر شیطان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے، پس نفس وشیطان میں سے ہر ایک خصم بھی ہے اور حکم بھی۔



أَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْ قَوْلٍ بِلاَ عَمَلٍ		لَقَدْ نَسَبْتُ بِهِ نَسلاً لِذِي عُقُمِ

لغات:

ذو عُقُمِ: بانجھ عورت یا مرد جس کے اولاد نہ ہوتی ہو۔

ترجمہ:

میں قول بے عمل سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ بخدا! میں نے اس قول سے اولاد کو بانجھ عورت کی طرف منسوب کیا۔

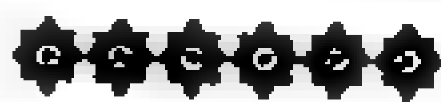
تشریح ومطلب:

شاعر معترف ہے کہ میرا نفس میرے قول پر عامل نہیں، حالاں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[الصف:۳]

[ترجمۂ کنز الایمان: کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو، جو نہ کرو۔]

اس لئے [ناظم قصیدہ] قول بلا عمل سے توبہ کرتا ہے؛ کیوں کہ ایسا قول مثل بانجھ عورت کے نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔



وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِي لَکَ اسْتَقِم		أمَرْتُکَ الْخَیْرَ لٰکِنْ مَا ائْتَمَرْتُ بِهٖ

لغات:

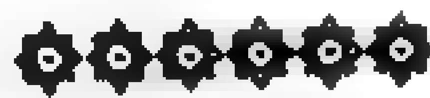
ائتمار: فرماں برداری کرنا، قصد کرنا۔

ترجمہ:

میں نے تجھ کو نیک عمل کا حکم کیا، لیکن میں نے خود وہ عمل نہیں کیا اور میں ثابت قدم نہیں رہا۔ پس میرا تجھ کو یہ کہنا کہ ثابت قدم رہ، کیسا برا ہے۔

تشریح:

یہ بیت، سابق بیت کی تفسیر ہے۔



وَلَمْ أُصَلِّ سِوٰی فَرْضٍ وَّلَمْ أَصُم		وَلاَ تَزَوَّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً

لغات:

لَا تَزَوَّدْتُ: میں نے توشہ نہ لیا۔

نَافِلَةً: فرض وواجب وسنتِ مؤکدہ کے سوا، زائد عبادت۔

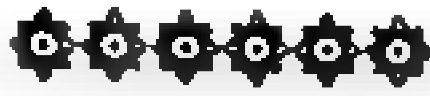
ترجمہ:

اور موت سے پہلے میں نے عبادتِ نافلہ کا توشہ نہ لیا اور میں نے کوئی نماز، سوا نماز فرض کے، نہیں پڑھی اور کوئی روزہ، سوا روزہ فرض کے، نہیں رکھا۔

تشریح و مطلب:

دوسرے مصرع میں فرض کی تنوین تقلیل کے لئے ہے یعنی، فرض نماز و روزہ بھی اگر ادا ہوئے تو پورے نہیں، بلکہ ادھورے۔ حقِ عبودیت تو اسی صورت میں

پورا ہو سکتا ہے کہ فرائض کو پورا ادا کرنے کے بعد انسان اپنی عمر کو دن رات عبادات نافلہ میں صرف کردے۔ یہاں شاعر اپنی پست ہمتی پر افسوس کر رہا ہے کہ نوافل تو درکنار، فرائض جو بمنزلہ قرض کے ہیں، وہ بھی پوری طرح سے ادا نہیں ہوئے۔



تیسری فصل:
رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مدح

ظلمت سنۃ من أحیا الظلام إلٰی	أن اشتکت قدماہ الضُرّ من ورم
وشدّ من سغب أحشاءہ وطوی	تحت الحجارۃ کشحاً مُترف الأدم
وراودتہ الجبال الشم من ذھب	عن نفسہ فأراھا أیما شمم
وأکدت زھدہ فیھا ضرورتہ	إنّ الضرورۃ لا تعدو علی العصم
وکیف تدعو الی الدنیا ضرورۃ من	لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

لغات:

ظلمت: میں نے ظلم کیا، مجازاً میں نے ترک کیا۔

ظلام: تاریکی، مراد راتیں۔

سغب: بھوک۔

أحشاء: "حشاء" واحد، جو کچھ پیٹ کے اندر ہے: دل، جگر، گردہ، انتڑیاں وغیرہ۔

کشح: کمر اور استخوان پہلو کا درمیانی حصہ، جسے فارسی میں "تہی گاہ" کہتے ہیں۔

مُترف: ناز و نعمت میں پلا ہوا، مجازاً نرم و نازک۔

أدم: "أدیم" واحد، چمڑے۔

راودتہ عن نفسہ: اس ذات شریف کو پھسلانا چاہا۔

شَمَم: "أشم" واحد، بلند۔

شَمَمِ: ارتفاع، استغنا۔

عِصَمِ: "عصمة" واحد، مراد اہل عصمت یعنی، انبیائے کرام علیہم الصلوۃ السلام۔

ترجمہ:

میں نے اس ذات شریف کی سنت کو ترک کیا، جو تاریک راتوں میں جاگتے رہتے، یہاں تک کہ قدم مبارک ورم سے سخت تکلیف اٹھاتے اور بھوک سے اپنے پیٹ کو باندھ لیتے اور نرم ونازک چمڑے والے پہلو کو پتھر کے نیچے لپیٹ لیتے۔ سونے کے اونچے پہاڑوں نے آپ کو پھسلانا چاہا، پس آپ نے ان کو کمال استغنا دکھایا، آپ کی شدتِ حاجت نے آپ کے زہد کو اور مُحکَم کر دیا؛ کیوں کہ شدتِ حاجت اہل عصمت پر غالب نہیں آسکتی۔ ضرورت ایسی ذات شریف کو دنیا کی طرف کیسے بلا سکتی ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے، تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔

تشریح ومطلب:

پہلے شعر میں اصل مقصود یعنی، مدحِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بطریقِ احسن گریز ہے، ابتدائے نزولِ وحی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات عبادتِ الٰہی میں قیام فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک ورم کر آتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کیا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ نے بخش دیے ہیں؟ فرمایا: کیا میں اللہ تعالی کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (بخاری) (۷)

اس حدیث سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے گناہ سرزد ہوئے، جن کو اللہ تعالی نے معاف فرمادیا، بلکہ یہ محض بطورِ تشریف وتکریم کے ہے، جیسا آقا اپنے غلام سے خوش ہو کر کہہ دیا کرتا ہے کہ ہم نے تمہارے سارے قصور معاف کر دیے۔ جو کچھ تم کرو گے، ہم اس پر گرفت نہ کریں گے، اگرچہ اس غلام سے کوئی قصور سرزد نہ ہوا ہو۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھوک کی شدت سے شکم مبارک پر بعض وقت ایک اور بعض وقت دو پتھر باندھ لیا کرتے تھے، جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ اس طرح معدے کی آگ کسی قدر دب جاتی ہے اور بھوک کا درد کم ہو جاتا ہے۔ آپ کو بھوک کا درد پہنچنا مزید اجر کے حصول کے لئے تھا، مگر اس سے آپ کی قوت اور جسم مبارک کی تروتازگی میں کچھ فرق نہ آتا تھا، یہاں تک کہ جو شخص آپ کو دیکھتا وہ گمان نہ کرتا کہ آپ کو بھوک ہے۔ حقیقت میں یہ بھی آپ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ تھا؛ کیوں کہ قوت اور رنگت کی صفائی اور چہرے کی چمک دمک اور جسم کی تروتازگی عادت کے موافق مرغوب ولذیذ اور مقوی کھانوں کے استعمال اور عمدہ لباس کے پہننے اور نرم نرم بچھونوں کے بچھانے سے حاصل ہوتی ہے، یہاں کھانے کو جَو کی روٹی، وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں، پہننے کو موٹے کپڑے، بچھانے کے لئے کبھی کھر کھرے ٹاٹ کا فرش اور کبھی چمڑا جس میں روئی کی جگہ درخت خرما کی چھال بھری ہوئی تھی اور کبھی محض چارپائی، جو خرما کے پتوں کی رسی سے بنی ہوئی تھی مگر قوت، حسن وجمال، تازگی ولطافت اور چمک دمک میں بڑے سے بڑے پہلوان اور مرفّہ الحال [خوش حال، آسودہ] آپ کے سامنے مات تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھ سے

کہا کہ اگر تو چاہے تو تیرے لئے وادی مکہ کو سونا بنا دوں؟ مگر میں نے عرض کی: اے میرے پَرْوَرْدِگار! میں یہ نہیں چاہتا، بلکہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے دن بھوکا رہوں، جب بھوکا رہوں تو تیرے آگے زاری و عاجزی کروں اور جب سیر ہو جاؤں، تو تیری حمد اور شکر کروں۔ (ترمذی) (۸)

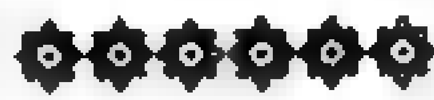
اسی طرح "مواہب لدنیہ" میں بحوالہ حدیث "طبرانی" مذکور ہے کہ:

حضرت اسرافیل علیہ السلام نے بحکم خدا، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو میں تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد و یاقوت، زر و سیم بنا دوں، پیغمبری کے ساتھ بندگی اور بادشاہت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہیں قبول فرمائیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ہمتی نے نبوت کے ساتھ عبودیت و زہد کو پسند فرمایا۔ (۹)

مطلب ان شعروں کا یہ ہے کہ میں نے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کیا، جو رات کو عبادت میں اتنا قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر آتے اور جو بھوک کی شدت کے درد کو کم کرنے کے لئے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ فاقہ کشی اور زہد اختیاری تھا، مفلسی کے سبب نہ تھا، پہاڑوں نے اپنے تئیں آپ کی خدمت میں پیش کیا کہ فرمائیے تو ہم سونا بن جائیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ہمتی نے اس درخواست کو منظور نہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں اور غنائم و اموال بکثرت ہاتھ آئے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے، مگر

باوجود ضرورت وفاقہ کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ آیا، راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور اپنی ذات کے لئے اقل قلیل (برائے نام) پر قناعت کی۔

ظاہر ہے کہ مال ودولت پر قدرت حاصل ہونے پر زہد اختیار کرنا، اکمل وابلغ زہد ہے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے؛ کیوں کہ ضرورتیں انبیا علیہم الصلوۃ والسلام بالخصوص حضور سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور نہیں کر سکتیں، بلکہ وہی ان پر غالب رہتے ہیں۔ ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زخارفِ دنیا [ظاہری دنیاوی آرائش، اوپری چمک دمک] کی طرف کیسے مائل کر سکتی ہے؛ حالاں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا پیدا ہی نہ ہوتی!!!



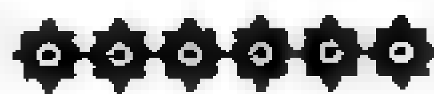
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ		وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمِ

ترجمہ:

اوصافِ مذکور بالا کے مصداق حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جو سرورِ دوجہاں اور سردارِ جن وانس اور سردار دو گروہ یعنی، عرب وعجم ہیں۔

تشریح ومطلب:

اس کا مطلب ظاہر ہے۔



نَبِيُّنَا الْآمِرُ النَّاهِي فَلَا أَحَدٌ		أَبَرُّ فِي قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

لغات:

آمِر: کسی کام کے کرنے کا حکم دینے والا۔

نَـاهِيْ: کسی کام کے نہ کرنے کا حکم دینے والا۔

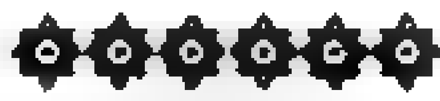
أَبَـرّ: صیغہ اسمِ تفضیل، زیادہ سچ بولنے والا۔

ترجمہ:

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیغمبر ہیں، جو نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے ہیں، پس "لَا" یا "نَعَمْ" کہنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ [کوئی] نہیں۔

تشریح ومطلب:

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیغمبر اور آمر وناہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی حاکم نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاکم، غیر محکوم ہیں، پس جب آپ کسی امر میں "لا" یا "نعم" فرمادیں، تو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں کر سکتا «الابقسر قاسر» [سوائے اس کے کہ کوئی مجبور کیا گیا ہو یعنی، زبردستی کسی سے آپ علیہ السلام کا خلاف کروایا گیا ہو] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کوئی رد نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں، وہ صواب [درست] اور رضائے الٰہی کے موافق ہوتا ہے۔



هُوَ الْحَبِيبُ الَّـذِي تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ		لِكُـلِّ هَوْلٍ مِنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

لغات:

هَوْل: خوف ناک چیز، بلا ومصیبت، "أَهْوَال" جمع۔

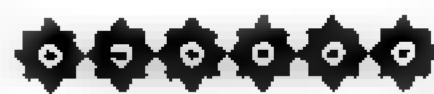
مُقْتَحَم: صیغہ اسمِ مفعول یعنی "مُقْتَحَمٌ فِيهِ" جس میں کوئی مبتلا ہو۔

ترجمہ:

آپ وہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کی شفاعت کی امید ہر بلا کے وقت کی جاتی ہے، جس میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے۔

تشریح و مطلب:

حضور علیہ الصلوۃ السلام دنیاوآخرت میں ہر مصیبت وبلا کے وقت ہمارے شفاعت کرنے والے اور مدد کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کئی قسم کی ہوگی، جس کی تفصیل احادیث میں مذکور ہے۔(۱۰)



دَعَا اِلَی اللہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ		مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمٖ

لغات:

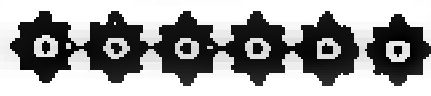
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ: آپ کا دامن پکڑنے والے، آپ پر ایمان لانے والے۔
مُنْفَصِم: فصم کے معنی ہیں قطع بغیر فصل۔

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا، پس جو لوگ آپ کا دامن پکڑنے والے ہیں، وہ ایسی رسی کو پکڑے ہوئے ہیں، جو منقطع نہیں۔

تشریح و مطلب:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے لوگوں کو دعوتِ حق دی، جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے والے ہیں، وہ حقیقت میں ایسی محکم رسی کو پکڑے ہوئے ہیں، جو متصل غیر منقطع اور خدا تک پہنچنے والی ہے۔



فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ		وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

ترجمہ:

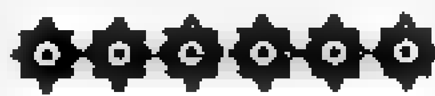
آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ صورت وحسنِ سیرت میں سب پیغمبروں پر سبقت لے گئے، وہ نہ علم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو پہنچے، نہ کرم میں۔

تشریح و مطلب:

تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام حسنِ صورت وحسنِ سیرت سے متّصف تھے، مگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے سبقت لے گئے۔ کوئی پیغمبر، علم وکرم میں آپ کے رتبہ کو نہیں پہنچا۔ جو فضائل ومناقب اللہ تعالیٰ نے انبیائے سلف کو علاحدہ علاحدہ عطا فرمائے، وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں جمع تھے اور ان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور فضائل بھی تھے، جو کسی پیغمبر کو عطا نہیں ہوئے۔

آنچہ بنازند زاں دلبراں جملہ ترا ہست وزیادت براں

[محبوب جن اوصاف وکمالات پر نازاں ہوتے ہیں، وہ تمام تجھ میں ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں]



وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ		غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ
وَوَاقِفُونَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ		مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

لغات:

غَرْف: ایک چلو۔

رَشفاً: جس قدر ایک دفعہ چوسا جائے، ایک گھونٹ۔

دِیَم: لگاتار بارشیں، "دیمة" واحد۔

حَدّ: غایت ونہایت۔

شَکْلَة: اعراب۔

حِکَم: معارف، "حکمة" واحد۔

ترجمہ:

اور وہ سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے ہیں، بمقدار ایک چلو، آپ کے سمندر سے یا بمقدار ایک گھونٹ، آپ کی لگاتار بارشوں سے اور وہ آپ کے آگے اپنی حد پر قائم ہیں، جو آپ کے علم سے ایک نقطہ یا آپ کی حکمتوں سے ایک اِعراب ہے۔

تشریح ومطلب:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو پیدا کیا، پھر اسے خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ وہ روح پاک عالمِ ارواح میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ ہر ایک روح نے حسب قابلیت واستعداد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی روح سے استفادہِ علم کیا، کسی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کے بحر زخار سے بقدر ایک چلو کے لیا اور کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کی لگاتار بارشوں سے بقدر ایک قطرہ یا گھونٹ

کے لیا۔ علوم و معارف جو انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس سے حاصل کئے، ان کی غایت ونہایت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کے دفتر کا فقط ایک نقطہ یا آپ کے معارف کے دفتر کا محض ایک اعراب ہے۔

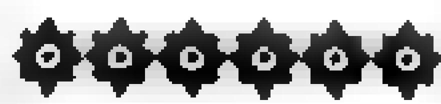
صاحب تفسیر "روح البیان" آیہ:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ﴾ [البقرۃ:۲۵۵] [ترجمہ کنز الایمان: اور وہ نہیں پاتے، اس کے علم میں سے، مگر جتنا وہ چاہے]

کے تحت لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ نے "الرسالة الرحمانية فی بیان الکلمة العرفانية" میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ

"اولیاء کا علم، انبیائے کرام کے علم کے آگے بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے، سات سمندروں میں سے اور انبیائے کرام کا علم، ہمارے نبی جناب محمد مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے اور ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم، اللہ تعالیٰ کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے"۔(۱۱)



فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهُ	ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيباً بَارِيءُ النَّسَمِ
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ	فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

لغات:

مَعْنَاهُ: آپ کے کمالاتِ باطن۔

صُوْرَتُهُ: آپ کے کمالاتِ ظاہر۔

نَسَم: "نسمة" واحد۔ انسان، نفس، روح، ہر جان دار شے۔

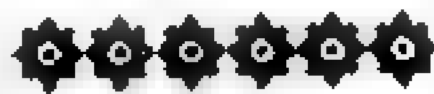
مَحَاسِن: "محسن" یا "حسن" واحد۔

ترجمہ:

آپ وہ ہیں، جن کی صورت وسیرت کامل ہے۔ تب خالقِ انسان (خدا) نے آپ کو اپنا حبیب منتخب کیا۔ آپ اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں، پس آپ کا جوہر حسن تقسیم نہیں ہو سکتا۔

تشریح و مطلب:

پس آپ وہ اشرف الانبیا ہیں کہ جن کا باطن کمالات میں اور جن کا ظاہر صفات میں کامل ہے۔ تب اللہ تعالی نے آپ کو اپنا حبیب منتخب کیا، محاسن میں کوئی آپ کا شریک نہیں؛ لہذا آپ کے حسنِ کامل کی حقیقت غیر منقسم ہے یعنی، آپ کے اور کسی غیر کے درمیان منقسم نہیں، بلکہ آپ ہی سے مختص ہے۔ اگر منقسم ہوتی تو آپ کو ایک حصہ ملتا، اس صورت میں آپ کا حسن تام نہ ہوتا۔



دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمْ		وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ
وَانْسُبْ اِلٰى ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ		وَانْسُبْ اِلٰى قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ		حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

لغات:

نَصَارٰی: "نصرانی" واحد، منسوب بہ قریہ ناصرہ یا نصرہ یا نصوریہ بخلاف قیاس۔ اس قریہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابتدا میں رہا کرتے تھے۔

اختِکام: خصم کے ساتھ حاکم کے پاس جانا یا کسی معاملہ میں حکم مان لینا۔

یُعْرِبَ عنہٗ: اسے بیان کرے۔

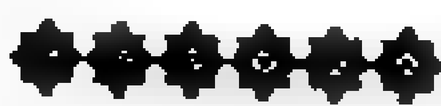
ترجمہ:

نصاریٰ نے اپنے پیغمبر کی نسبت جو دعویٰ کیا ہے، اس کو چھوڑ دے، پھر جو تیرا جی چاہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں کہہ اور مخالف کو جس حکم کے پاس چاہے، لے جا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف کی طرف جو شرف تو چاہے، منسوب کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کی طرف جو بزرگی کہ تو چاہے، منسوب کر؛ کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی کوئی حد و نہایت نہیں، کہ اس کو کوئی ناطق، زبان سے بیان کر سکے۔

تشریح و مطلب:

نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں، اس کو چھوڑ دو یعنی، سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسا نہ کہو، باقی آپ کی مدح جتنی چاہو کرو اور مخالف کو جس حاکم یا حکم کے پاس چاہو لے جاؤ، وہ حاکم یا حکم تمہارے حق میں فیصلہ دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف جو عزت و شرف چاہو منسوب کرو اور آپ کے مبلغ کمال کی طرف جو عظمت و رفعت چاہو منسوب کرو، سب درست ہے؛ کیوں کہ حضور کی فضیلت کی کوئی حد و نہایت نہیں، جو زبان سے بیان ہو سکے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

بعد از خدا بزرگ توئی ، قصہ مختصر (۱۲)



أَحْيَا اسْمُهُ حِيْنَ يُدْعَى دَارِسَ الرِّمَمِ		لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهُ آيَاتُهُ عِظَماً

لغات:

دَارِس: ناپدید ہونے والا، پرانا۔

رِمَمِ: "رمة" واحد، بوسیدہ ہڈیاں۔

ترجمہ:

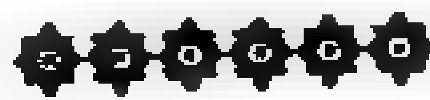
اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، بزرگی میں آپ کی رفعتِ قدر کے مناسب ہوتے، تو آپ کا اسم شریف جس وقت پکارا جاتا، پرانی بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کر دیتا۔

تشریح و مطلب:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمتِ قدر آپ کے معجزات سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اگر آپ کی عظمتِ قدر کے موافق معجزات ظہور میں آتے، تو آپ کے اسم مبارک کے توسل سے مردے زندہ ہو جاتے یعنی، اگر کوئی داعی یوں کہتا:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُکَ بِمُحَمَّدٍ أَنْ تُحْيِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ»

یا اللہ! میں سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑ کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اس قبر والے کو زندہ کر دے، تو وہ زندہ ہو جایا کرتا۔ رہا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مردوں کو زندہ کرنا، سو وہ حیات شریف میں آپ کے ظہور میں آیا ہے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے ایک بڑھیا کے جوان لڑکے کو، جو مر گیا تھا، زندہ کر دیا۔ جیسا کہ "مواہب لدنیہ" میں مذکور ہے۔ (۱۴)



لَمْ یَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْیَا الْعُقُوْلُ بِہٖ	حِرْصًا عَلَیْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَھِمِ

لغات:

لَمْ نَرْتَبْ: ہم نے شک نہ کیا۔

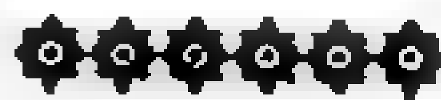
لَمْ نَھِمِ: ہم حیران نہ ہوئے۔

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری ہدایت میں شدتِ رغبت کے سبب سے ہم کو ایسی چیز سے نہیں آزمایا کہ جس سے عقلیں عاجز ہوں؛ اس لئے ہم نے شک نہ کیا اور نہ حیران ہوئے۔

تشریح ومطلب:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بڑی آرزو اور رغبت تھی کہ امت ایمان لے آئے؛ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے جو خطاب فرمایا، وہ اپنی منزلت کے موافق نہ فرمایا، بلکہ ہماری سمجھ اور فہم کے موافق فرمایا یعنی، احکامِ شریعت کو آسان وعام فہم الفاظ میں بیان فرمایا؛ تاکہ ہم سب ان کو سمجھ سکیں۔ اسی واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں فصاحت وغرابت میں انتہائی درجہ کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے کہ جن کے سمجھنے سے عقلیں قاصر ہوں؛ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے کسی حکم میں ہمیں شک نہیں اور نہ اس کے سمجھنے میں حیران ودَرماندہ [عاجز، مجبور اور بے بس] ہیں۔



أَعْيَ الْوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى	فِي الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ	صَغِيْرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ أَمَمِ

لغات:

أَعْيَا: عاجز کر دیا۔

الْوَرٰى: خلق۔

مُنْفَحِمٍ: عاجز۔

تُكِلُّ: "إکلال" مصدر بمعنی تھکا دینا یا عاجز کر دینا۔

أَمَم: قرب۔

ترجمہ:

آپ کی حقیقت کی معرفت نے خلقت کو عاجز کر دیا، پس قرب و بعد دونوں حالتوں میں بجز عاجز، کوئی دیکھنے میں نہیں آتا مثل آفتاب کے، جو آنکھوں کو دور سے چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور نزدیک سے آنکھ کو چندھیا دیتا ہے۔

تشریح و مطلب:

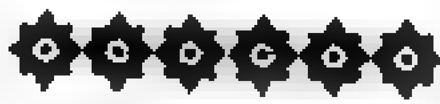
تمام خلقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہے، کوئی شخص خواہ وہ حضور سے قریب زمانے یا مکان یا بعید زمانے یا مکان میں ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو دنیا میں نہیں سمجھ سکتا؛ البتہ آخرت میں کشفِ حجاب کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا ادراک ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بلحاظ ظہور کے، آفتاب کی سی ہے، جو زمین سے تیرہ لاکھ گنا بتایا جاتا ہے مگر اس کی حقیقت کا دریافت کرنا مشکل ہے۔ اگر دور سے دیکھو تو شیشے یا ڈھال کی مقدار نظر آتا ہے اور نزدیک سے (اگر نزدیک فرض کیا جائے) بہت بڑا ہونے

کے سبب آنکھوں کو چندھیا دیتا ہے، پس باوجود کمال کے اس کی حقیقت کا ادراک نہیں ہو سکتا، گو دور سے دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے کمالات کی حقیقت کا ادراک نہیں ہو سکتا، گو کہ ان کمالات کی صورت مشاہدے میں آتی ہے۔ اسی کی مثل حضرت ناظم رحمہ اللہ نے "قصیدہ ہمزیہ" (۱۴) میں یوں فرمایا ہے:

إِنَّمَا مَثَّلُوا صِفَاتِكَ لِلنَّا سِ كَمَا مَثَّلَ النُّجُومَ الْمَاءُ

یعنی، انہوں نے لوگوں کو آپ کی صفات کی صرف صورت دکھائی ہے، جیسا کہ پانی ستاروں کی صورت دکھا دیتا ہے۔ انتھی

یعنی، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صفات، جو حلیہ نگاروں نے بیان کی ہیں، وہ نفس الامر میں آپ کی صفات کی حقیقت نہیں؛ کیوں کہ ذات شریف کی طرح آپ کی صفات کی حقیقت بھی بجز خدا تعالیٰ کوئی نہیں جانتا، اس کی مثال پانی اور ستاروں کی سی ہے۔ پانی میں ستاروں کی صرف صورت نظر آتی ہے، مگر وہ صورت ستاروں کی حقیقت نہیں۔



وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ	قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

لغات:

نِیَام: سونے والے، "نائم" واحد۔

حُلُم: جو کچھ انسان خواب میں دیکھتا ہے، خیال۔

ترجمہ:

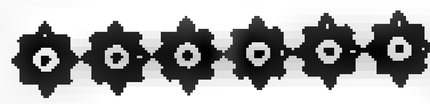
اور دنیا میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو سوئے ہوئے لوگ کس طرح پاسکتے ہیں، جو آپ کی حقیقت کو چھوڑ کر خواب وخیال پر قانع ہیں۔

تشریح ومطلب:

لوگ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو اگر خواب میں نصیب ہو جائے، غنیمت سمجھتے ہیں، وہ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو کس طرح پاسکتے ہیں؟ ہاں! آخرت میں آپ کی قدر ومنزلت کی حقیقت سب پر کھل جائے گی؛ کیوں کہ وہاں بصیرت وبصارت سب کی کامل ہو جائے گی۔ چناں چہ حدیث میں وارد ہے:

«اَلنَّاسُ نِیَامٌ، فَإِذَامَاتُوا انْتَبَهُوا»(۱۵)

یعنی، لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب مر جائیں گے، تو جاگ اٹھیں گے۔



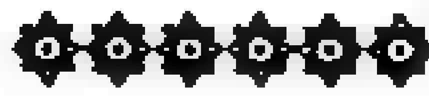
فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ		وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمِ

ترجمہ:

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لوگوں کے علم کی غایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

تشریح ومطلب:

ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا علم نہیں، آپ کی نسبت ہمارا انتہائی علم یہ ہے کہ آپ ایک انسان ہیں، مگر تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔



وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسْلُ الْكِرَامُ بِهَا		فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمِ
فَإِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا		يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

لغات:

آيٍ: معجزے، "آية" واحد۔

رُسْلُ: میں سین کو سکون، بغرضِ وزنِ شعر ہے۔

ظُلَمِ: تاریکیاں، "ظلمة" واحد۔

ترجمہ:

اور جس قدر معجزے کہ بزرگ رسولوں نے دکھائے، وہ سب ان کو حضور کے نور سے حاصل ہوئے؛ کیوں کہ حضور فضیلت کے آفتاب ہیں اور دوسرے پیغمبر اس آفتاب کے ستارے ہیں، جو اسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے تاریکیوں میں ظاہر کرتے رہے ہیں۔

تشریح ومطلب:

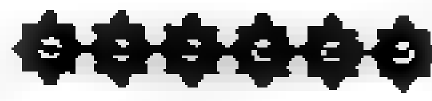
اللہ تعالی نے سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ انور کو پیدا کیا اور اسے خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا، پھر اور روحوں کو پیدا کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں کو حکم دیا کہ آپ پر ایمان لائیں اور ان سے آپ کے اتباع کا عہد لیا۔ اگر آپ کے زمانے کو پائیں، جیسا کہ قرآن مجید (آل عمران:۸۱) میں مذکور ہے:

[﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾][آل عمران:۸۱]

[ترجمہ کنز الایمان: اور یاد کرو! جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا، فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔]

جب پیغمبروں کی روحوں نے باری تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کی، تو حضور کا نورِ روحانی ان پر چمکا اور ان پر معجزات کے ظاہر کرنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ اس طرح دنیا میں ہر ایک پیغمبر کے معجزات حضور ہی کے نور کے فیضان سے ظہور میں آئے؛ کیوں کہ حضور علوم و کمالات کے آسمان کے آفتاب ہیں اور دیگر انبیائے کرام اس آفتاب کے ستارے ہیں، جو تاریکیوں میں اسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے ظاہر کرتے ہیں، جس طرح ستارے بالذات روشن نہیں، بلکہ آفتاب سے نور حاصل کرتے ہیں اور آفتاب کی عدم موجودگی میں آفتاب کے نور کو ظاہر کرتے ہیں، اسی طرح دیگر انبیائے کرام دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آپ ہی کے فضل کو جہالتوں اور گمراہیوں کی تاریکیوں میں لوگوں کے لئے

ظاہر فرماتے رہے ہیں، جو فضائل و کمالات ان کے ہاتھ پر اس دنیا میں ظہور میں آئے، وہ سب آپ ہی کے نور کے فیضان سے تھے۔



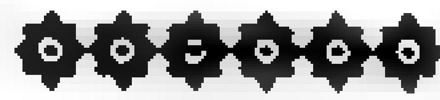
أَكْـرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَـهُ خُلُقٌ		بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ

ترجمہ:

اس نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کیسی اچھی ہے، جو حسن سیرت سے مزین اور حسن پر مشتمل اور کشادہ روئی سے متصف ہیں۔

تشریح و مطلب:

اس شعر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تین صفتیں مذکور ہیں، باقی صفات آئندہ آتی ہیں۔



كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ		وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِي هِمَمِ

لغات:

زَهر: شگوفہ۔

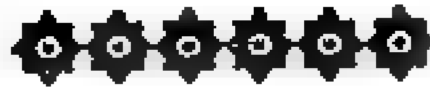
تَرَف: تازگی۔

ترجمہ:

وہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم تازگی میں، شگوفہ کی مانند اور شرف میں، بدر کی مانند اور جود و کرم میں، سمندر کی مانند اور ہمتوں میں، زمانہ کی مانند ہیں۔

تشریح و مطلب:

مطلب ظاہر ہے۔



كَـأَنَّهُ وَهُـوَ فَرْدٌ مِنْ جَلاَلَتِـهِ		فِيْ عَسْـكَرٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ وَفِيْ حَشَـمِ

لغات:

عَسْـكَر: بڑا لشکر۔

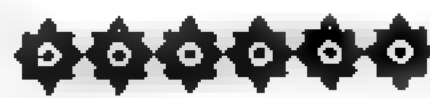
حَشَـم: نوکر چاکر، خدّام۔

ترجمہ:

جس وقت تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تنہا پائے، آپ اپنی جلالت و عظمت کے باعث گویا لشکر و حشم کے ساتھ ہیں۔

تشریح و مطلب:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ہیبت و رعب کا وہ عالم تھا کہ اگر اکیلے ہوں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک بڑا لشکر اور خدام ہمرکاب ہیں۔



كَـأَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ		مِنْ مَعْـدِنَيْ مَنْطِـقٍ مِنْهُ وَمُبْتَسَـمِ

لغات:

مَنْطِـق: گویائی۔

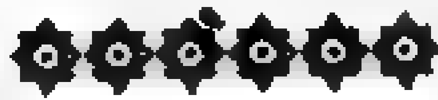
مُبْتَسَـم: تبسم۔

ترجمہ:

گویا سیپ میں پوشیدہ موتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منطق و تبسم کی دو، کانوں سے ہیں۔

تشریح ومطلب:

معدن، منطقِ دل ہے جس سے کلام بذریعہ زبان ظاہر ہوتا ہے اور معدن تبسم منہ ہے جس سے دانت ظاہر ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دُرِّ مکنون جو نہایت آب و تاب والے ہوتے ہیں، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام و دندان مبارک ہیں، جو آپ کے معدنِ نطق و معدنِ تبسم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس شعر میں بجائے تشبیہ کے عکس تشبیہ ہے، حضور ممدوح کے کلام و دندان مبارک کو دُرِّ مکنون سے تشبیہ دینی تھی، مگر شاعر نے اس کے برعکس، دُرِّ مکنون کو حضور کے کلام و دندان مبارک سے تشبیہ دی ہے، یہ عکسِ تشبیہ، تشبیہ سے ابلغ و احسن ہے۔ شعر کا ماحصل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور دندان مبارک حسن اور آب و تاب میں چمکدار موتیوں سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔



لَا طِيبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ أَعْظُمَهُ	طُوبٰى لِمُنْتَشِقٍ مِنْهُ وَمُلْتَثِمِ

لغات:

تُرب: خاک۔

أعْظُم: ہڈیاں، مراد جسم اطہر، "عظم" واحد۔

مُنْتَشِق: سونگھنے والا۔

مُلتَثِمٍ: بوسہ دینے والا۔

ترجمہ:

کوئی خوشبو اس خاک کی برابری نہیں کر سکتی، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کو شامل ہے، خوش رہے وہ شخص جو اس خاک کو سونگھے اور بوسہ دے۔

تشریح ومطلب:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک وصفِ ذاتی یہ بھی تھا کہ ابتدائے پیدائش سے خوشبو لگائے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ دنیا کی کوئی خوشبو اس کو نہ پہنچ سکتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کستوری [ایک خوشبو جو ہرن کے ناف سے حاصل ہوتی ہے، مشک] یا عَبیر [مشک، گلاب اور صندل وغیرہ سے تیار کیا ہوا سفوف] کو بوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشتر [زیادہ اچھا، بہتر] نہ پایا۔(۱۶)

ان ہی سے روایت ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں گزرتے تو گزر جانے کے بعد بھی آنے جانے والوں کو اس کوچہ سے خوشبو آتی اور وہ سمجھ جاتے کہ اس کوچہ میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔(۱۷)

یہی بوئے خوش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے مبارک میں بھی سرایت کر گئی ہے، جس کا ذکر اس شعر میں آیا ہے۔ روضۂ مبارک پر کیا منحصر ہے، مدینہ منورہ کے درودیوار سے خوشبوئیں آ رہی ہیں، جنہیں عاشقانِ جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شامۂ محبت سے محسوس کرتے ہیں۔

"اشبیلی" کا قول ہے کہ:

خاکِ مدینہ میں ایک عجیب مہک ہے، جو کسی خوشبو میں نہیں۔(۱۸)

اور "یاقوت" کا قول ہے کہ:

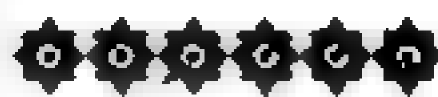
من جملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبو دار ہونا ہے۔ وہاں کی بارش میں بھی بوئے خوش ہوتی ہے، جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔(۱۹)

ابو عبد اللہ عطار رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب کہا ہے: (۲۰)

بطیب رسول الله طاب نسیمها

فما المسک ما الکافور ما الصندل الرطب

رسول اللہ کی خوشبو سے نسیمِ مدینہ خوشبودار ہوگئی۔ سو! کیا ہے کستوری؟ کیا ہے کافور؟ کیا ہے عود و صندل تر و تازہ؟



چوتھی فصل:
میلاد النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

أَبَانَ مَوْلِدُهُ عَنْ طِيبِ عُنْصُرِهِ	يَا طِيبَ مُبْتَدَإٍ مِنْهُ وَمُخْتَتَمِ

لغات:

مَوْلِد: ولادت، پیدائش کا وقت۔

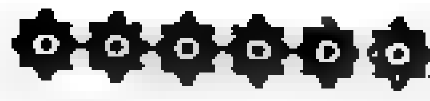
مُبْتَدأ وَ مُخْتَتَم: دونوں مصدر میمی ہیں: "مُبْتَدأ" سے مراد تولد شریف ہے اور "مُخْتَتَمِ" سے وصال شریف ہے۔ یہ دونوں ظرفِ زماں بھی ہوسکتے ہیں۔

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف نے آپ کے عنصر کی پاکی کو ظاہر کردیا۔ اللہ رے آپ کی ابتدا، انتہا کی پاکی، یا بوئے خوش!

تشریح و مطلب:

اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف کے وقت بہت سے خوارق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف کی طہارت وشرافت کو ظاہر کردیا۔ اربابِ بصیرت کو چاہیے کہ آپ کی ولادت شریف ووفات شریف کے عجائب وغرائب پر بغور نظر ڈالیں، جن میں سے ایک وصف بوئے خوش تھا، جو ابتدائے ولادت ہی سے آپ میں موجود تھا اور وصال شریف کے بعد بھی موجود ہے، خوارق وغرائب میں سے بعض کا ذکر آگے آئے گا۔



یَوْمَ تَفَرَّسَ فِیْهِ الْفُرْسُ اَنَّهُمْ	قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

لغات:

یَوْم: بدل ہے "مَوْلِد" سے۔

فُرْس: اسم جمع، اہلِ فارس۔

بُؤْس: سختی و بلا۔

نِقَم: عذاب، "نقمة" واحد۔

ترجمہ:

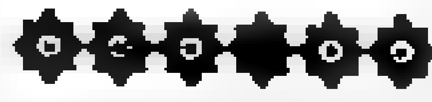
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد وہ دن تھا کہ جس میں اہلِ فارس نے فراست سے معلوم کر لیا کہ وہ نزولِ بلا و عذاب [سے] ڈرائے گئے ہیں۔

تشریح و مطلب:

جس روز جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، کسریٰ کے محل کو ایسی حرکت ہوئی کہ اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، اس نے اپنے ارکانِ سلطنت کو بلا کر کہا کہ تم جانتے ہو، میں نے کس واسطے تم کو بلایا ہے؟ وہ بولے: جہاں پناہ! ہمیں معلوم نہیں؟ ہاں! آپ بتادیں تو معلوم ہو جائے، اسی اثنا میں خبر آئی کہ فارس کی آگ جس کی ہزار برس سے پوجا ہو رہی تھی اور کبھی نہ بجھتی تھی، یکبار گی ٹھنڈی ہو گئی اور گورنر ایلیاہ کا نامہ آیا کہ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔ ان واقعات سے نوشیرواں کو غم پر غم پیدا ہوا، پھر اس نے اپنے محل کا پھٹ جانا اور چودہ کنگروں کا گر پڑنا، ان کے آگے بیان کیا، مُؤبدانِ فارس [دانشمندانِ فارس] نے عرض کی: جہاں

پناہ! آج ہی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ جفاکش اونٹ، عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جارہے ہیں؛ یہاں تک کہ نہر دجلہ کو عبور کر کے بلادِ فارس میں پھیل گئے ہیں، یہ سن کر کسرٰی نے موبدان سے اس خواب کی تعبیر پوچھی؟ موبدان نے عرض کیا کہ عرب کی جانب سے کوئی حادثہ وقوع میں آئے گا۔ اس پر کسرٰی نے ایک نامہ اپنے عامل " نعمان بن منذر " کو حیرہ میں لکھا کہ عرب سے کوئی عالم وفاضل اس طرح کا میرے پاس روانہ کرو کہ جو کچھ اس سے پوچھوں، وہ اس کا اطمینان بخش جواب دے۔ نعمان نے " عبد المسیح بن عمرو غسانی " کو بھیجا۔ کسرٰی نے اس سے سب ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اس کا شافی جواب دو۔ اس نے عرض کی: جہاں پناہ! اس کا علم میرے ماموں " سطیح " کے پاس ہے، جو نواحِ شام میں رہتا ہے۔ پس عبد المسیح، ملکِ شام میں سطیح کے پاس بھیجا گیا، مگر افسوس کہ سطیح اس وقت نزاع میں تھا، عبد المسیح نے سلام کیا، سطیح نے سن کر سر اٹھایا اور یوں کہا: تجھے بنی ساسان کے بادشاہ نے فلاں غرض سے بھیجا ہے؟ اے عبد المسیح! جب تلاوتِ قرآن مجید کی کثرت ہوگی اور صاحبِ عصا، جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوں گے اور بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے گا اور فارس کی آگ بجھ جائے گی، تو سطیح کے لئے شام، شام نہ رہے گا۔ ان میں سے کنگروں کے عدد کے موافق حکمران ہوں گے، جو ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔ یہ کہہ کر سطیح مر گیا اور جیسا اس نے کہا تھا، ظہور میں آیا۔ چناں چہ چار برس میں دس حکمران ہوئے اور باقی چار حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت تک پورے ہو گئے، پھر ملکِ فارس اسلام کے

قبضہ میں آگیا۔ اس قصہ کو "بیہقی" و"ابو نعیم" و"ابن عساکر" نے روایت کیا ہے۔(۲۱)



وَبَاتَ إِيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ		كَشَمْلِ أَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ

لغات:

بَاتَ: ہو گیا۔

کِسْرٰی: خسرو کا معرب ہے۔ یہ شاہانِ فارس کا لقب ہوا کرتا تھا۔

مُنْصَدِع: پھٹنے والا۔

شَمْل: پراگندہ ہونا، جمع ہونا، اضداد سے ہے۔

مُلْتَئِم: مجتمع۔

ترجمہ:

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مَوْلِد وہ دن تھا کہ جس میں کسریٰ کا محل پھٹ کر یوں بے جُڑے رہ گیا، جیسا کہ کسریٰ کا پراگندہ لشکر، جو پھر جمع نہ ہو سکا۔

تشریح و مطلب:

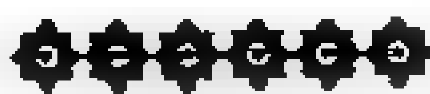
پہلے مصرع میں کسریٰ سے مراد "شاپور ذوالاکتاف" ہے جو اکاسرہ ساسانیہ میں سے تھا اور دوسرے مصرع میں کسریٰ سے مراد "یزدگرد بن شہریار بن پرویز ہرمز بن نوشیرواں بن قباذ بن فیروز بن یزدگرد بن بہرام بن شاپور ذو الاکتاف" ہے۔

یزدگرد سب سے پچھلا بادشاہ فارس کا ہے، اس نے "رستم بن فرخ زاد" کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے عرب کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ یہ لشکر عہد شکنی کر کے مسلمانوں پر ہر طرف سے حملہ آور ہوا؛ اس لئے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسر کردگی سعد بن ابی وقاص، مقابلہ کے لئے فوج بھیجی، میدانِ قادسیہ میں ہر دو فریق کا مقابلہ ہوا، رستم مارا گیا۔ اہلِ فارس "مدائن" کی طرف بھاگ گئے اور یزدگرد سے جا ملے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعاقب کیا اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا۔ یزدگرد "مدائن" سے "حلوان" کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے بعد اہلِ فارس ایسے تتر بتر ہو گئے کہ ان کو ایسا اجتماع پھر کبھی نصیب نہ ہوا۔ آخر کار یزدگرد ۳۱ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں "مرو" میں مارا گیا اور تمام ملکِ فارس مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

"مسعودی" نے کتاب "مروج الذہب" میں شاپور ذوالاکتاف کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ شاپور مذکور سے پہلے ملوکِ ساسانیہ سرزمینِ عراق میں مدائن کے غربی جانب طیسفون میں سکونت رکھتے تھے، مگر شاپور نے شرقی جانب سکونت اختیار کی اور وہاں ایک محل بنایا، جو اِس وقت ۳۳۲ھ تک ایوانِ کسریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ پرویز بن ہرمز نے اسی ایوان کی بعض جگہوں کی تکمیل کی تھی۔ (۲۲)

علامہ یاقوت حموی، متوفی ۶۲۶ھ نے "معجم البلدان" میں لکھا ہے کہ:

" طیسفون کسریٰ کے شہر کا نام ہے، جس میں ایوان ہے اور وہ بغداد سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر ہے"۔ (۲۳)



وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْأَنْفَاسِ مِنْ أَسَفٍ	عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ

لغات:

خَامِدَة: بجھنے والی۔

أَنْفَاس: سانس، مراد شعلے، "نَفَس" واحد۔

أَسَف: غم۔

نَهْر: یعنی فرات۔

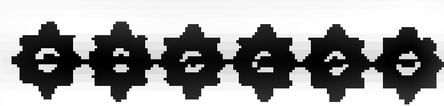
سَدَم: ندامت جس کے ساتھ غم واندوہ ہو۔

ترجمہ:

اور اس دن مجوسیوں کی آگ کے شعلے، ایوان کسریٰ کے غم سے سرد پڑ گئے اور دریائے فرات، ندامت وغم کے مارے اپنا چشمہ بھول گیا۔

تشریح ومطلب:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد شریف کے دن مجوسیوں کی آگ، جس کی ہزار سال سے پوجا ہو رہی تھی، ایوانِ کسریٰ کی حالتِ زار کے غم میں سرد پڑ گئی اور دریائے فرات نے، جو کفار کو فائدہ پہنچا رہا تھا، اپنے فعل سے نادم ہو کر اپنا راستہ بدل لیا اور وادیِ سماوہ میں، جو کوفہ وشام کے درمیان ایک جنگل ہے، جا گرا؛ یہاں تک کہ اس میں پانی ہی پانی نظر آنے لگا، حالاں کہ اِس سے پہلے اُس میں اتنا پانی بھی نہ تھا کہ کوئی پیاسا اپنا حلق تر کرے۔



وَسَاءَ سَاوَةَ أَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا	وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِي

لغات:

سَاوَۃ: فارس میں ہمدان دُرّے کے عین وسط میں ایک شہر تھا، وہاں ایک بڑا قطعۂ آب تھا، جو بحیرہ سادہ کہلاتا ہے، یہ بحیرہ چھے/۶ میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا تھا، وہاں اس کے کناروں پر کئی معبد اور کنیسے تھے۔

غَاضَتْ: غیض، پانی کا زمین میں جذب ہو جانا۔

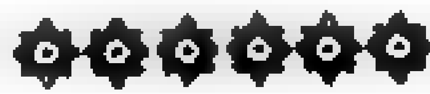
ظَمِیْ: اصل میں "ظَمِیَ" صیغہ ماضی مطلق ہے، وزنِ شعر کے لئے یا ساکن پڑھی گئی۔

ترجمہ:

اور اس روز ساوہ غمگین ہوا کہ اس کا بحیرہ خشک ہو گیا اور پیاسے جو وہاں آئے، غصے میں واپس ہو گئے۔

تشریح و مطلب:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے میلاد شریف کے دن اہلِ ساوہ کو بڑا رنج ہوا کہ ان کا بحیرہ، جو ان کے معابد کی رونق کا باعث تھا، یکایک زمین میں ایسا جذب ہو گیا کہ ایک قطرہ پانی کا نہ رہا، جس سے پیاسا اپنا حلق ہی تر کر لیتا۔



كَـأَنَّ بِالنَّـارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَـلٍ	حُزْنـاً وَبِـالْمَاءِ مَا بِـالنَّارِ مِنْ ضَـرَمِ

لغات:

بَلَـل: تری۔

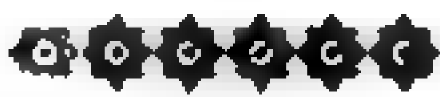
ضَـرَم: شعلہ زنی، سوزش۔

ترجمہ:

گویا غم کے مارے پانی کی خاصیت (تری) آگ میں آگئی اور آگ کی خاصیت (سوزش) پانی میں چلی گئی۔

تشریح و مطلب:

میلاد شریف کے دن مجوسیوں کی آگ کا یہ حال ہو گیا کہ گویا اس میں پانی کی خاصیت یعنی، تری آگئی، جو سرد ہونے کا باعث ہے اور بحیرہ ساوہ میں آگ کی خاصیت یعنی سوزش پیدا ہو گئی، جو جلانے اور خشک کرنے کا باعث ہے۔ یہ شعر اوپر کے دو شعروں کا تکملہ ہے۔ خلاصہ و مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف پر غم کے مارے آتش کدے ایسے سرد پڑ گئے کہ گویا پانی سے بجھا دیے گئے اور بحیرہ ساوہ ایسا خشک ہوا کہ گویا آگ سے خشک کر دیا گیا۔



وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْأَنْوَارُ سَاطِعَةٌ	وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنىً وَمِنْ كَلِمِ

لغات:

تَهْتِفُ: "هتف" غیب سے آواز دینا۔

كَلِمِ: الفاظ، "کلمہ" واحد۔

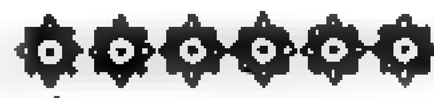
ترجمہ:

اور اس دن "جن" غیب سے آوازیں دے رہے تھے اور انوار چمک رہے تھے اور حق، معنی اور لفظ سے ظاہر ہو رہا تھا۔

تشریح و مطلب:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے میلاد شریف کے دن آپ کی نبوّت کا ثبوت لفظاً و معنیً دونوں طرح سے ہو گیا:

لفظاً تو یوں کہ ہَواتِف نے آپ کی شاندار آمد کی بشارت دی، جسے لوگوں نے سنا اور معنیً یوں کہ قدرتی آثار و نشانات ظاہر ہوئے۔ جیسے: آپ کے ساتھ ایک نور کا نکل کر پھیل جانا اور اس کی روشنی میں شام کے محلّوں کا دکھائی دینا اور ستاروں کا نزدیک آجانا وغیرہ۔



عَمُوا وَصَمُّوا فَاِعلانُ البَشائِرِ لَمْ		تَسمَعْ وَبَارِقَةُ الإِنذَارِ لَمْ تُشَمِ
مِنْ بَعْدِ مَا أَخبَرَ الأَقوَامَ كَاهِنُهُم		بِأَنَّ دِينَهُمُ المُعوَجَّ لَمْ يَقُمِ
وَبَعْدَمَا عَايَنُوا فِي الأُفْقِ مِن شُهُبٍ		مُنْقَضَّةٍ وَفْقَ مَا فِي الأَرْضِ مِنْ صَنَمِ
حَتّٰى غَدَا عَنْ طَرِيقِ الوَحيِ مُنهَزِمٌ		مِنَ الشَّيَاطِينِ يَقْفُوا إِثْرَ مُنْهَزِمِ

لغات:

بَشَائِر: "بشارت" واحد۔

بَارِقَۃ: بجلی، انذار، ڈرانا۔

لَمْ تُشَمِ: نہ دیکھی گئی۔

کَاھِن: وہ لوگ ہوا کرتے تھے، جو جنّات و شیاطین کی مدد سے غیب کی خبریں بتایا کرتے تھے، شیاطین آسمانوں سے اِستِرَاقِ سمع کر کے وہاں کی باتیں کاہنوں سے

کہہ دیا کرتے تھے اور واقعی باتوں میں اپنی طرف سے بہت سے غیرِ واقعی بھی ملا دیا کرتے تھے۔

مُعوَج: ٹیڑھا، باطل۔

شُہُب: "شہاب" واحد۔

مُنقَضَۃ: گرنے والے۔

طَرِیق الوَحیِ: وحی کا راستہ، مراد: آسمان۔

اِثر: عقب، پیچھے۔

ترجمہ:

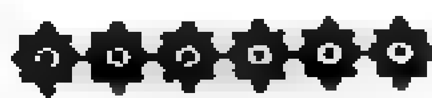
کفّار اندھے اور بہرے ہو گئے، پس بشارتوں کا اعلان ان کو سنائی نہ دیا اور نہ تخویف کی بجلی ان کو نظر آئی، بعد اس کے کہ لوگوں کو ان کے کاہن نے خبر دی تھی کہ ان کا دینِ باطل قائم نہ رہے گا اور بعد اس کے کہ انہوں نے اُفق میں شہاب گرتے دیکھے، جس طرح کہ زمین پر بت اوندھے پڑے تھے؛ یہاں تک کہ آسمان سے بھاگنے والا شیطان، دوسرے بھاگنے والے شیطان کے پیچھے چلنے لگا۔

تشریح و مطلب:

بشارتوں کا اعلان ہَوَاتِف کی صدائیں تھیں اور تخویف و انذار کی بجلی وہ انوار تھے، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تولد شریف کے وقت اطرافِ عالم میں نمودار ہوئے۔ شیاطین پر شہابِ ثاقب کا گرنا پہلے بھی تھا اور ابلیس و شیاطین کی رسائی تمام آسمانوں تک تھی، جب حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی رسائی صرف نیچے کے چار آسمانوں تک رہ گئی، اگر وہ ان چار سے آگے بڑھتے تو فرشتے ان پر

شہابِ ثاقب گراتے ،جب حضور نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تو ان چار سے بھی شیاطین کا آنا بند ہوگیا، اب اگر شیاطین اوپر جانا چاہتے ہیں تو فرشتے ان پر شعلے گراتے ہیں جنہیں تارے ٹوٹنا بولتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تشریف آوری پر آسمانوں کی حراست کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کا تولد شریف ایسے زمانے میں ہوا جب کہ کاہنوں کی کثرت تھی، جن کو شیاطین بعض مغیبات کی خبر دیتے تھے اور وہ لوگوں کو کچھ اپنی طرف سے ملا کر بتا دیا کرتے تھے، ایسی صورت میں وحی کے ساتھ غیر وحی کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ تھا؛ لہٰذا تمام آسمانوں سے جن وشیاطین کا داخلہ بند کر دیا گیا اور وہ شہابِ ثاقب کی کثرت سے آسمانوں پر جانے سے رک گئے۔

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کفار کو ان کے کاہنوں نے خبر دی تھی کہ ان کا دینِ باطل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں قائم نہیں رہنے کا اور اگرچہ کفار نے شبِ میلاد شریف میں دیکھ لیا کہ جس طرح زمین پر ان کے بت اوندھے منہ گر پڑے، اسی طرح آسمان سے شیاطین پر اتنے شہابِ ثاقب گرے کہ وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے بے تحاشا وہاں سے بھاگ آئے، مگر بااین ہمہ کفار اندھے ہی رہے، اس واسطے انہوں نے تولد شریف کے وقت انوارِ ساطعہ کو بنظرِ اعتبار نہ دیکھا اور بہرے ہی رہے، اس واسطے انہوں نے ہَوَاتِف کی آوازوں کو گوشِ قبول سے نہ سنا۔



كَأَنَّهُمْ هَرَبًا أَبْطَالُ أَبْرَهَةٍ	أَوْ عَسْكَرٌ بِالْحَصٰى مِنْ رَاحَتَيْهِ رُمِي

لغات:

أَبطَـال: بہادر، "بطل" واحد۔

حَصَی: سنگریزے، کنکریاں، "حصاۃ" واحد۔

رَاحَۃ: ہتھیلی، "رَاحَتَیـن" سے مراد، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دو دست مبارک۔

ترجمہ:

گویا شیاطین، بھاگنے کی حالت میں ابرہہ کے بہادر تھے یا وہ لشکر تھے، جس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سنگریزے پھینکے تھے۔

تشریح و مطلب:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف کے وقت شہابِ ثاقب کی کثرت سے شیاطین آسمانوں کو چھوڑ کر اس طرح نوک دُم بھاگے، جیسے ابرہہ کے بہادر، ابابیلوں کے سنگریزوں سے بیت اللہ شریف پر حملہ کو چھوڑ کر بھاگے تھے۔ اس شعر میں دو قصوں کی طرف اشارہ ہے، جو ذیل میں نہایت مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔

ابرہہ کا قصہ جو اصحابِ فیل کا واقعہ کر کے مشہور ہے، یوں ہے کہ:

شاہِ حبشہ کی طرف سے ابرہہ یمن کا گورنر تھا، اس نے صنعا میں ایک کلیسا بنایا، جس کی مثل اس وقت روئے زمین پر نہ تھا اور شاہِ حبشہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے ایک بے نظیر کلیسا بنوایا ہے، میں کوشش کر رہا ہوں کہ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کو چھوڑ کر آئندہ یہیں حج و طواف کیا کریں۔ جب یہ خبر عرب میں مشہور

ہو گئی تو بنی کنانہ میں سے ایک شخص نے غصہ میں آکر کلیسا میں بول و براز کر دیا، یہ دیکھ کر ابرہہ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے قسم کھائی کہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دوں تو میرا نام ابرہہ نہیں، اسی وقت فوج و ہاتھی لے کر کعبہ پر چڑھائی کی، راستے میں ذو نفر اور نفیل بن حبیب خشعمی نے یکے بعد دیگرے مقابلہ کیا، مگر دونوں گرفتار ہوئے، پھر کسی نے روک ٹوک نہ کی؛ یہاں تک کہ ابرہہ مقام مغمس میں جو مکہ مشرفہ سے دو میل ہے، جا اترا اور ایک سردار کو حکم دیا کہ اہل مکہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے، چناں چہ وہ سردارِ قریش کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں ہانک لایا، جس میں دو سو اونٹ عبد المطلب بن ہاشم کے بھی تھے، پھر حناط حمیری گیا اور عبد المطلب کو ابرہہ کے پاس لے آیا، ابرہہ نے عبد المطلب کا بڑا اکرام کیا اور اس سے بذریعہ ترجمان پوچھا کہ کیا تم چاہتے ہو؟ عبد المطلب نے جواب دیا کہ میرے اونٹ واپس کر دو، ابرہہ نے کہا: تعجب ہے! تمہیں اونٹوں کا تو خیال ہے، مگر خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا مرکزِ دین ہے اور جسے میں گرانے آیا ہوں، اس کا نام تک نہیں لیتے، عبد المطلب نے کہا: میں اونٹوں کا مالک ہوں، خانہ کعبہ کا مالک اور ہے اور وہی اس کا نگہبان ہے، ابرہہ بولا: خانہ کعبہ مجھ سے بچ نہیں سکتا، عبد المطلب نے کہا: پھر تم جانو اور وہ۔ غرض عبد المطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں واپس آگیا اور قریش سے کہنے لگا کہ مکہ سے نکل جاؤ اور پہاڑوں کے دروں میں پناہ لو۔ بعد ازاں عبد المطلب چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ گیا اور دروازے کا حلقہ پکڑ کو یوں دعا کی:

لَاهُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ يَمْـ نَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ حِلَالَكْ

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ غَدْوًا مِحَالَكْ
إِنْ كُنْتَ تَارِكُهُمْ وَقِبْلَتَنَا فَأْمُرْ مَا بَدَا لَكْ

"اے اللہ! بندہ اپنے گھر کو دشمنوں سے بچایا کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کو بچا۔ ایسا نہ ہو کہ کل کو اہل صلیب غالب آ جائیں اور ان کی تدبیر، تیری تدبیر پر غالب آجائے، اگر تو ہمارے قبلہ کو ان پر چھوڑنے لگا ہے، تو جو تو چاہتا ہے، کر"۔

ادھر عبد المطلب یہ دعا کر کے اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑوں کے درے میں پناہ گزیں ہوا، ادھر صبح کو ابرہہ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے فوج اور ہاتھی لے کر تیار ہوا، جب اس نے ہاتھی کا منہ مکہ کی طرف کیا، تو وہ بیٹھ گیا، بہتیرے انکس [بہت سارے چابک] مارے، نہ اٹھا، آخر مکہ کی طرف سے اس کا منہ موڑ کر اٹھایا، تو اٹھا اور تیز بھاگنے لگا، غرض جب مکہ کی طرف اس کا منہ کرتے تو بیٹھ جاتا اور کسی دوسری طرف کرتے تو اٹھتا اور بھاگتا، اسی حال میں اللہ تعالی نے سمندر کی طرف سے ابابیلوں کے غول کے غول بھیجے، جن کے پاس کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں اور دو دو پنجوں میں، انہوں نے کنکریاں کا مینہ برسانا شروع کیا، جس پر کنکر گرتی، ہلاک ہو جاتا، یہ دیکھ کر ابرہہ کا لشکر بھاگ نکلا، اس طرح اللہ تعالی نے اپنے گھر کو دشمن سے بچالیا۔ (۲۴)

قرآنِ مجید میں اس واقعہ کا بیان بہت مختصر سا ہے اور جس سورت میں یہ بیان ہے، اس کا نام سورہِ فیل ہے۔ (۲۵)

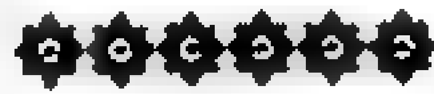
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد شریف اس واقعہ کے ۵۵ دن بعد ہوا تھا۔

۔ دوسرا قصہ "رمی حصاۃ" یعنی، کنکروں کے پھینکنے کا ہے، اس کی کیفیت یوں ہے کہ:

بدر کے دن جب دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا، تو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکروں کی اٹھا کر کفارِ قریش پر پھینک دی اور فرمایا: "شَاهَتِ الْوُجُوهُ" (ذلیل ہو جائیں چہرے) اور ساتھ ہی اپنے اصحاب کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ صورت پیش آئی تو کفار سب کے سب بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے کسی کو قتل اور کسی کو گرفتار کر لیا اور اس طرح جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ (۲۶)

اس "رمی حصاۃ" کا ذکر قرآن کی آیہ ذیل میں ہے:

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ [الانفال:۱۷] [ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی، بلکہ اللہ نے پھینکی۔]



نَبْذًا بِهٖ بَعْدَ تَسْبِيْحٍ بِبَطْنِهِمَا		نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ أَحْشَاءِ مُلْتَقِمِ

لغات:

نَبْذًا: پھینکنا، مفعول مطلق ہے "رَمِي" کا جو شعر سابق میں ہے یا فعل محذوف کا۔

مُسَبِّح: تسبیح گو، مراد حضرت یونس علیہ السلام جو مچھلی کے پیٹ میں تسبیح ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الانبیاء:۸۷] [ترجمہ

کنز الایمان: کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو، بیشک مجھ سے بے جا ہوا] پڑھتے تھے۔

أَحْشَـاء: انتڑیاں وغیرہ جو شکم میں ہیں، مراد: شکم۔

مُلْتَقِم: نگلنے والا، مراد: وہ مچھلی جو حضرت یونس علیہ السلام کو نگل گئی تھی۔

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے کنکروں کو، جب کہ وہ آپ کے مبارک ہاتھوں میں تسبیح پڑھ رہی تھیں، یوں پھینکا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے حضرت یونس علیہ السلام کو پھینکا۔

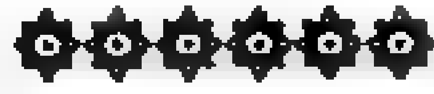
تشریح و مطلب:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر کنکروں کی محض تسبیح خوانی ایک اور موقع پر مروی ہے، مگر ناظم کے ظاہر کلام سے پایا جاتا ہے کہ کنکروں کا پھینکنا اور ان کی تسبیح خوانی ایک ہی موقع پر وقوع میں آئی۔ ممکن ہے جنگ بدر و حنین میں کنکروں کی تسبیح خوانی آہستہ وقوع میں آئی ہو۔

حضرت یونس علیہ السلام شہر "نینوا" میں، جو "موصل" کے متصل تھا، مبعوث ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا، مگر وہ ایمان نہ لائے۔ آخر کار آپ نے ان کو عذابِ الٰہی کے آنے کی اطلاع دی، جب عذاب میں تاخیر ہوئی، تو آپ اپنی قوم سے چھپ کر نکل آئے اور سمندر کے کنارے پر پہنچ کر ایک کشتی میں سوار ہوگئے، وہ کشتی چلنے سے ٹھہر گئی۔ ملاحوں نے کہا کہ اس کشتی میں کوئی غلام ہے، جو اپنے مالک سے فرار ہو کر آیا ہے، جب تک وہ کشتی سے نہ اترے گا نہ چلے گی، قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ آپ نے

فرمایا: وہ بھاگا ہوا غلام میں ہی ہوں اور سمندر میں کود پڑے، ایک مچھلی آپ کو نگل گئی۔

یہ قصہ "سورہِ صافات" میں مذکور ہے۔(۲۷)



پانچویں فصل:

معجزاتِ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً	تَمْشِي إِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ
كَأَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِمَا كَتَبَتْ	فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ

لغات:

فُرُوْع: شاخیں، واحد "فرع"۔

لَقَم: وسطِ راہ۔

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے اور ساق بے قدم پر چلتے ہوئے آپ کی طرف آئے، گویا ان درختوں نے اس خطِ بدیع کے لئے، جو ان کی شاخوں نے وسطِ راہ میں لکھا، ایک سطر کھینچ دی۔

تشریح و مطلب:

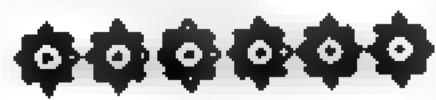
ان شعروں میں ایک مشہور معجزے کی طرف اشارہ ہے۔

روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی نبوت کی نشانی پوچھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اس درخت سے کہہ دو کہ رسولِ خدا تجھ کو بلاتے ہیں۔ اعرابی نے درخت سے یہی کہہ دیا۔ درخت نے دائیں بائیں، آگے پیچھے مسکوڑے [بل] لئے اور اس کی جڑیں زمین سے جدا ہو گئیں، وہ جڑوں کو گھسیٹتا ہوا آن موجود ہوا اور آپ کے سامنے حاضر ہو گیا اور یوں گویا ہوا:

اَلسَّلامُ علیک یا رَسولَ اللّٰہِ

اعرابی نے یہ دیکھ کر کہا کہ اس کو حکم دیجئے کہ پھر اپنی جگہ پر جا لگے؛ چناں چہ آپ نے حکم دیا، وہ تنے کے سہارے واپس چلا گیا اور اس کی جڑیں بدستور اپنی جگہ جا لگیں اور جم گئیں۔ یہ معجزہ متعدّد دفعہ مختلف موقعوں پر وقوع میں آیا ہے۔ (۲۸)

مطلب یہ ہے کہ درخت کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا، وہ تنے کے سہارے زمین کو چیرتا ہوا، بخط مستقیم آپ کی خدمتِ اقدس میں آن موجود ہوا اور اِدھر اُدھر متمائل نہ ہوا، جو ادب کی دلیل ہے۔ گویا اس نے مِسطَر[فٹ، اسکیل] سے ایک سیدھی لکیر کھینچ دی، جیسا کہ کاتب لکھنے سے پہلے کھینچ لیا کرتے ہیں اور اس پر شاخوں نے خط گلزار لکھ دیا۔



مِثْلَ الْغَمَامَةِ أَنّٰي سَارَ سَائِرَةً		تَقِيهِ حَرَّ وَطِيسٍ لِّلْهَجِيرِ حَمِيْ

لغات:

غَمَامَۃ: بادل۔

أَنّٰی: جس جگہ۔ [یہ حرف] متضمن معنیٔ شرط [شرط کے معنی کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے] ہے، اس کی جزا محذوف ہے۔

سَائِرَۃ: چلنے والا "غَمَامَۃ" کا حال ہے۔

تَقِیہ: بچاتا حضرت کو، یہ جملہ بھی حال ہے "غَمَامَۃ" کا۔

وَطِیس: تنور، مراد: آفتاب۔

هَجِیر: دوپہر۔
حَمِي: فعل ماضی ہے، سخت گرم ہوا، یہ جملہ "وَطِیس" کی صفت واقع ہوا ہے۔

ترجمہ:

درختوں کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آنا، مانند چلتے بادل کے تھا، جو آپ کے ہمراہ ہوتا، جہاں آپ تشریف لے جاتے اور آپ کو دوپہر کے جلتے ہوئے آفتاب کی حرارت سے بچاتا۔

تشریح و مطلب:

درخت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یوں آموجود ہوتے، جیسا کہ بادل جو آپ پر سایہ کرتا، جہاں آپ تشریف لے جاتے، وہ بھی ساتھ جاتا اور آپ کو دھوپ کی حرارت سے بچاتا، بادل کا آپ پر سایہ کرنا بطورِ ارہاص (۲۹)، نبوت سے پہلے تھا، مگر نبوت کے بعد منقطع ہوگیا۔ چناں چہ جب آپ مائی حلیمہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے، تو ایک روز دوپہر کے وقت اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ چارپایوں کے گلہ میں تشریف لے گئے، مائی حلیمہ تلاش میں دوڑی گئیں اور دیکھ کر کہنے لگیں: ایسی دھوپ میں؟ شیماء نے جواب دیا: اماں جان! میرے بھائی کو تپش محسوس نہیں ہوئی، میں نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آپ کو سایہ کر رہا تھا، جہاں آپ جاتے، وہیں وہ بادل جاتا۔ (۳۰)

اسی طرح جب بارہ برس کی عمر میں آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا سفر کیا، تو بحیرا راہب اور دوسروں نے بھی دیکھا کہ آپ کے سر مبارک پر بادل سایہ کئے ہوئے ہے۔ (۳۱)



اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَهُ	مِنْ قَلْبِهِ نِسْبَةً مَبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ

لغات:

نِسْبَة: مشابہت۔

مَبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ: صفت ہے نسبت کی، جس پر قسم سچی ہے۔

ترجمہ:

میں ماہ دوپارہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اس ماہ کو حضرت کے دل سے وہ مشابہت ہے کہ اس پر قسم سچی ہے۔

تشریح ومطلب:

اس شعر میں معجزہ شق قمر اور شق صدر کی طرف اشارہ ہے۔ایک رات قریش نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے آپ کی نبوّت کی کوئی نشانی طلب کی، آپ نے انگشتِ شہادت کے اشارے سے چاند کو دو ٹکرے کر دیا، پھر فرمایا: اب تو گواہی دو!

اس پر قریش نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر جادو کر دیا اور اطراف وجوانب آدمی دوڑائے تاکہ خبر لائیں کہ دہاں بھی ایسا ہوا یا نہیں، ہر جگہ سے یہی خبر آئی کہ چاند دو نیمہ [نصف نصف، دو ٹکڑے] دیکھا گیا، اس پر قریش نے یہی کہا کہ یہ تو معمولی جادو ہے، ایسا ہوتا رہتا ہے، اس بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾[القمر:۱][ترجمہِ کنز الایمان: پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند](۳۲)

حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شقِ صدر چار مرتبہ ہوا ہے: پہلی مرتبہ بچپن کی حالت میں جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دایہ حلیمہ کے ہاں تھے، اس موقع پر حضرت جبریل نے آپ کے سینہ کو شق کر کے قلب مبارک کو نکال لیا اور اس میں سے خون کی ایک پھٹکی نکال کر کہا: «هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ» یہ شقِ صدر اس واسطے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وساوسِ شیطان سے، جس میں بچے مبتلا ہوا کرتے ہیں، محفوظ رہیں اور اخلاقِ حمیدہ پر، پرورش پائیں۔

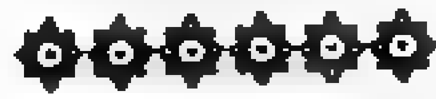
دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں؛ تاکہ آپ کامل ترین اوصاف پر جوان ہوں۔

تیسری مرتبہ بعثت کے وقت؛ تاکہ آپ وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔

چوتھی مرتبہ شبِ معراج میں؛ تاکہ آپ مناجاتِ الٰہی کے لئے تیار ہو جائیں۔(۳۳)

مطلب یہ ہے کہ چاند جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتِ شہادت کے اشارے سے دو ٹکرے کر دیا تھا، میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس ماہ دوپارہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے، جس کو فرشتے نے چیر کر، آبِ زم زم سے دھو کر، نورِ حکمت وایمان سے بھر دیا تھا، ایسی مشابہت ہے کہ اگر کوئی شخص اس مشابہت کے ہونے پر قسم کھالے، تو وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔

اس شعر پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ شاعر نے قمر کی قسم کھائی، جو شرع میں جائز نہیں۔ اس اعتراض کا جواب اکثر یوں دیا گیا ہے کہ مراد ربّ القمر ہے۔



وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ		وَكُلُّ طَرْفٍ مِنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِيْ
فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيْقُ لَمْ يَرِمَا		وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ أَرِمِ
ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلَى		خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ
وِقَايَةُ اللهِ أَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ		مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْأُطُمِ

لغات:

وَمَا حَوَى الْغَارُ: ما موصولہ مفعول ہے "أذكر" فعل محذوف کا اور "حَوَى" کا مفعول یعنی، ضمیرِ عائد محذوف ہے، جس کا بیان "مِنْ خَيْرٍ وَمِنْ كَرَمٍ" ہے۔ "خیر" سے مراد حضور خیر البریہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور "کَرَم" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جو امت میں سب سے متقی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقٰكُمْ﴾ [الحجرات:١٣]

[ترجمہ:] بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے، جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

صِدْق: سے مراد: صدق مجسم، حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

لَمْ یَرِمَا: "ریم" جگہ سے سرکنا۔

أَرِم: کوئی۔

حَمَام: کبوتر، "حمامۃ" واحد۔

لَمْ تَحُم: "حَوم" گرد پھرنا، منڈلانا۔

وِقَایَۃ: حفاظت۔

مُضَاعَفَۃ: جو دو، دو حلقہ مل کر بنی ہو۔

دُرُوْع: زرہیں، "درع" واحد جو زرہ کا معرب ہے۔

أُطُم: قلعے، "أطمۃ" واحد۔

ترجمہ:

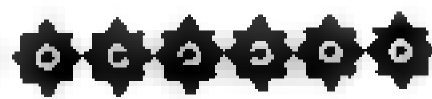
اور یاد کر! خیر اور کرم کو جنہیں غار نے جمع کر لیا، حالاں کہ کافروں کی ہر آنکھ ان سے اندھی تھی، پس حضرت صدق مجسم اور صدیق اکبر دونوں غار میں جمع بیٹھے رہے، حالاں کہ کافر کہہ رہے تھے کہ غار میں کوئی نہیں، وہ سمجھے کہ حضرت خیر البریہ پر کبوتر نہ منڈلاتے اور نہ مکڑی جالا تنتی۔ خدا کی حفاظت نے حضرت کو اور صدیق کو دو حلقہ زرہوں اور بلند قلعوں کی پناہ سے بے نیاز کر دیا۔

تشریح و مطلب:

جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت مل گئی، تو آپ حضرت صدیق اکبر کے گھر تشریف لے گئے، وہاں ضروریاتِ سفر بہت جلد تیار کر دی گئیں، آپ صدیق اکبر کو ساتھ لے کر جبل ثور کی ایک غار پر پہنچے اور چاہا کہ غار میں داخل ہوں، مگر صدیق اکبر نے عرض کی کہ میں پہلے داخل ہوں گا، ایسا

نہ ہو کہ کوئی سانپ وغیرہ آپ کو کاٹے۔ چناں چہ وہ پہلے داخل ہوئے، غار کو صاف کیا اور سوراخوں کو اپنے کپڑے اور پاؤں سے بند کیا، تب حضور علیہ الصلوۃ والسلام داخل ہوئے، اس غار میں دونوں تین رات رہے، کافروں نے حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پائے مبارک کے نشان کے ذریعے آپ کا تعاقب کیا، جب وہ جبلِ ثور کے پاس پہنچے، تو ان پر پائے مبارک کا نشان مشتبہ ہو گیا، وہ جبلِ ثور پر چڑھ گئے اور غار پر پہنچ گئے، مگر غار پر اس وقت خدائی پہرہ لگا ہوا تھا، اس کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا اور کنارے پر کبوتروں نے انڈے دے رکھے تھے، ان کو غار کے اندر تو کچھ نظر نہ آیا، مگر بیرونی حالت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس میں ہوتے، تو مکڑی جالا نہ تنتی اور کبوتر انڈے نہ دیتے؛ اس لئے وہ مایوس ہو کر واپس ہو گئے۔ (۳۴)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور صدیق اکبر کو اس غار میں پناہ دے کر دہری بناوٹ کی ذرہوں اور اونچے اونچے قلعوں سے مُسْتَغْنِی کر دیا۔ وہ غار، ان کے حق میں حصارِ بلند سے اور مکڑی کا جالا، زرہِ بکتر سے زیادہ مفید ہوا۔



مَاسَامَنِي الدَّهرُ ضَيماً وَّاستَجَرتُ بِهٖ	إلا وَنِلتُ جِوَاراً مِّنهُ لَم يُضَمِ
وَلا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِن يَّدِهٖ	إلا اسْتَلَمْتُ النَّدٰى مِنْ خَيرِ مُستَلَمِ

لغات:

- سَامَ: تکلیف دی۔
- ضَیم: ظلم۔

اسْتَجَرْتُ: میں نے پناہ مانگی۔

جِوَار: امان، پناہ۔

لَمْ یُضَمِ: یہ جملہ "جِوَار" کی صفت ہے یعنی، جس کا حق کم نہ کیا گیا، کامل، کما حقہ۔

غِنَی: دولت، تونگری۔

اسْتَلَمْتُ: میں نے بوسہ دیا۔ عطا کو بوسہ دینے سے مراد عطا کا، مل جانا ہے۔

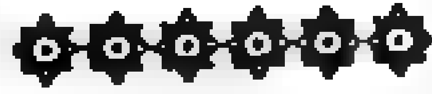
خَیْرِ مُسْتَلَمٍ: سے مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا دست مبارک ہے؛ کیوں کہ وہ تمام ہاتھوں سے، جو بوسہ دیئے جاتے ہیں، افضل ہے۔

ترجمہ:

حضرت سے زِنْہار خواہی [پناہ۔ امان] کی حالت میں زمانہ نے مجھ پر ظلم نہ کیا، مگر اس حال میں کہ مجھے اس ظلم سے کماحقہ امان مل گئی اور نہ میں نے دین و دنیا کی دولت حضرت کے ہاتھ سے طلب کی، مگر اس حال میں کہ مجھے بہترین ہاتھ سے عطا مل گئی۔

تشریح و مطلب:

جب کبھی میں نے کسی مصیبت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے پناہ مانگی، مجھے پوری پناہ مل گئی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مصیبت میں، میں نے حضور سے پناہ مانگی ہو اور نہ ملی ہو۔ اسی طرح جب کبھی میں نے آپ سے دین و دنیا کی دولت طلب کی، تو مجھے فوراً آپ سے مل گئی؛ کیوں نہ ہو، آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے۔



لا تُنکِرِ الوَحيَ مِن رُؤيَاہُ إنّ لَهُ	قَلباً إذا نَامَتِ العَينَانِ لَم يَنَم

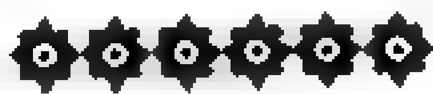
ترجمہ:

وحی جو حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خواب میں ہو، اس سے انکار نہ کر؛ کیوں کہ آپ کا دل نہیں سوتا، جب کہ آپ کی آنکھیں سوتی ہیں۔

تشریح و مطلب:

اے منکر! تو اس وحی سے انکار نہ کر، جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں ہوتی تھی؛ کیوں کہ جب آپ کی آنکھیں سو جاتی تھیں، تو دل بیدار ہی رہتا، جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام خود فرماتے ہیں:

«إنَّ عَينَيَّ تَنَامَانِ، وَلَا يَنَامُ قَلبِي» بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (۳۵)



فَذَاکَ حِينَ بُلُوغٍ مِن نُبُوّتِهِ	فَلَيسَ يُنكَرُ فِيهِ حَالُ مُحتَلِم

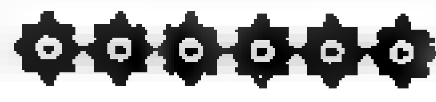
ترجمہ:

سو وہ زمانِ نبوت کے پہنچنے کے وقت تھا؛ لہذا اس وقت بالغ کے حال کا انکار نہیں ہو سکتا۔

تشریح و مطلب:

وحی کا خواب میں ہونا زمانِ نبوت کے پہنچنے کے وقت تھا، جب کہ عمر شریف چالیس سال کی تھی، پس ایسی صورت میں آپ کی وحیِ خواب سے انکار نہیں ہو

سکتا۔ وحی ابتدا میں، حالتِ نوم میں، بذریعہ رویائے صادقہ شروع ہوئی اور چھ ماہ تک یہی حال رہا، تاکہ تجلی الٰہی یا فرشتے کی شکل وصورت سے خواب میں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی قدر اِستِیناس ہو جائے اور پھر بیداری میں اس سے خوف ودہشت کم ہو۔



تَبَارَکَ اللهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ		وَلَا نَبِيٌّ عَلٰى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ

ترجمہ:

خدا پاک ومنزہ ہے، وحی اکتسابی نہیں اور نہ کوئی پیغمبر غیب میں متّہم ہے۔

تشریح ومطلب:

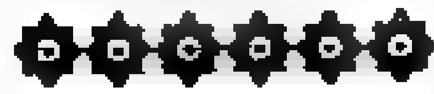
اللہ تعالٰی اپنی ذات وصفات میں پاک ومنزہ ہے، اس کی وحی اکتسابی نہیں کہ انسان اس کو ریاضات ومجاہدات سے حاصل کرسکے، بلکہ یہ تو محض وہبی ہے جس کو اللہ تعالٰی نے دے دی، دے دی؛ اس لئے خواب میں اس کے وقوع سے انکار نہیں ہوسکتا، جیسا کہ بیداری میں اس سے انکار نہیں اور جائز نہیں کہ کسی پیغمبر کو اَخبار عَنِ الْغَیب میں کذب کی تہمت دی جائے؛ کیوں کہ انبیائے کرام اور گناہوں کی طرح کذب سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

یہ شعر مضمونِ ماسبق کی دلیل ہے اور اس میں ان آیتوں کی طرف اشارہ ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا۝اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾[الجن:۲۶،۲۷][ترجمہِ کنزالایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۝سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔]

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾[التکویر:۲۴][ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔]

ایک قراءت میں "بِظَنِیْن" بھی آیا ہے جس کے معنی متّہم کے ہیں۔



كَـمْ أَبْرَأَتْ وَصِبـاً بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ		وَأَطْلَقَتْ أَرِبــاً مِنْ رِبْــقَةِ اللَّمَمِ

لغات:

أَبْرَأَتْ: چنگا کر دیا۔

وَصِب: بیمار۔

رَاحَة: ہتھیلی۔

أَرِب: سخت محتاج، مراد: دیوانہ۔

رِبْـقَة: حلقہ۔

لَمَم: ایک قسم کا جنون۔

ترجمہ:

بارہا حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ہتھیلی نے چھو کر چنگا کر دیا اور دیوانہ کو دیوانگی کی قید سے رہا کر دیا۔

تشریح ومطلب:

شرحبیل جعفی کی ہتھیلی میں ایک گلٹی سی تھی، جس کے سبب سے وہ تلوار کا قبضہ اور گھوڑے کی باگ نہیں پکڑ سکتے تھے، انہوں نے حضرت صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم سے شکایت کی، آپ نے اپنی ہتھیلی سے اس گلٹی کو رگڑا، پس اس کا نشان تک نہ رہا۔(۳۶)

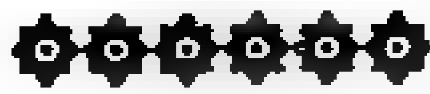
ابیض بن حمال کے چہرے پر داد[کھجلی جیسی جلدی بیماری] تھی، جس سے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کے چہرے پر اپنا دستِ شفا پھیرا، اسی دن چنگا[چہرہ صاف شفاف] ہو گیا۔(۳۷)

ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر آئی اور عرض کی کہ اس کو جنون ہے، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا، لڑکے کو قے ہوئی اور اس میں کالے کتے کا، پلا[بچہ] نکلا اور فوراً آرام ہو گیا۔(۳۸)

جنگِ اُحد میں قتادہ کی آنکھ کو صدمہ پہنچا اور رخسار پر آپڑی، تجویز ہوئی کہ کاٹ دی جائے، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو اور اسے بلا کر اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا، فوراً ایسی درست ہو گئی کہ کوئی یہ نہ بتا سکتا تھا کہ دونوں میں سے کس آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا۔(۳۹)

عبداللہ بن عتیک جب ابو رافع یہودی کو قتل کر کے اس کے گھر سے نکلے، تو زینہ پر سے گر کر ان کی ساق ٹوٹ گئی، انہوں نے اپنے عمامہ سے باندھ لی، جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا کہ پاؤں پھیلاؤ، عبداللہ نے پاؤں پھیلایا، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ شفا پھیرا، اس وقت ایسی درست ہو گئی کہ گویا کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔(۴۰)

اس طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔



وَأَحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهُ	حَتّىٰ حَكَتْ غُرَّةً فِي الْأَعْصُرِ الدُّهُمِ
بِعَارِضٍ جَادَ أَوْ خِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا	سَيْبٌ مِنَ الْيَمِّ أَوْ سَيْلٌ مِنَ الْعَرِمِ

لغات:

سَنَةَ الشَّهْبَاءَ: وہ سالِ قحط جس میں بارش و سبزی نہ ہو۔

حَكَتْ: مشابہ ہوا۔

غُرَّةً: سفیدی، قدرِ درہم سے زائد، جو گھوڑے کی پیشانی پر ہو۔

أَعْصُر: زمانے، "عصر" واحد۔

دُهُمِ: سیاہ، "ادھم" واحد۔ "أَعْصُرِ الدُّهُمِ" سے مراد زمانے ہیں، جن میں سبزی و طراوت کی کثرت سے زراعت و فصل سیاہ نظر آتی ہو۔

عَارِض: بادل، "بِعَارِضٍ" متعلق ہے "أَحْيَت" سے۔

جَادَ: بہت برسا۔

بِطَاح: وادیاں یا، رو کے پانی کی گزرگاہیں جن میں سنگریزے ہوں، "بطحاء" یا "أبطح" واحد۔

يَم: دریا۔

عَرِم: پشتہ یا بند جو پانی کو روکے رکھے، "سیلِ عرم" سے مراد: وہ آبِ بسیار و تند ہے، جو بند کو توڑ دے۔

ترجمہ:

بارہا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا نے ایک بادل کے ذریعہ مردہ سال کو زندہ کر دیا، یہاں تک کہ وہ سال نہایت سرسبز زمانوں کی پیشانی میں سفیدی کی مانند ہو گیا اور وہ بادل، اس قدر برسا کہ تو نے وادیوں کو اس کے سبب سے سیل دریا یا سیل عرم خیال کیا۔

تشریح و مطلب:

سیل عرم کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ (۴۱)

سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان نے شہر مارب یا سبا بسایا تھا، جو صنعاء سے تین چار روز کا راستہ ہے، سبا مذکور ستر نہریں کھود کر اطراف سے اس میں پانی لایا، اس پانی کی روک کے لئے اس نے دو پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط بند بنوایا، جسے عرم یا سدِ مارب کہتے تھے، اس بند میں اوپر نیچے تین دروازے رکھے ہوئے تھے، پانی کی افراط کے سبب سے وہاں باغات کثرت سے ہو گئے اور زمین کی پیداوار بہت بڑھ گئی ،جب وہاں کے باشندوں نے نعمتوں کی ناشکری کی اور پیغمبروں کو جھٹلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھچھوندر کو ان پر مسلط کر دیا، اس نے بند میں سوراخ کر دیا، جس سے وہ بند ٹوٹ گیا اور پانی ان کے باغات اور مکانات کو بہا لے گیا۔ (۴۲)

مطلب یہ ہے کہ بارہا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے ایک بادل کے ذریعہ خشک سال، ایسا سرسبز و شاداب ہو گیا کہ سرسبز زمانوں کی پیشانی میں زیب و زینت ہو گیا اور ان سے بڑھ گیا اور وہ بادل اس کثرت سے برسا کہ وادیاں

لبالب ہو گئیں، دیکھنے والوں کو گمان ہوتا تھا کہ ان وادیوں میں دریا ٹوٹ کر آپڑا ہے یا سیل عرم آپڑا ہے۔



چھٹی فصل:
فضائل وشرفِ قرآن

دَعْنِيْ وَوَصْفِيْ آيَاتٍ لَهُ ظَهَرَتْ	ظُهُوْرَ نَارِ الْقِرٰى لَيْلاً عَلٰى عَلَمِ
فَالدُّرُ يَزْدَادُ حُسْناً وَهُوَ مُنْتَظِمٌ	وَلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْراً غَيْرَ مُنْتَظِمِ
فَمَا تَطَاوَلَ آمَالُ الْمَدِيْحِ إِلَى	مَا فِيْهِ مِنْ كَرَمِ الْأَخْلَاقِ وَالشِّيَمِ

لغات:

قِرٰی: مہمانی۔

تَطَاوَلَ: فعل ماضی، "تَطَاوُل" کسی چیز کو دیکھنے کے وقت گردن اٹھانا۔

مَدِیْح: ستائش۔

شِیَم: عادتیں، "شیمة" واحد۔

ترجمہ:

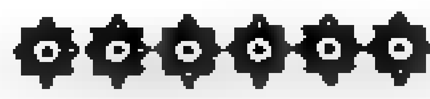
مجھے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات بیان کرنے دے، جو یوں روشن ہیں، جیسا کہ رات کے وقت مہمانی کی آگ روشن ہوتی ہے؛ کیوں کہ لڑی میں پروئے ہوئے موتی کا حسن زیادہ ہوتا ہے، گو، بن پروئے بھی اس کی قدر کم نہیں ہوتی اور اس لئے کہ ستائشِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزوئیں، آپ کے اخلاقِ کریمہ اور عاداتِ ستودہ کو، گردن ابھار کر نہیں دیکھ سکیں۔

تشریح و مطلب:

کچھ معجزات اوپر بیان ہونے کے بعد ان شعروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا کوئی اختصار پسند ناصح کہتا ہے کہ بس اب معجزات کو جانے دو، کچھ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کا بیان کرو؛ کیوں کہ ممدوح علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزے ایسے ظاہر وباہر ہیں، جیسے آگ، جو عرب کے مہمان نواز، اونچے اونچے ٹیلوں اور پہاڑوں پر رات کے وقت روشن کر دیا کرتے تھے؛ تاکہ مسافر دور سے دیکھ کر آجائیں۔ اس پر شاعر جواب دیتا ہے کہ بے شک حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات ایسے روشن ہیں، جیسا کہ تو کہتا ہے، مگر میں معجزات ہی کا ذکر جاری رکھوں گا، بدو وجہ:

اول: یہ کہ نظم میں لانے سے ان کا حسن زیادہ ہو جائے گا؛ اس لئے کہ وہ موتیوں کی مانند ہیں، جن کا حسن لڑی میں پرونے سے دوبالا ہو جاتا ہے۔

دوسری: یہ کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ وعاداتِ ستودہ کی کوئی حدونہایت نہیں؛ اس واسطے کسی مداح کی آرزوئیں، ان میں کامیاب نہیں ہوئیں؛ کیوں کہ ان کا صحیح اندازہ لگانا محال ہے؛ لہٰذا شاعر آگے معجزات ہی کا ذکر جاری رکھتا ہے۔



قَدِيمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوفِ بِالْقِدَمِ		آيَاتُ حَقٍّ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ

لغات:

آیاتُ حَقٍّ: آیات جو متصف بحق ہیں، مراد: آیاتِ قرآن۔

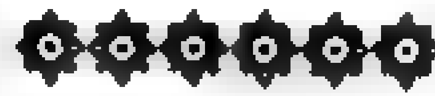
مَوْصُوْف بِالْقِدَمِ: قدیم یعنی، ذاتی۔

ترجمہ:

آیاتِ قرآن جو حق ہیں، خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، وہ حادث ہیں اور قدیم، اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں۔

تشریح و مطلب:

آیاتِ قرآن حق کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، وہ بلحاظِ الفاظ کے، حادث ہیں اور بلحاظِ معانی کے، قدیم ہیں، جو ذاتِ الٰہی کے ساتھ قائم ہیں اور اس کی ایک صفت ہیں۔ آئندہ گیارہ شعروں میں ان آیات کے دیگر اوصاف مذکور ہیں۔



لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَهِيَ تُخْبِرُنَا		عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَعَنْ إِرَمِ

لغات:

مَعَاد: جائے بازگشت، عالمِ آخرت۔

عاد: ایک شخص کا نام ہے، جو عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ہے، پھر لفظِ عاد قبیلہ کا نام ہو گیا۔ ان میں پہلوں کو عادِ اولیٰ یا عادِ ارم کہتے ہیں اور ان کے بعد آنے والوں کو عادِ اُخریٰ بولتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ عادِ اولیٰ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی اور عادِ اُخریٰ ارم تھی۔

ترجمہ:

وہ آیاتِ قرآن کسی زمانے سے مقرون نہیں اور ہمیں عالمِ آخرت اور عاد اور ارم کی خبر دیتیں ہیں۔

تشریح و مطلب:

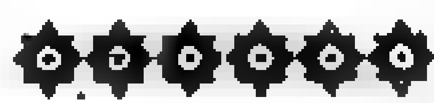
وہ آیتیں بلحاظِ معانی کے، کسی زمانے سے مقرون نہیں؛ کیوں کہ قدیم ہیں، زمانی نہیں؛ کیوں کہ جب زمانہ نہ تھا وہ موجود تھیں، ان آیتوں میں معاد اور عاد اور ارم کی خبریں ہیں، چناں چہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾[الروم:۲۷]

[ترجمہ کنزالایمان: اور وہی ہے کہ اوّل بناتا ہے، پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے۔]

﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾[الاعراف:۶۵][ترجمہ کنزالایمان: اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا، کہا: اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔]

﴿اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ﴾[الفجر:۶][ترجمہ کنزالایمان: کیا تم نے نہ دیکھا، تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا]



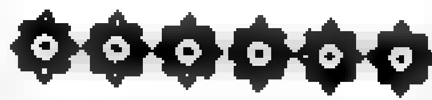
دَامَتْ لَدَیْنَا فَفَاقَتْ کُلَّ مُعْجِزَةٍ		مِنَ النَّبِیِّیْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

ترجمہ:

وہ آیات ہمیشہ کے لئے ہمارے پاس موجود ہیں؛ اس لئے وہ کُل معجزوں پر، جو پیغمبروں سے صادر ہوئے، فائق ہیں؛ کیوں کہ وہ معجزے ظہور میں آئے اور باقی نہ رہے۔

تشریح و مطلب:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے زمانے میں جو معجزے دکھائے، ان کا وجود ان پیغمبروں کی صرف حیاتِ دنیوی تک رہا، مگر حضورِ انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ایک معجزہ، جو زندہ معجزہ کہلاتا ہے، ان سب معجزوں پر فوقیت رکھتا ہے، وہ کیا ہے؟ قرآنِ مجید، جو آج تک ہمارے پاس موجود ہے اور اسی طرح قیامت تک ہمیشہ ہمارے سینوں میں، ہمارے گھروں میں، ہماری زبانوں پر، ہمارے بچوں کی زبانوں پر رہے گا۔ دوسرے معجزوں کی طرح نہیں کہ ایک وقت وجود میں آئے اور جاتے رہے یا ایک مکان میں ہوئے، دوسرے میں نہ ہوئے۔



لِـذِيْ شِـقَـاقٍ وَمَا تَبْغِيْنَ مِنْ حَكَمِ		مُحَكَّـمَاتٌ فَمَـا تُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ

لغات:

مُحَكَّمَات: محکم بنائی گئی۔

شُبَہ: جمع "شبھة" کی۔

ذِي شِقَاق: مخالف۔

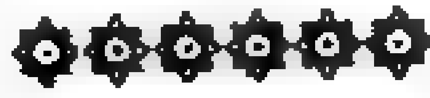
حکَمِ: حاکم، منصف، جو دو فریق کے درمیان فیصلہ کرے۔

ترجمہ:

وہ آیات محکم بنائی گئی ہیں، سو وہ کسی مخالف کے شبہات باقی نہیں چھوڑتیں اور نہ کسی اور حکم کی محتاج ہیں۔

تشریح ومطلب:

اللہ تعالی نے آیاتِ قرآن کو امورِ متنازعہ میں حکم بنایا ہے، وہ کسی مخالف کا شبہ باقی نہیں رہنے دیتیں، ان کا فیصلہ ناطق ہے؛ کیوں کہ ان کے دلائل وبراہین ایسے واضح ہیں کہ کسی اور حکم کی ضرورت نہیں، جو فیصلہ کرے کہ مخالف باطل پر ہے۔



مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ إِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ	أَعْدَى الأَعَادِيْ إِلَيْهَا مُلْقِيَ السَّلَم

لغات:

مَا حُوْرِبَتْ: محاربہ، آپس میں جنگ کرنا، معارضہ۔

حَرَب: شدت، غضب، معارضہ۔

أَعْدَى الأَعَادِيْ: سخت ترین دشمنان۔

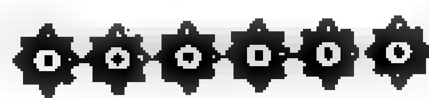
سَلَم: تسلیم کرنا۔

ترجمہ:

جب کبھی ان آیتوں کا معارضہ کیا گیا، دشمن سے دشمن بھی تسلیم کرتا ہوا معارضہ سے باز آیا۔

تشریح ومطلب:

فصحا وبلغا میں سے جب کسی بڑے سے بڑے مخالف نے اپنے کلام کے ساتھ قرآنِ کریم کی آیتوں کا مقابلہ کیا، وہ آخر کار عاجز آگیا اور گردن تسلیم خم کرلی۔



رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوَى مُعَارِضِهَا	رَدَّ الْغَيُوْرِ يَدَ الْجَانِيْ عَنِ الْحُرَم

لغات:

بَلاغَت: کلام کا تراکیب غیر مانوس و الفاظِ ثقیل وغیرہ سے پاک ہونا، فصاحت کہلاتا ہے اور باوجود فصاحت کے، حال و موقع کے مقتضی کے مطابق ہونا، بلاغت ہے۔

مُعَارِض: مقابلہ کرنے والا۔

غَیُور: سخت غیرت والا۔

جَـانِي: گناہ گار۔

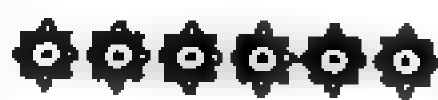
حُرَم: جمع "حرمت"، مراد: پردہ نشین عورتیں یا حرم ہے، جس کے معنی وہی ہیں یا گھر کی چار دیواری۔

ترجمہ:

آیاتِ قرآن کی بلاغت نے معارضہ کرنے والے کے دعوی کو رد کر دیا، جس طرح نہایت غیرت مند انسان کسی بدکردار کے ہاتھ کو اپنے حرم سے روکتا ہے۔

تشریح و مطلب:

جس طرح مردِ غیور اپنے حرم پر زد نہیں آنے دیتا یعنی، اس پر غیروں کی دست اندازی نہیں ہونے دیتا، اسی طرح قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت مخالفوں کے دعویٰ کو رد کر دیتی ہے۔



لَهَا مَعَـانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَـدَدٍ		وَفَوْقَ جَوْهَرِه فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ
فَمَا تُـعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَائِبُهَا		وَلَا تُسَامُ عَلَى الْإِكْثَارِ بِالسَّأَمِ

لغات:

مَدَد: زیادت۔

قِیَم: "قیمۃ" واحد۔

لاتُسَام: متّصف نہیں۔

سَأِمَ: ملول ہونا، اکتا جانا۔

ترجمہ:

آیاتِ قرآن کے معانی زیادتی اور کثرت میں سمندر کی لہر کی مانند ہیں اور خوبصورتی اور قیمتوں میں گوہر دریا سے بڑھ کر ہیں؛ اس لئے ان کے عجائبات نہ گنے جاسکتے ہیں اور نہ ضبط ہوسکتے ہیں اور وہ آیتیں، باوجود کثرتِ تکرار کے، ملالِ طبع سے متّصف نہیں۔

تشریح و مطلب:

آیاتِ قرآن کے معنی یعنی، مدلولات و مقاصد سمندر کی لہروں کے مانند، بے حد و بے نہایت ہیں؛ اس لئے ان کے لطائف و نکات و اسرار بھی بے حد و بے نہایت ہیں؛ چوں کہ وہ آیتیں حسن و خوبی اور قدر و شرف میں غیرت درہائے بحر (وہ سمندر کے درِ نایاب سے بھی سوا) ہیں؛ اس لئے قاری ان کو بار بار تلاوت کرنے سے اکتاتا نہیں، بلکہ جتنی دفعہ زیادہ پڑھتا ہے، اس کو اتنا ہی زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے۔

حدیثِ "ترمذی" میں قرآن کی نضیلت میں یوں وارد ہے:

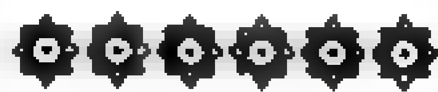
«وَلَا یَخْلَقُ عَلٰی کَثْرَةِ الرَّدِّ، وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ»(۴۳)

یعنی، باوجود بار بار تلاوت کے، قرآن کا لطف کم نہیں ہوتا اور اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ اِنتھی۔

غرض ان آیتوں میں وہ بات نہیں، جو شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرما گئے ہیں:

سخن گرچه دلبند و شیریں بود
سزاوار شاباش و تحسیں بود
چو یکبار گفتی مگو باز پس
که حلوا چو یکبار خورد ندد بس

[کلام اگرچہ دل کو لبھانے والا اور میٹھا ہو، لائقِ تحسین وشاباش ہو، مگر جو بات ایک بار کہہ، تو بس پھر دوبارہ نہ کہو؛ کیوں کہ میٹھا پے در پے نہیں کھایا جاسکتا]



قَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيْهَا فَقُلْتُ لَـهُ	لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللهِ فَاعْتَصِمِ
إِنْ تَتْلُهَا خِيفَةً مِنْ حَرِّ نَارِ لَظَى	أَطْفَأْتَ حَرَّ لَظَى مِنْ وِرْدِهَا الشَّبِمِ

لغات:

حَبْلُ اللهِ: اللہ کی رسی یعنی، وہ چیز جو اللہ تک پہنچادے، مراد: قرآن مجید۔

اعْتَصِمِ: فعل امر، اعتصام، چنگل مارنا، پکڑنا۔

لَظي: آتش شعلہ زن، دوزخ۔

وِرْدِ: گھاٹ، پانی۔

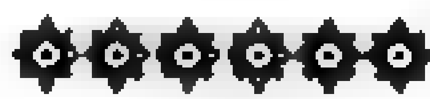
شَبِمِ: سرد۔

ترجمہ:

ان آیات کے سبب سے پڑھنے والے کی آنکھ ٹھنڈی ہو گئی؛ اس لئے میں نے اس سے کہا: قسم بخدا کہ تجھے خدا کی رسی مل گئی، تو اسے پکڑے رہ، اگر تو ان آیتوں کو آتشِ جہنم کے ڈر سے پڑھے گا، تو وہ اپنے ٹھنڈے پانی سے آتشِ دوزخ کو بجھا دے گی۔

تشریح و مطلب:

ان آیتوں نے اپنے پڑھنے والے کی آنکھ کو سرور سے ٹھنڈا کر دیا، یہ دیکھ کر میں نے اس سے کہا: خدا کی قسم! تجھے خدا تک پہنچنے کا ذریعہ مل گیا، تو اسے مضبوط پکڑے رہنا اور اس کے احکام پر عمل کرتے رہنا، اگر تو ان آیتوں کو دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے پڑھا کرے گا، تو بے شک ان کے ذریعے دوزخ سے بچ جائے گا؛ کیوں کہ یہ آیتیں مثل پانی کے ہیں۔ پانی اگر اجسام کی حیات کا سبب ہے، تو یہ ارواح کی حیات کا سبب ہیں، پانی اگر آتشِ تشنگی کو بجھانے والا ہے، تو یہ آتشِ دوزخ کو سرد کرنے والی ہیں۔



كَأَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوهُ بِهِ		مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَاؤُوهُ كَالْحِمَمِ

لغات:

غُصَاة: گناہ گار، "عاصی" واحد۔

حِمَمِ: کوئلے، "حممة" واحد۔

ترجمہ:

گویا یہ آیتیں حوض ہیں، جس سے گناہ گاروں کے چہرے سفید ہو جائیں گے، حالاں کہ وہ اس حوض پر آنے سے پہلے کوئلوں کی طرح سیاہ ہوں گے۔

تشریح و مطلب:

اس شعر میں حوض سے مراد "نہرِ حیات" ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ جن گناہ گاروں کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہے، ان کو دوزخ سے نکال دو، پس وہ دوزخ سے اس حال میں نکلیں گے کہ آگ سے جھلسے ہوئے، مثل کوئلوں کے ہوں گے، پھر وہ نہرِ حیات میں ڈال دیے جائیں گے، جس کے پانی سے ان کی سیاہی دور ہو جائے گی اور وہ بہت جلد ترو تازہ ہو جائیں گے، جس طرح کہ ساگ پات کا بیج، پانی کے رو کے، خس و خاشاک میں اگ کر جلد ترو تازہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ حدیثِ "صحیحین" میں وارد ہے۔ (۴۴)

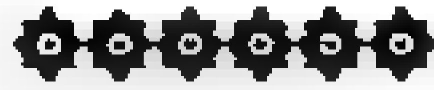
اور "مسلم" میں ہے کہ قرآن قیامت کے دن قرآن خوانوں کی شفاعت کرے گا۔

«اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ» (۴۵)

[ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھا کرو؛ کیوں کہ وہ قیامت کے دن اصحاب قرآن [حفظ و قراءت اور عمل کرنے والوں] کا سفارشی بن کر آئے گا۔]

پس شعر کا مطلب یہ ہوا کہ سیاہ روئی کے دور کرنے میں قرآن، مثل نہرِ حیات کے ہے، جس طرح آتشِ دوزخ سے جھلسے ہوئے گناہ گاروں کے سیاہ چہرے،

نہر حیات کے پانی سے نورانی ہو جائیں گے، اسی طرح گناہوں سے سیاہ رو قاریوں کے چہرے، قرآن کریم کی شفاعت سے نورانی ہو جائیں گے۔



وَ کَالصِّرَاطِ وَ کَالْمِیْزَانِ مَعْدِلَـةً		فَالْقِسْطُ مِنْ غَیْرِهَا فِی النَّـاسِ لَمْ یَقُمِ

لغات:

صِرَاط: جو پل صراط کر کے مشہور ہے، قیامت کے دن دوزخ پر ہو گا، وہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہے۔ سب کو اس پر گزرنا ہو گا، مومن اپنے مرتبے کے موافق، کوئی آنکھ جھپکنے میں، کوئی بجلی کی مانند، کوئی تیز ہوا کی مانند، کوئی پرندوں کی مانند، کوئی تیز رفتار گھوڑوں کی مانند، کوئی اونٹوں کی مانند، سب اس پر سے گزر جائیں گے اور کفار و منافقین کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

مِیْزَان: وہ ترازو ہے، جس میں قیامت کے دن بندوں کے نیک و بد اعمال تولے جائیں گے، وہ تول کانٹے کی تول ہو گی، نہ رتی بھر زیادہ، نہ رتی بھر کم؛ اس لئے اس کا عدل ظاہر ہے۔

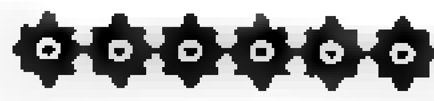
قِسْط: دل۔

ترجمہ:

وہ آیات، عدل میں پل صراط اور میزان کی مانند ہیں، لہذا ان کے سوا کسی اور کا عدل لوگوں میں قائم نہ رہا۔

تشریح و مطلب:

جس طرح صراط ومیزان سے حق وباطل میں امتیاز ہو جائے گا، اسی طرح آیاتِ قرآن سے حق وباطل میں امتیاز ہو جاتا ہے؛ اس لئے دیگر کتبِ سماویہ کا عدل امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں قائم نہ رہا، بلکہ منسوخ ہو گیا۔



لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحَ یُنْکِرُهَا		تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَیْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ
قَدْ تُنْکِرُ الْعَیْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَّمَدٍ		وَیُنْکِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمِ

لغات:

حَسُوْد: بڑا حاسد۔

فَهِمِ: تیز فہم۔

رَمَد: آنکھ کا دکھنا، آنکھ کی سفیدی کا سرخ ہو جانا اور پانی بہنا۔

فَم: منہ، ضرورتِ وزن کے لئے میم مشدد ہے۔

سَقَمِ: بیماری۔

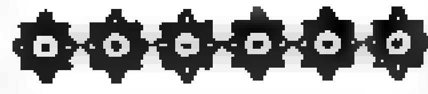
ترجمہ:

تو بڑے حاسد پر تعجب نہ کر، جواز روئے تجاہل ان آیات کا انکار کرتا ہے، حالاں کہ وہ ماہر وفہیم ہے۔ کبھی آنکھ، رمد کے سبب آفتاب کی روشنی کا انکار کرتی ہے اور منہ بیماری کے سبب پانی کے ذائقہ کا انکار کرتا ہے۔

تشریح و مطلب:

بڑے بڑے فصحا وبلغا قرآنِ مجید کی فصاحت وبلاغت کا لوہا مان گئے تھے اور مانتے ہیں اور مانتے رہیں گے، یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص حسد وعناد کی وجہ

سے اس کے کلامِ الٰہی ہونے سے انکار کر دے۔ اس کا یہ انکار ازروئے جہل [نہ جاننے کے طور پر] نہیں، بلکہ ازروئے تجاہل [جان کر انجان بننے / نہ ماننے کے طور پر] ہے، اس پر تعجب نہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ دکھتی آنکھ کو سورج کی روشنی بری معلوم ہوتی ہے اور بیمار کو پانی بدمزہ لگتا ہے۔



ساتویں فصل:

معراج النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

یَا خَیْرَ مَنْ یَمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَہٗ		سَعْیاً وَفَوْقَ مُتُوْنِ الْأَیْنُقِ الرُّسُمِ
وَمَنْ ھُوَ الْآیَۃُ الْکُبْرٰی لِمُعْتَبِرٍ		وَمَنْ ھُوَ النِّعْمَۃُ الْعُظْمٰی لِمُغْتَنِمِ
سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلاً إِلٰی حَرَمٍ		کَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

لغات:

یَمَّمَ: قصد کرنا۔

عَافُوْنَ: جمع "عاف" کی بمعنی سائل۔

سَاحَۃ: گھر کا آنگن، مراد: چار دیواری۔

مُتُوْن: جمع "متن" کی بمعنی پشت۔

أَیْنُق: جمع "ناقۃ" کی اونٹنی۔

رُسُمِ: جمع "رسوم" کی، وہ اونٹنی جس کی رفتار سے زمین پر نشان پڑ جائیں۔

مُغْتَنِم: غنیمت سمجھنے والا۔

سَرَیْتَ: تو رات کو چلا۔

حَرَم: مکانِ محترم، پہلے "حرم" سے کعبہ اور دوسرے سے "بیت المقدس" مراد ہے۔

لَیْلاً: کی تنوین تقلیل کے لئے ہے یعنی، رات کے ایک حصہ میں۔

ظُلَم: تاریکیاں، "ظلمة" واحد۔

ترجمہ:

اے سب سے اچھے سخی! جس کی بارگاہ میں اہلِ حاجت پیادہ اور تیز رفتار اونٹنیوں کی پیٹھ پر چلے آتے ہیں اور اے وہ ذاتِ بابرکات! جو عبرت پکڑنے والے کے لئے بڑا نشان اور غنیمت سمجھنے والے کے لئے بڑی نعمت ہے، آپ رات کے ایک حصہ میں، حرمِ مکہ سے حرمِ بیت المقدس تک تشریف لے گئے، جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، اندھیری رات میں چلتا ہے۔

تشریح ومطلب:

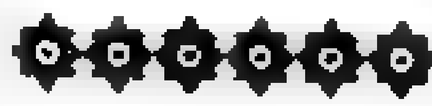
پہلے شعر میں شاعر جناب ممدوح علیہ الصلوۃ والسلام کو مخاطب کر کے مدحِ غائب سے مدحِ حاضر کی طرف رجوع کرتا ہے، اس کو "التفات" کہتے ہیں۔ یہ شعر مدحِ حاضر کا توطیہ ہے، اس سے پایا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اکبر و نائبِ مطلق ہیں، جو باذنِ الٰہی لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

دوسرے شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آیتِ کبریٰ اور نعمتِ عظمیٰ ہونے کا ذکر ہے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عظیمہ اور شمائلِ ستودہ کا مطالعہ کیا جائے، تو یقین ہو جاتا ہے کہ آپ کا وجود شریف سرتاپا آیتِ کبریٰ ہے، اسی طرح آپ کے نعمتِ عظمیٰ ہونے میں بھی شک نہیں، اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾[آل عمران:۱۶۴]

[ترجمہِ کنزالایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں، انہیں میں سے، ایک رسول بھیجا۔]

تیسرے شعر میں، جو جوابِ ندا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج مبارک کا بیان ہے۔ یہ معراج جسم اطہر کے ساتھ حالتِ بیداری میں تھا۔ پہلے آپ براق پر، حرمِ کعبہ سے حرم بیت المقدس میں پہنچے، وہاں سے آسمانوں کو طے کرتے ہوئے اوپر تشریف لے گئے، جیسا کہ آگے بیان ہوتا ہے۔



وَبِتَّ تَرْقٰى إِلٰى أَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً		مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

لغات:

بِتَّ: فعل ناقص ہے، "بیتوتة" رات بسر کرنا۔

قَابَ: مقدار، قبضہِ کمان سے گوشہِ کمان تک کا فاصلہ۔

لَمْ تُرَمْ: قصد نہ کیا گیا۔

ترجمہ:

اور آپ اوپر کو چڑھتے رہے، یہاں تک کہ ایسے مقام پر پہنچے کہ خدا تعالیٰ اور آپ کے درمیان دو کمان کا فاصلہ رہ گیا، اس مقام پر کوئی نہیں پہنچا اور نہ کسی نے پہنچنے کا قصد کیا۔

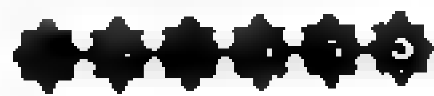
تشریح و مطلب:

"قَابَ قَوْسَيْن" کے لفظی معنٰی مقدار دو کمان ہے، اس سے مراد کمال قرب ہے اور یہ حسبِ محاورہ واستعمالِ عرب ہے؛ کیوں کہ جب دو امیر یا بادشاہ باہم صلح وعقد کیا کرتے تھے، تو ہر ایک اپنی کمان کا گوشہ دوسرے کی کمان کے گوشہ سے ملا

دیا کرتا تھا۔ اگر "قَابَ" کے دوسرے معنی لیں، تو اس میں قلب سمجھئے یعنی، اصل میں قابِ قوس (کمان کے دو قالب) تھا، قلب سے "قَابَ قَوْسَیْن" ہو گیا۔ بہر حال اس سے مراد کمالِ قربِ معنوی اور رفعِ قدر و منزلت ہے، قربِ مکانی مراد نہیں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزّہ ہے۔ "اعتقاد نامہ" مولانا جامی میں ہے:

چوں شد اطباق آسمانہا طے
ماندہ در سدرہ جبرئیل از وے
رفت از آنجا بیاریٔ رفرف
بمقامے ز پیشتر اشرف
بلکہ جائے کہ جا نبو آنجا
محرمے جز خدا نبود آنجا
و دیدنہا بدید آنچہ بدید
وآنچہ بود از شینیدی بشنید
روئے از آنجا بجائے خویش آورد
خوابگاہش ہنوز ناشندہ سرد

[یعنی، جب آسمانوں کے طبق طے کر چکے، تو حضرت جبرئیل سدرہ پر رہ گئے، وہاں سے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفرف کی معیّت میں اُس مقام کی طرف گئے، جو پہلے مقام سے بھی زیادہ شرف والا ہے، بلکہ وہ، وہ مقام ہے کہ جائے مکان نہیں اور اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی محرم نہیں۔ جو دیکھنا تھا، دیکھا اور جو سننا تھا، وہ سنا، پھر اہلِ خانہ کر طرف یوں تشریف لائے کہ ابھی بستر ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔]



وَقَدَّمَتْکَ جَمِیعُ الأَنْبِیَاءِ بِهَا		وَالرُّسْلُ تَقْدِیمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمِ

لغات:

قَدَّمَتْکَ: آپ کو نماز میں امام بنایا۔

بِهَا: میں ضمیر بیت المقدس کی طرف راجع ہے۔

الرُّسْلُ: میں ضرورتِ وزن کے لئے سین کو ساکن پڑھا گیا، اس کا عطف انبیا پر ہے۔

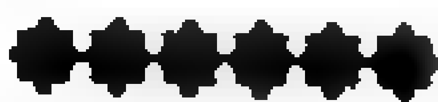
خَدَم: جمع "خادم" کی ہے۔

ترجمہ:

اور بیت المقدس میں تمام نبیوں اور رسولوں نے آپ کو اپنا امام بنایا، جس طرح کہ آقا اپنے خادموں کا پیشوا ہوتا ہے۔

تشریح و مطلب:

حدیثِ "مسلم" و "نسائی" میں وارد ہے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام بیت المقدس میں داخل ہوئے، تو تمام پیغمبر وہاں جمع ہو گئے اور نماز کا وقت آگیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنایا۔(۴۶) شعر میں اسی امامت کی طرف اشارہ ہے اور تقدیم کا اسناد پیغمبروں کی طرف اس واسطے ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت پر راضی ہو گئے۔ گویا خود انہوں نے آپ کو امام بنایا۔



وَأَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ		فِی مَوْکِبٍ کُنْتَ فِیهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَأْوًا لِمُسْتَبِقٍ	مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًی لِمُسْتَنِمِ
خَفَضْتَ کُلَّ مَقَامٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ	نُوْدِیْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

لغات:

تَخْتَرِقُ: اختراق، پھاڑنا۔

سَبْعَ طِبَاق: سے مراد: سات آسمان ہیں۔

مَوْکِب: سواروں کی جماعت، مراد: فرشتوں کی جماعت۔

شَأْوٌ: غایت۔

مُسْتَبِق: طالبِ سبقت، سبقت لے جانے کی کوشش کرنے والا۔

دُنُوّ: قرب۔

مَرْقًی: چڑھنے کی جگہ، درجہ۔

مُسْتَنِم: چوٹی تک پہنچنے کا طالب۔

خَفَضْتَ: آپ نے پست کر دیا۔

ترجمہ:

اور آپ نے پیغمبروں پر گزرتے ہوئے، ساتوں آسمانوں کو، ایسے لشکرِ ملائکہ میں طے کیا کہ جس میں، آپ سردار و سپہ سالار تھے، یہاں تک کہ جب آپ نے طالبِ سبقت کے لئے قرب کی کوئی غایت اور طالبِ رفعت کے لئے کوئی درجہ نہ چھوڑا، تو ہر مقام کو اپنے مقامِ عالی کی نسبت پست کر دیا، جس وقت کہ آپ مثل، علم مفرد کے، رفع کر کے پکارے گئے۔

تشریح و مطلب:

آپ آسمانوں میں پیغمبروں سے بھی ملے۔ چناں چہ پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے میں حضرت یحیٰی علیہ السلام و حضرت عیسٰی علیہ السلام سے، تیسرے میں حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے میں حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں میں حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ (۴۷)

تیسرے شعر کی ساخت جن الفاظ پر مبنی ہے، ان میں تناسب نحوی ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں:

خَفض: (بمعنی کسرہ و پستی)

إضَافَت: (ترکیب اضافی و نسبت)

نُوْدِیْتَ: (مراداً بمعنی منادی)

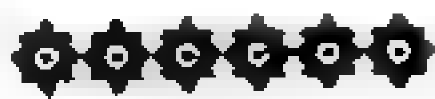
رفع: (ضمہ و بلندی)

مُفرَد: (واحد، یکتا)

عَلَم: (نام و نامور)۔ عربی میں منادیٰ مفرد مرفوع ہوا کرتا ہے۔

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ساتوں آسمانوں کو پیغمبروں سے ملتے ہوئے، اس شان و شوکت سے طے کیا کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہمرکاب تھی، آپ آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ جب آپ نے اور انبیا کے لئے جو رفعت و سبقت کے طالب تھے، کوئی غایت قربت نہ چھوڑی، تو ان سب میں آپ مرفوعُ المقام رہے اور باقی آپ کی نسبت مخفوضُ المقام، اس مقامِ رفعت

میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم مفرد ہیں، مرفوع کر کے پکارا یعنی، آپ کو ندا کر کے فرمایا: «ادن یا محمد! ادن یا محمد!» (اے محمد! اور قریب آیئے، اے محمد! اور قریب آیئے) یہاں تک کہ طالب و مطلوب کے درمیان "قَابَ قَوْسَیْن" یا اس سے بھی کم رہ گیا (۴۸)۔ اس سے ظاہر ہے اس مقامِ قربِ معنوی میں، آپ کی رفعتِ مرتبت نے، سب کی رفعتِ مراتب کو پست کر دیا۔



كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ أَيِّ مُسْتَتِرٍ	عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ أَيِّ مُكْتَتِمِ

لغات:

كَيْمَا: میں "ما" زائدہ ہے اور یہ ماسبق کی علت ہے۔

أَيِّ مُسْتَتِرٍ: صفت ہے محذوف کی یعنی "وصل مستتر"۔

أَيِّ مُسْتَتِرٍ: وہ جو پوشیدگی میں کامل ہو، نہایت ہی پوشیدہ وصل، جس پر کسی کو اطلاع نہ ہو اور نہ کوئی اس کی کُنہ تک پہنچ سکے، اسی پر "أَيِّ مُكْتَتِمِ" کے معنی قیاس کر لو۔

ترجمہ:

تا کہ آپ اس وصل سے بہرہ ور ہوں، جو لوگوں کی آنکھوں سے بالکل پوشیدہ ہے اور اس راز سے آگاہ ہوں، جو تمام خلقت سے پوشیدہ ہے۔

تشریح و مطلب:

"وصل" سے مراد جسمانی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی ہے اور "راز" سے مراد مناجات و ہم کلامی ہے، جو داعی و مدعو کے درمیان وقوع میں آئی۔ مطلب یہ کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقامِ قرب میں اس واسطے طلب کیا گیا کہ آپ کو ایسا وصلِ الٰہی نصیب ہو، جو کسی مقرب کی آنکھ نے نہ دیکھا ہو اور ان اسرارِ خفیہ پر اطلاع ہو جائے، جن سے کوئی بشر یا فرشتہ آگاہ نہ ہوا ہو۔

﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾ [النجم:۱۰][ترجمہِ کنزالایمان: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو، جو وحی فرمائی] میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مولانا جامی فرماتے ہیں:

بدیدہ آنچہ دیدن بروں بود | مپرس از ماکیفیت کہ چوں بود
نہ چندی کنجد آنجا و نہ چونی | فروبند از کمی لب وازفرونی
شنید آنکہ کلامے نے بآواز | معانی در معانی راز با راز
نہ آگاہی ازوکام وزباں را | نہ ہمراہی از و نطق و بیان را
زدرکش گوش جانرا باد درمشت | زحرفش دست دل را کوتہ انگشت
لباس فہم بز بالائے او تنگ | سمندرعقل در صحرائے او لنگ
زگفتن برتر است آن وز شنیدن | زباں زیں گفتگو باید بریدن

[یعنی، جو جیسے دیکھنا تھا ویسے دیکھا، مجھ سے کیفیت نہ پوچھ کہ کیسے دیکھا۔ نہ چند کی جگہ ہے اور نہ چوں وچرا اس کی، افراط و تفریط سے لب بند ہیں۔ کلام سنا، مگر آواز کے بغیر، معانی در معانی، راز در راز۔ نہ تو کلام وزباں کو آگاہی حاصل ہوئی اور نہ ہی نطق وبیان کو ہمراہی کی طاقت ہوئی، اس کے ادراک سے کان جان کو آجائیں اور دستِ دل کی انگلی اس کے حرف کو پہنچنے سے قاصر ہے۔ اس کے اوپر لباسِ فہم

تنگ ہے، اور عقل کا سمندر اس کے صحرا میں اپاہج و گنگا ہے، وہ مقام گفت و شنید سے بالاتر ہے، اگر گفتگو کریں، تو زبان کٹ جائے۔]



فَحُزْتَ کُلَّ فَخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَکٍ		وَجُزْتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمِ

لغات:

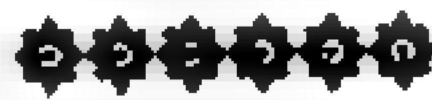
حُزْتَ: آپ نے جمع کر لیا۔

فَخَار: جس چیز پر فخر کیا جائے۔

جُزْتَ: آپ نے عبور کیا۔

ترجمہ:

پس آپ نے ہر ایک فضیلتِ قابلِ فخر کو، بلا شراکتِ غیرے حاصل کیا اور آپ ہر ایک مقام کو، بلا زحمت طے کر گئے۔



وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّیْتَ مِنْ رُتَبٍ		وَعَزَّ إِدْرَاکُ مَا أُوْلِیْتَ مِنْ نِعَمِ

لغات:

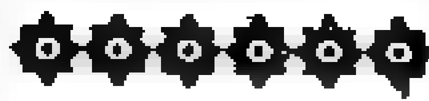
وُلِّیْتَ: آپ والی بنائے گئے۔

عَزَّ: دشوار ہوا۔

أُوْلِیْتَ: ایلاء، عطا کرنا۔

ترجمہ:

بڑی ہے قدر، ان مناصب کی، جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو متمکن کیا اور دشوار ہے ادراک، ان نعمتوں کا، جو آپ کو عطا کی گئیں۔



بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا		مِنَ الْعِنَایَةِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْهَدِمِ

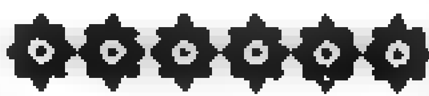
لغات:

بُشْرٰی: بشارت۔

غَیْرَ مُنْهَدِمِ: ویران نہ ہونے والا۔

ترجمہ:

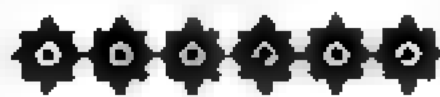
اے مسلمانوں کے گروہ! ہمارے واسطے بڑی بشارت ہے؛ کیوں کہ بعنایتِ الٰہی ہمارے پاس، ایک ویران نہ ہونے والا ستون یعنی، شریعت ہے (جو منسوخ نہ ہو گی)۔



لَمَّا دَعَی اللهُ دَاعِیْنَا لِطَاعَتِهٖ		بِأَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا أَکْرَمَ الْأُمَمِ

ترجمہ:

جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو، جو ہمیں اطاعتِ الٰہی کی طرف بلاتے ہیں، اکرم الرسل کہہ کر پکارا، تو ہم اکرم الامم ٹھہرے (کیوں کہ اکرم الرسل، اکرم الامم ہی کی طرف مبعوث ہوتا ہے)۔



آٹھویں فصل:
غزواتِ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدَا أَنْبَاءُ بِعْثَتِهِ	كَنَبْأَةٍ أَجْفَلَتْ غُفْلاً مِنَ الْغَنَمِ

لغات:

رَاعَتْ: ڈرادیا۔

عِدَا: دشمن، اسم جمع ہے یا بقول بعض "عدو" کی جمع ہے۔

أَنْبَاء: جمع "نبا" کی، "نبا" بڑی فائدہ والی خبر، جس سے علم یا غلبہ ظن حاصل ہو۔

نَبْأَة: آواز نرم خفی، شیر کی آواز۔

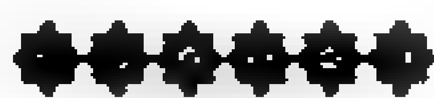
أَجْفَلَتْ: بھگادیا۔

غُفْل: غافل، جمع "اغفل" کی۔

غَنَم: بھیڑ بکریوں کا ریوڑ، اسم جمع ہے۔

ترجمہ:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رسالت کی خبروں نے، دشمنوں کے دلوں کو یوں ڈرایا، جس طرح شیر کی آواز، بے خبر بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں، ہل چل ڈال دیتی ہے۔



مَازَالَ يَلْقَاهُمْ فِيْ كُلِّ مُعْتَرَكٍ	حَتّٰى حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْماً عَلٰى وَضَمِ

لغات:

مُعْتَرَك: میدانِ جنگ۔

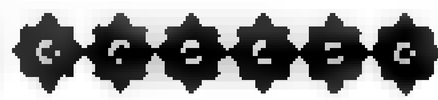
حَكَوْا: حکایت کے معنی مشابہ ہونا۔

قَنَا: نیزے، "قناۃ" واحد۔

وَضَمِ: وہ لکڑی کا تختہ، جس پر قصاب بیچنے کے لئے گوشت کاٹتے ہیں یا وہ تختہ وبوریا وغیرہ جس پر گوشت رکھتے ہیں؛ تاکہ خاک آلود نہ ہو۔

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک معرکہ میں کافروں سے لڑتے رہے؛ یہاں تک کہ وہ کافر نیزوں کے لگنے سے، تختۂ قصاب پر گوشت کی مانند ہو گئے۔



وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوْا يَغْبِطُوْنَ بِهٖ	أَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعُقْبَانِ وَالرَّخَمِ

لغات:

يَغْبِطُوْنَ: "غبطه" کے معنی رشک کرنا۔

أَشْلَاء: اعضاء "شلو" واحد۔

شَالَتْ: شول بمعنی بلند شدن۔

عُقْبَان: "عقاب" کی جمع ہے، جو ایک سیاہ رنگ کا شکاری پرندہ ہوتا ہے۔

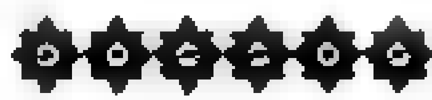
رَخَمِ: جمع "رخمه" کی، یہ بھی ایک شکاری پرندہ ہے، جیسے: گدھ، دونوں مردار خور ہیں۔

ترجمہ:

کفار بھاگنا چاہتے تھے، پس قریب تھا کہ وہ فرار کے سبب ان اعضاء پر رشک کرتے، جو عقبان ور خم کے ساتھ اوپر کی طرف اٹھے۔

تشریح و مطلب:

باوجود یہ کہ جنگ میں سے بھاگنا، اہل عرب کے نزدیک سخت معیوب و مذموم ہے، مگر کفار پر اس جنگ میں ایسی بری بنی ہوئی تھی کہ ان کو اس عار و عیب کا بھی کچھ خیال نہ تھا اور بھاگ جانے کی تمنا کرتے تھے، مگر بھاگنا ممکن نہ تھا، آخر ہار کر اس وبالِ جنگ سے نجات پانے کی غرض سے، وہ کشتیوں کے تکہ بوٹیوں پر رشک کرتے کہ کاش ہم بھی کہیں مارے جائیں اور ہمارے اعضاء کا بھی وہی حال ہو جائے، جو مقتولین کے اعضاء کا ہوا کہ بعض کو تو پرندے کھا گئے اور بعض کو اڑا لے گئے؛ تاکہ اس عذاب سے چھوٹ جائیں؛ کیوں کہ انسان سخت مصیبت کے وقت ،جب کہ نجات کی کوئی صورت نظر نہ آئے، موت کی تمنا کرنے ہی لگتا ہے۔



تَمضِي اللَّيَالِي وَلا يَدرُونَ عِدَّتَهَا	مَا لَم تَكُنْ مِنْ لَيَالِي الأَشْهُرِ الحُرُمِ

لغات:

أَشْهُر: مہینے، "شَهْر" واحد۔

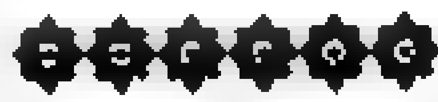
حُرُم: جمع حرام کی، "أَشْهُرِ حُرُمِ" وہ مہینے جن میں جنگ کرنا منع ہے اور وہ چار ہیں: محرم، رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ۔

ترجمہ:

راتیں گزر جاتیں اور وہ سوائے حرام مہینوں کی راتوں کے، ان کی گنتی نہ جانتے۔

تشریح و مطلب:

آئے دن جنگ کی مصیبت میں کفار ایسے بدحواس وہوش باختہ رہا کرتے تھے کہ ان کو نہ دن معلوم ہوتا تھا نہ رات، ہر وقت مصیبت کا سامنا تھا۔ البتہ جب حرام مہینے آتے، تو وہ مطمئن ہو جاتے تھے اور جانتے تھے کہ ان دنوں حضور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام جنگ سے دست بردار ہو جاتے ہیں؛ کیوں کہ ان مہینوں میں ان کی حرمت کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جدال و قتال سے منع فرمایا ہے۔



كَاَنَّمَاالدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ		بِكُلِّ قَرْمٍ اِلٰى لَحْمِ الْعِدَا قَرِمٍ

لغات:

ضَیف: مہمان۔

قَرم: قوم کا سردار۔

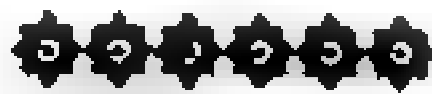
قَرِم: گوشت کا آرزومند۔

ترجمہ:

گویا دینِ اسلام ایک مہمان تھا، جو ان کے صحن میں اترا تھا اور اس کے ساتھ ہر ایک سردارِ قوم تھا، جو دشمنوں کے گوشت کھانے کا آرزومند تھا۔

تشریح و مطلب:

اوپر کے شعروں میں کفار کے قتل ہونے کا ذکر آیا ہے، یہاں شاعر اس خونریزی کی کثرت کی وجہ یوں بیان کرتا ہے کہ گویا دینِ اسلام بمنزلہ اس مہمان کے تھا، جو اپنے سرداروں کو، جن میں سے ہر ایک دشمنوں کے خون کا پیاسا تھا، ساتھ لئے کفار کے صحن میں اترا تھا اور قاعدہ ہے کہ میزبان اپنے مہمان کو وہی چیز دیتا ہے، جو وہ چاہتا ہے، لہٰذا سردارانِ اسلام کی مہمانی، دشمنوں کے خون سے کی گئی۔



يَجُرُّ بَحرَ خَمِيسٍ فَوقَ سَابِحَةٍ		يَرمِي بِمَوجٍ مِنَ الأَبطَالِ مُلتَطِمِ
مِن كُلِّ مُنتَدِبٍ للهِ مُحتَسِبٍ		يَسطُو بِمُستَأصِلٍ لِلكُفرِ مُصطَلِمِ

لغات:

خمیس: لشکر، وجہ تسمیہ یہ کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے ہیں: مقدمہ، ساقہ، قلب، میمنہ، میسرہ۔

سَابِحَة: تیرنے والا، تیز رفتار، یہ صفت ہے "خیل" محذوف کی اور "فَوق" صفت "خمیس" کی۔

أبطال: بہادران و شجاعان، "بطل" واحد۔

مُلتَطِم: باہم ٹکرانے والا۔

مُنتَدِب لله: دعوتِ الٰہی کو قبول کرنے والا۔

مُحتَسِب: خدا سے ثواب کا امید وار۔

یَسْطُوْ: سطوت، حملہ کرنا۔

مُسْتَأْصِلِ: جڑ سے اکھاڑنے والا۔

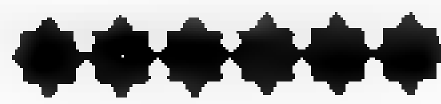
مُصْطَلِمِ: بیخ وبُن (جڑ، بنیاد) سے اکھاڑنے والا۔

ترجمہ:

دینِ اسلام ایک دریائے لشکر کو لایا، جو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار تھے، وہ لشکر جس میں سب بہادر تھے، باہم ٹکرانے والی لہر پھینک رہا تھا، ان بہادروں میں سے ہر ایک حکمِ الٰہی کا تابع، خدا سے ثواب کا امیدوار، ایسی تلوار سے حملہ کرتا رہا، جو کفر کو بیخ وبُن [جڑ، بنیاد] سے اکھاڑ دینے والی تھی۔

تشریح ومطلب:

کفار کے مقابلہ کے لئے دینِ اسلام سواروں کا ایک ایسا جرار لشکر لایا، جو ہیبت وکثرت اور ترتیب سے صف بصف، قدم بقدم چلنے اور حملہ آور ہونے میں دریا کے مشابہ تھا، وہ بہادروں کا لشکر اپنے مخالفوں پر نیزے اور تیر وغیرہ برساتا رہا، جو کثرت میں موجزن سمندر کی لہروں کی مانند تھے، ان بہادروں میں سے ہر ایک مجاہد، ایسی تلوار سے حملہ کرتا رہا، جو اصل کفر کی قاطع تھی۔



حَتّٰی غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهْيَ بِهِمْ		مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ
مَكْفُوْلَةً أَبَدًا مِّنْهُمْ بِخَيْرِ أَبٍ		وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

لغات:

غَدَتْ: ہو گیا۔

مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ: صلہ رحم سے مراد خویش واقارب کے حقوق کی رعائت کرنا ہے۔ "مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ" وہ ہے، جس کے حقوقِ قرابت کی رعائت کی گئی ہو۔

مَكْفُوْلَةً: محفوظ، خبر ثانی ہے "غَدَتْ" کی۔

لَمْ تَيْتَمْ: "تیم" بے پدر ہونا۔

وَلَمْ تَئِمْ: "أَيِمَ" بیوہ ہونا۔

خَيْرِ أَبٍ وَخَيْرِ بَعْلٍ: سے مراد حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

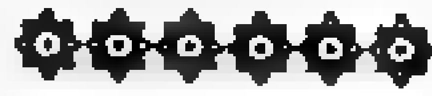
ترجمہ:

یہاں تک کہ دینِ اسلام ان بہادروں کی نصرت سے غریب ہونے کے بعد موصول الرحم ہو گیا اور بہترین پدر و بہترین شوہر کی برکت سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا، پس اس کو نہ کبھی یتیمی حاصل ہوئی، نہ ہو گی۔

تشریح و مطلب:

اسلام کے غریب ہونے سے مراد، اس کا مسافر کی طرح بے یارو یاور ہونا ہے۔ حدیثِ "مسلم" میں ہے کہ اسلام ابتدا میں غریب تھا اور اخیر میں غریب ہو جائے گا(۴۹)۔ مطلب یہ ہے کہ بہادرانِ اسلام برابر لڑتے رہے؛ یہاں تک کہ دینِ اسلام، جو پہلے مسافر کی طرح بے یارو یاور اور مقطوعُ الرحم تھا، ان کی نصرت سے قوی اور موصول الرحمُ ہو گیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہمیشہ کے لئے کفار سے محفوظ ہو گیا۔ لہذا اسے کبھی باپ کی جہت سے یتیمی حاصل نہیں ہوئی اور نہ شوہر کی جہت سے بیوگی حاصل ہوئی؛ کیوں کہ حضور رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم حفاظت کے لحاظ سے دین کے باپ اور ضروریات کی کفالت کے لحاظ سے اس کے شوہر ہیں۔



هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُصَادِمَهُمْ	مَاذَا لَقِيْ مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ مُصْطَدَمِ
وَسَلْ حُنَيْنًا وَسَلْ بَدْرًا وَسَلْ أُحُدًا	فُصُوْلُ حَتْفٍ لَهُمْ أَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

لغات:

مُصَادِم: اسم فاعل ہے، "مُصَادَمَة" کے معنی باہم ٹکرانا یا ایک دوسرے کو مارنا۔

مُصْطَدَم: اسم ظرف، میدانِ جنگ۔

حُنَیْن: ایک وادی کا نام ہے، مکہ اور طائف کے درمیان۔

بَدْر: ایک مقام کا نام ہے، مکہ اور مدینہ کے درمیان، وہاں اسی نام کا ایک کنواں ہے، جو اپنے بانی کے نام سے موسوم ہے۔

اُحُدًا: مدینہ منورہ سے قریبا تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔

حَتْف: جمع "حتوف" بمعنی ہلاک۔

أَدْھٰی: اسم تفضیل، سخت تر۔

وَخَم: وبا۔

ترجمہ:

وہ بہادرانِ اسلام یعنی، صحابہ کرام پہاڑ ہیں۔ ان کی بابت ان کے حریف سے پوچھ لو، کہ میدانِ جنگ میں، اس نے، ان سے کیا کیا دیکھا اور حنین سے پوچھ لو اور

بدر سے پوچھ لو اور احد سے پوچھ لو، یہ کفار کی موت کے زمانے ہیں، جو وبا سے سخت تھے۔

تشریح و مطلب:

صحابہ کرام استقلال و ثابت قدمی میں پہاڑ ہیں، اگر باور [یقین، بھروسا، اعتماد] نہ ہو، تو ان کے اعدا سے، جنہیں ان سے پالا پڑا ہے، پوچھ لیجئے! کہ میدانِ جنگ میں انہوں نے ان کی شجاعت کے کیا کیا، کارہائے نمایاں دیکھے ہیں اور حنین و بدر و احد سے پوچھ لیجئے! جو بلحاظ، کثرت ہلاک کے، ان کے لئے وبا سے بھی سخت تھے۔

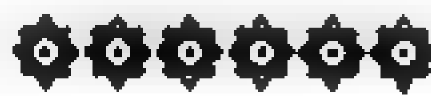
دوسرے شعر میں جو تین مقام مذکور ہیں، وہاں کفار سے تین مشہور لڑائیاں ہوئی ہیں:

غزوہ حنین: ماہ شوال ۸ ہجری میں ہوا تھا، اس لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ ہزار صحابہ کرام تھے، مسلمان اپنی کثرت پر نازاں تھے، اس لئے پہلے دھاوے میں وہ متفرق ہوگئے، مگر پھر لوٹ آئے اور خوب داد شجاعت دی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دُلدُل (خچر) زمین پر بٹھا کر ایک مٹھی مٹی کی لی اور کفار پر پھینک دی، کفار بھاگ نکلے، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا، مارتے، قتل کرتے چلے جاتے تھے، آخر کار کفار کو شکست ہوئی، ان کے بہت سے زن و مرد اور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ (۵۰)

غزوۂ بدر: ۱۷ رمضان ۲ ہجری میں ہوا، مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور دو گھوڑے، چھ زرہیں، ستر اونٹ اور آٹھ تلواریں ساتھ تھیں۔ کفار کی تعداد نو سو پچاس تھی اور ان کے ساتھ سو گھوڑے، سات سو اونٹ اور بہت سے ہتھیار اور

زرہیں تھیں، مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور صرف چودہ شہید ہوئے، کفار میں سے ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے۔(۵۱)

غزوہ احد: شوال ۳ ہجری میں ہوا، کفار نے حملہ کے لئے بڑی تیاریاں کی تھیں، ان کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں سات سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے اور باقی پیادہ تھے۔ مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو تھی، جن میں ایک سو زرہ پوش، باقی بے زرہ، مگر سب کے سب پیادہ تھے، لڑائی شروع ہونے پر کفار بھاگ نکلے اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے، یہ دیکھ کر کفار نے جمع ہو کر یکدم مسلمانوں پر دھاوا کر دیا، مسلمانوں کا نقصانِ جان بہت ہوا؛ کیوں کہ ستر شہید ہوگئے اور مخالفین کے صرف بائیس مقتول ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف پہنچی اور ایک دانت مبارک شہید ہوگیا۔ بایں ہمہ [اس تمام کے باوجود] مسلمانوں نے اپنی شجاعت کا بے نظیر ثبوت دیا، جس کی تفصیل کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہے۔(۵۲)



اَلْمُصْدِرِي الْبِيضِ حُمْرًا بَعْدَمَا وَرَدَتْ	مِنَ الْعِدَا كُلَّ مُسْوَدٍّ مِنَ اللِّمَمِ
وَالْكَاتِبِينَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ	أَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ
شَاكِي السِّلَاحِ لَهُمْ سِيمَا تُمَيِّزُهُمْ	وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا عَنِ السَّلَمِ

لغات:

اَلْمُصْدِرِي: منصوب علی المدح ہے یا اوپر کے دوسرے شعر میں ضمیر "مِنْهُمْ" سے بدل ہے، اصل میں "اَلْمُصْدِرِيْن" تھا، نون بوجہ اضافت گر گیا۔ "اصدار" کے معنی ہیں: واپس لانا۔

بِیْض: صیقل شدہ تلواریں، "اَبیض" واحد۔

خمراً: "احمر" کی جمع، "بِیض" سے حال واقع ہوا ہے۔

لِمَم: "لمة" واحد۔ سر کے بال، جو کندھوں تک لٹکیں۔

وَالْکَاتِبِیْنَ: لکھنے والے۔ مراد نیزہ مارنے والے، اس کا عطف "اَلْمضدِرِي" پر ہے۔

سُمر: جمع "أسمر"، گندم گوں مراد نیزہ؛ کیوں کہ ان کی لکڑی گندم گوں ہوتی تھی۔

خَطّ: بحرین میں کشتیوں کے باندھنے کی جگہ، جہاں نیزوں کی لکڑی ہندستان سے جایا کرتی تھی اور نیزے تیار ہو کر فروخت ہوا کرتے تھے۔

أقْلام: مراد نیزے۔

مُنعَجِم: نقطہ دار۔

شَاکِي السِّلاحِ: صاحب شوکت وحدت در سلاح [ہتھیار بند، مکمل طور پر تیار] خود، ہتھیاروں سے سجا ہوا، یہ "مضدِرِي" کی صفت یا حال ہے۔

سِیما: علامت۔

سَلَم: ایک خاردار درخت ہے، جو گلاب کے مشابہ ہوتا ہے۔

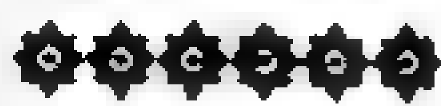
ترجمہ:

میں بہادرانِ اسلام یعنی، صحابہ کرام کی مدح کرتا ہوں، جو اپنی چمکتی تلواروں کو، بعد ازاں کہ وہ جوان دشمنوں کے سر کے سیاہ بالوں میں داخل ہو جائیں، خون سے سرخ کرکے واپس لانے والے تھے اور خطی نیزوں سے لکھنے والے تھے، ان کے قلموں نے جسم کو بے نقطہ نہیں چھوڑا، وہ کیل کانٹے سے سجے ہوئے تھے، ان

میں ایک نشان تھا، جوان کو اوروں سے ممتاز کرتا تھا اور گلاب، درختِ سلم سے ایک نشان کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے۔

تشریح و مطلب:

صحابہِ کرام ایسے شجاع تھے کہ ان کی چمکتی تلواریں، جب جوان دشمنوں کے سر پر لگتیں، تو ان کے سیاہ بالوں سے خون آلود ہو کر نکلتیں، وہ ہاتھوں میں نیزے لئے دیکھنے والوں کی نظروں میں، اہل قلم جچتے تھے، اہل قلم کا کام حروف پر امتیاز کے لئے نقطے لگانا ہے، وہ بجائے حروف کے، دشمنوں کے جسموں پر نقطے یعنی ،چرکے لگا دیتے تھے، وہ بظاہر تو عام لوگوں جیسے تھے، مگر ان میں خاص اوصاف شجاعت، دیانت اور تقوی پائے جاتے تھے یا ان کی پیشانیوں پر سجدے کے آثار تھے، جن سے وہ اعدائے لئام سے ممتاز تھے۔ شاعر ہر دو کے فرق کو تمثیلاً بیان کرتا ہے کہ جس طرح سلم صورت میں گلاب کے مشابہ ہوتا ہے۔ مگر جو خوشبو اور خوبصورتی گلاب میں ہے، وہ اس میں کہاں؟ اسی طرح اعدائے لئام گو صورت میں صحابہ کرام کی مانند تھے، مگر صحابہ کرام کے اوصاف، ان میں کہاں؟



تُهْدِي إِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمْ		فَتَحْسِبُ الزَّهْرَ فِي الْأَكْمَامِ كُلَّ كَمِيِّ
كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُباً		مِنْ شَدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحُزُمِ
طَارَتْ قُلُوبُ الْعِدَا مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقاً		فَمَا تُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ

لغات:

تُهْدِي: "اہداء" مصدر بمعنی ہدیہ فرستادن۔

نَشر: خوشبو۔

زَھر: شگوفہ۔

آکام: غلافِ شگوفہ، "کم" واحد۔

کَمِیْ: زرہ پوش۔

نَبت: گھاس و سبزہ۔

رُبا: ٹیلے، "ربوۃ" واحد۔

حَزم: استواری، ہوشیاری۔

شِدَّۃ: باندھنا۔

حُزُم: گھوڑوں کے تنگ، جن سے زین کسا جاتا ہے، "حزام" واحد۔

بَأس: سختی جنگ۔

فَرَق: خوف۔

بَھم: بکری کے بچے، "بھمۃ" واحد۔

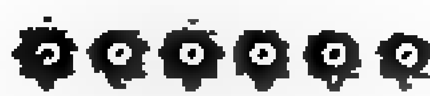
بُھَم: شجاع، بہادر، "بھمۃ" واحد۔

ترجمہ:

نصرت کی ہوائیں ان بہادرانِ اسلام کی خوشبو تیری طرف بھیجتی ہیں، پس تو اے مخاطب! ہر ایک زرہ پوش بہادر کو خیال کرتا ہے کہ وہ ایک شگوفہ ہے، اپنے غلاف میں پھٹا ہوا، وہ شجعانِ اسلام گھوڑوں کی پیٹھوں پر، گویا ٹیلوں کی سبز گھاس تھے، جس کی وجہ سواری میں ان کی کمال ہوشیاری تھی، نہ کہ تنگوں کا زین پر کسا جانا، ان کی شدتِ جنگ سے دشمنوں کے دل مارے خوف کے اڑے جاتے تھے اور وہ بکری کے بچوں اور بہادروں میں تمیز نہ کر سکتے تھے۔

تشریح و مطلب:

شاعر نے اسلام کے زرہ پوش بہادروں کو شگوفوں سے تشبیہ دی ہے۔ اصل مطلب تو یہ تھا کہ ان کی ظفر مندی کی خبریں دور دور پھیل جاتی تھیں، مگر شاعر ان خوش آئند خبروں کو، خوشبو سے اور ان زرہ پوش بہادروں کو، غلاف اور شگوفوں سے تعبیر کر کے اپنی نازک خیالی دکھاتا ہے۔ صحابہ کرام فن سواری میں ایسے طاق تھے کہ جب وہ گھوڑوں کی پیٹھ پر ران جما کر بیٹھتے، تو ان کے آسن ٹیلوں کی گھاس کی طرح جمے رہتے، جس کی جڑ دور تک زمین میں پانی تک پہنچ جاتی ہے، ان کا اس طرح جم کر بیٹھنا اس وجہ سے نہ تھا کہ ان کے گھوڑوں کے تنگ کسے ہوئے تھے؛ کیوں کہ تنگ کا کسنا، ناواقف کے لیے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا، بلکہ فنِ سواری میں کمال کی وجہ سے تھا۔ شاعر نے گھوڑوں کو، ٹیلوں سے اور سواروں کو، نبات سے تشبیہ دی ہے۔ ٹیلوں کی گھاس پائیدار ہوتی ہے، برخلاف زمین کی گھاس کے، جو پانی کے ریلے سے لیٹ جاتی ہے، ٹوٹ جاتی ہے، اکھڑ جاتی ہے۔ نبات سے تشبیہ دینے میں بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ہوا سے متحرک رہتی ہے اور سوار بھی تلوار چلاتے وقت، نیزہ مارتے وقت متحرک ہوتے، مگر آسن ان کے نہ اکھڑتے تھے، ان کی دہشت اور رعب کے مارے اعدا کے ہوش اڑتے تھے اور وہ دہشت میں بکری کے بچوں کو بھی بہادرانِ اسلام خیال کرتے تھے، سچ ہے کہ "مارگزیدہ ازریسمان نے ترسید"، مگر یاد رہے یہ سب کچھ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تھا۔



وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللهِ نُصْرَتُه	إِنْ تَلْقَهُ الأُسْدُ فِيْ آجَامِهَا تَجِم

لغات:

أُسُد: "اسد" واحد بمعنی شیر۔

آجَام: نیستان یعنی، بانسوں کے جنگل جہاں شیر رہتے ہیں، "أجمة" کی جمع "أَجَم" اور "أَجَم" کی جمع "آجَام" ہے۔

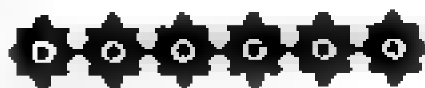
تَجِم: دم بخود ہو جاتے ہیں۔

ترجمہ:

اور جس شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد پہنچ جائے، اگر اسے شیر بھی نیستانوں میں ملیں تو دم بخود رہ جائیں۔

تشریح و مطلب:

جن لوگوں کو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد ہو، ان کے مقابلہ میں، آدمی تو آدمی، شیر بھی اور وہ بھی اپنے بَنْ[جنگل، آشرم] میں دم بخود اور چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام "سفینہ" کا قصہ مشہور ہے، جسے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ سمندر میں کشتی پر سوار ہو گیا، وہ کشتی ٹوٹ گئی، میں اس کے ایک تختہ پر چڑھ بیٹھا، جو بہتا بہتا ایک جنگل کے کنارے جا لگا، جس میں شیر تھے، ناگاہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شیر میری طرف آرہا ہے، میں نے کہا: اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں، یہ سن کر وہ دم ہلاتا میرے برابر آکھڑا ہوا، پھر میرے ساتھ ہو لیا؛ یہاں تک کہ مجھے راستہ پر ڈال دیا، پھر اس نے ایک آوازِ خفی نکالی، میں سمجھا کہ وہ مجھے وداع کر رہا ہے۔ (۵۳)



وَلَنْ تَـرٰى مِنْ وَلِيٍّ غَيْرَ مُنْتَصِرٍ	بِـهٖ وَلَا مِنْ عَـدُوٍّ غَيْرَ مُنْقَصِمِ

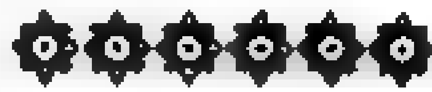
لغات:

وَلِيّ: دوست۔

مُنْقَصِم: ٹوٹنے والا، شکستہ۔

ترجمہ:

اے مخاطب! تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے دوست کو ہرگز نہ دیکھے گا، جو آپ کی مدد سے منصور نہ ہو اور آپ کا کوئی ایسا مخالف نہ دیکھے گا، جو شکستہ حال نہ ہو۔



أَحَـلَّ أُمَّتَـهُ فِيْ حِرْزِ مِلَّتِـهٖ	كَاللَّيْثِ حَلَّ مَعَ الْأَشْبَالِ فِيْ أَجَمِ

لغات:

أَحَـلَّ: اتارا۔

حِرْز: پناہ۔

لَيْث: شیر۔

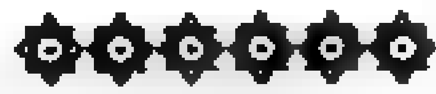
أَشْبَال: شیر کے بچے، "شبل" واحد۔

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنی ملت کی پناہ میں اتار دیا، جس طرح شیر، اپنے بچوں کے ساتھ، نیستانوں میں اترتا ہے۔

تشریح ومطلب:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے آپ کا دین ایسی پناہ ہے، جیسے شیروں کے بچوں کے لئے، شیروں کا بَنْ ہے یعنی، جیسے شیر کے بچوں کو شیروں کے بن میں رہ کر کچھ کھٹکا نہیں، اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت، آپ کے دین میں رہ کر، کسی طرح کی جوکھوں نہیں۔



كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللهِ مِنْ جَدَلٍ	فِيهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

لغات:

جَدَّلَتْ: زمین پر گرادیا۔

كَلِمَاتُ اللهِ: مراد قرآن کریم۔

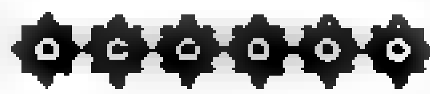
جَدَل: بہت جھگڑنے والا۔

خَصَمَ: خصومت میں غالب آیا۔

خَصِم: بہت خصومت کرنے والا۔

ترجمہ:

قرآن کریم نے بارہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھگڑنے والوں کو پچھاڑ دیا اور بسا اوقات آپ کے معجزات نے بڑے دشمن کو مغلوب کرلیا۔



كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْأُمِّيِّ مُعْجِزَةً	فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّأْدِيبِ فِي الْيُتُمِ

لغات:

أُمِّي: جو پڑھا، لکھا نہ ہو۔

تَـأْدِیب: ادب دینا۔

ترجمہ:

زمانۂ جاہلیت میں اُمّی ہو کر عالم ہونا اور یتیم رہ کر مؤدّب ہونا، کافی معجزہ ہے۔

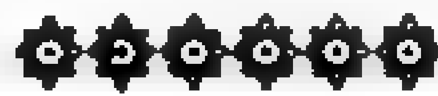
تشریح و مطلب:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عرب میں جو زمانہ گزرا ہے، وہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے؛ کیوں کہ نہ وہاں علم کا چرچا تھا، نہ لوگوں کے عقائد درست تھے، طرح طرح کے اوہامِ باطلہ میں مبتلا تھے، ذرا ذرا سی بات پر لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے تھے، جائے غور ہے کہ جاہلیّت کا زمانہ اور یتیم بچہ، جس کا کوئی تعلیم و تربیت کرنے والا نہیں اور پھر وہ بے پڑھے، لکھے، عالم علوم و معارف اور متّصف بمکارمِ اخلاق، بلکہ معلّمِ اخلاق بن جائے، یہ معجزہ نہیں، تو کیا ہے؟

نگاہ مابہ نرفت و خط ننوشت

بغمزہ مسئلہ آموز صدمدرس شد

[نہ تو میری نگاہ اٹھی اور نہ ہی خط و کتابت ہوئی، بس آنکھ کے اشارے سے مسئلہ سیکھایا، تو سو مدرّس ہوئے۔]



نویں فصل:

طلبِ مغفرت وشفاعتِ رسول عَلَیہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ

خَدَمْتُهُ بِمَدِيحٍ أَسْتَقِيلُ بِهٖ	ذُنُوبَ عُمْرٍ مَضَى فِي الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ
إِذْ قَلَّدَانِيَ مَا تُخْشَى عَوَاقِبُهٗ	كَأَنَّنِيْ بِهِمَا هَدْيٌ مِنَ النَّعَمِ

لغات:

مَدِيح: ستائش، مراد یہ قصیدہ ہے۔

أَسْتَقِيلُ: میں معافی طلب کرتا ہوں۔

خِدَم: "خدمة" واحد۔

قَلَّدَا: صیغہ تثنیہ ہے، تقلید کے معنی ہیں: گلے میں قلادہ یا پٹہ ڈالنا۔

هَدْي: قربانی کا جانور، جس کے گلے میں کوئی نشان باندھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور حرمِ مکہ میں پہنچنے پر ذبح کیا جاتا ہے۔

نَعَم: اونٹ، گائے، بکری۔ "أنعام" جمع۔

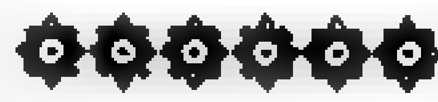
ترجمہ:

میں نے اس قصیدہ مدحیہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے؛ تاکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنی عمر کے گناہوں کو معاف کرالوں، جو شاعری اور خدمتِ سلاطین وامراء میں گزری ہے؛ کیوں کہ ان دونوں (شاعری وخدمتِ

شاہی) نے میرے گلے میں ایک ایسے امر کو بطورِ قلادہ کے ڈال دیا ہے، جس کے نتائج بد سے ڈر لگتا ہے، گویا میں ان دونوں کے ساتھ قربانی کا اونٹ ہوں۔

تشریح و مطلب:

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ میری ساری عمر شعر گوئی اور سلاطین و امراء کی مدحت سرائی میں گزری ہے، اب میں اس قصیدہ مدحیہ کے واسطے سے درگاہِ باری تعالیٰ میں، اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں؛ کیوں کہ میں شاعری و خدمتِ شاہی کے سبب سے اپنی گردن پر وہ گناہ لئے ہوں، جن کے نتائج بد یعنی، طرح طرح کے عذاب سے میں ڈرتا ہوں، پس ان دونوں کے سبب سے میں گویا قربانی کا جانور ہوں، جو اپنی ہلاکت کی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔



أَطَعْتُ غَيَّ الصِّبَا فِي الْحَالَتَيْنِ وَمَا		حَصَلْتُ إِلَّا عَلَى الْآثَامِ وَالنَّدَمِ
فَيَا خَسَارَةَ نَفْسٍ فِي تِجَارَتِهَا		لَمْ تَشْتَرِ الدِّيْنَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسُمِ

لغات:

غَيّ: گمراہی۔

صِبَا: لڑکپن۔

آثَام: گناہ، "اثم" واحد۔

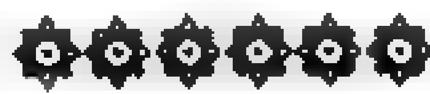
لَمْ تَسُم: "سوم" کے معنی سودا کرنا ہیں۔

ترجمہ:

میں ہر دو حالت میں لڑکپن کی جہالت کے تابع رہا اور مجھے سوائے گناہوں اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہوا، سو ہائے میرے نفس کی تجارت کے نقصان! جس نے دین کو دنیا کے عوض میں نہ خریدا اور نہ خریدنے کا ارادہ کیا۔

تشریح و مطلب:

دونوں حالتوں یعنی، شاعری میں بھی اور خدمتِ سلطانی میں بھی میں نے سلامت روی کا طریق ملحوظ نہ رکھا، دونوں میں بے اعتدالیاں کیں، شاعری کی تو ایسی ملازمت کی کہ حدِ جواز سے تجاوز کر کے حدِ حرام تک جا پہنچی اور انجام کو اس سے بجز گناہ و پشیمانی کوئی نتیجہ نہ نکلا، سوہائے خسارہِ تجارتِ نفس کہ جس نے دنیا کے پیچھے دین کو بھی کھو دیا۔ شاعر تجارتِ نفس کے نقصانِ عظیم پر تعجب ظاہر کرتا ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ جس شے کو بڑا خیال کر کے تعجب کرتے، اس کو پکارا کرتے ہیں، لہٰذا خسارہ سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہو گا۔



وَمَنْ يَبِـعِ آجِـلاً مِّنْهُ بِـعَاجِلِـهِ		يَبِنْ لَـهُ الْغَبْنُ فِيْ بَيْـعٍ وَفِيْ سَلَمِ

لغات:

آجِل: دیر کے بعد آنے والا، مراد: ثوابِ آخرت۔

عَاجِل: جلد آنے والا، مراد: دنیوی فائدہ۔

غَبن: نقصان۔

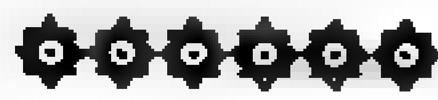
فِيْ سَلَم: اس میں عطف تفسیر ہے۔ "سَلَم" وہ بیع ہے، جس میں قیمت پیشگی دی جاتی ہے۔

ترجمہ:

اور جو شخص اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ دے، اس کا اس بیع سلم میں نقصان ظاہر ہے۔

تشریح و مطلب:

جو شخص ثوابِ آخرت کو، جو باقی و غیر فانی ہے، دنیوی فائدے کے عوض، جو فانی ہے، بیچ دیتا ہے، اس بیع سلم میں اس کا نقصان ظاہر ہے۔ اس کو بیع سلم اس بنا پر ٹھہرایا گیا ہے کہ گویا اس نے سود عقبیٰ کو بیچ دیا اور اس کی قیمت پیشگی لے لی اور وہ کیا ہے؟ فائدہ دنیوی۔ یہ شعر اوپر کے شعر کا تتمہ ہے۔



إِنْ آتِ ذَنْباً فَمَا عَهْدِي بِمُنْتَقِضٍ	مِنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِي بِمُنْصَرِمِ
فَإِنَّ لِي ذِمَّةً مِنْهُ بِتَسْمِيَتِي	مُحَمَّداً وَهُوَ أَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

لغات:

آتِ: مضارع مجزوم صیغہ واحد متکلم، اصل میں "آتِی" تھا۔

عَهْدِي: وہ وعدہ، جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ہم نام ہونے کے سبب سے کیا ہوا ہے۔

مُنْصَرِم: منقطع۔

ذِمَّة: عہد، "ذمم" جمع۔

ترجمہ:

اگرچہ میں گناہ کرتا رہا ہوں، مگر میرا عہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ٹوٹنے کا اور نہ میرا تعلق آپ سے قطع ہونے والا ہے؛ کیوں کہ میرا نام محمد ہونے کے سبب، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، میرے ساتھ عہد ہے اور حضور ایفائے عہد میں، سب خلقت سے بڑھے ہوئے ہیں۔

تشریح ومطلب:

اگرچہ میں گناہ کرتا رہا ہوں، مگر گناہ کرنے سے میرا عہد و تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع نہیں ہو سکتا، لہذا اللہ تعالیٰ سے معافی کا امیدوار ہوں اور وہ عہد یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، جو ایفائے وعدہ میں سب خَلقت سے بڑھ کر ہیں، ان کا ارشاد ہے کہ:

جن لوگوں کے نام محمد یا احمد ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچادے گا۔

چناں چہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

قیامت کے دن دو بندے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا کہ بہشت میں جاؤ، وہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم کس سبب سے بہشت کے اہل بن گئے، ہم نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی جزا بہشت ہو، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندو! تم بہشت میں داخل ہو جاؤ؛ کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جن کے نام محمد یا احمد ہوں گے، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔ (مواہب لدنیہ)(۵۴)

نبیط بن شریط سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کہ تیرے ہم نام کو آتشِ دوزخ میں عذاب نہ دوں گا۔ (مواہب لدنیہ)(۵۵)

جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ:

قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ کھڑے ہو جاؤ، جن کا نام محمد ہے، پس وہ سب اس نام پاک کی برکت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ (۵۶)

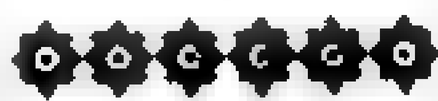
ایک روایت میں یہی مضمون یوں وارد ہے کہ:

قیامت کے دن پکارا جائے گا "یا محمد" پس اس نام کے تمام اشخاص موقف میں کھڑے ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے بخش دیا، ہر ایک شخص کو جس کا نام میرے نبی کے نام پر ہے (شفائے قاضی عیاض) (۵۷)

ابو امامہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

جس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہو اور وہ تبرکاً اس کا نام محمد رکھ دے، تو باپ بیٹا دونوں بہشتی ہوں گے (زرقانی علی المواہب) (۵۸)

تفصیل کے لئے میری عربی شرح "قصیدہ بردہ" دیکھو۔ (۵۹)



إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَعَادِي آخِذًا بِيَدِي		فَضْلاً وَإِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

لغات:

مَعَاد: جائے عود، مجازاً عالم آخرت، جو وقتِ موت سے شروع ہو جاتا ہے۔

وَإِلَّا: ورنہ یعنی، اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میری دستگیری نہ فرمانا نہ ہو، بالفاظِ دیگر اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری دستگیری فرمائیں، اس کی جزا محذوف ہے یعنی "فقل یا ثبات قدمی" (تو کہنا چاہیے اے ثبات قدم من)، شارحین نے "وَإِلَّا" میں اور احتمالات بھی بیان کئے ہیں۔

زَلَّة: لغزش:

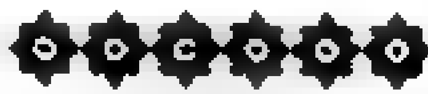
فَقُلْ یَا زَلَّۃَ الْقَدَمِ: جواب ہے "إِنْ لَمْ یَکُنْ" کا۔

ترجمہ:

اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخرت میں میری دستگیری نہ چھوڑیں، تو مجھے کہنا چاہیے، ہائے لغزشِ قدم اور اگر آپ آخرت میں میری دستگیری نہ چھوڑیں، تو مجھے کہنا چاہیے، اے ثبات قدم من۔

تشریح و مطلب:

ہائے لغزشِ قدم سے مراد یہ ہے کہ میرا قدم پل صراط پر بری طرح پھسلے گا، جس کا نتیجہ جہنم میں گرنے کے سوا نہ ہوگا اور اے ثبات قدم سے مراد صراط پر کمال درجے کی ثابت قدمی ہے، جس کا نتیجہ دخولِ جنت ہے۔



حَاشَاهُ أَنْ يَحْرِمَ الرَّاجِي مَكَارِمَهُ		أَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ

لغات:

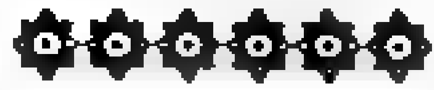
حَاشَا: تنزیہ کے لئے اسم ہے، جو یہاں مضاف ہو کر استعمال ہوا ہے، یہ منصوب بفعلِ محذوف ہے۔ تقدیر یوں ہے:

"أحاشيه حاشا أي: محاشاة" یعنی، میں حضرت کو دور رکھتا ہوں، اس سے کہ الخ۔

جَار: پناہ لینے والا۔

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے بعید ہے کہ آپ اپنی بخششوں کے امید وار کو محروم رکھیں یا آپ کا پناہ گزیں (آپ کی درگاہ سے) بے احترام واپس ہو۔



وَمُنذُ أَلْزَمتُ أَفْكَارِي مَدَائِحَهُ		وَجَدْتُهُ لِخَلَاصِي خَيرَ مُلتَزِم

لغات:

مَدَائِح: "مدیحہ" واحد بمعنی ستائش۔

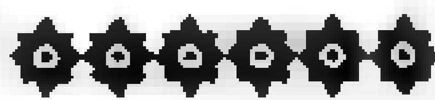
مُلتَزِم: متکفل، کفیل۔

ترجمہ:

اور میں نے جب سے اپنے افکارِ سخن پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمتوں کو واجب قرار دیا ہے، (ہر بلا سے) نجات کے لئے آپ کو سب سے اچھا کفیل پایا ہے۔

تشریح ومطلب:

جب سے میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں قصائد لکھنے شروع کئے ہیں، میں نے ہر بلا میں آپ کو سب سے اچھا کفیل پایا ہے۔ از ان جملہ مرض فالج ہے، جس میں شاعر مبتلا تھا اور جس کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے تھے، پس امام موصوف نے یہ قصیدہ لکھا اور اس کے وسیلہ سے درگاہِ ربّ العزت میں شفا کی دعا کی، جو مقبول ہوئی۔



وَلَن يَفُوتَ الْغِنَى مِنْهُ يَداً تَرِبَتْ		إِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْأَزْهَارَ فِي الْأَكَمِ

لغات:

غِنَى: تونگری، مراد: فیاضی۔

تَرِبَتْ: خاک آلود ہوا۔

حَیَا: بارش۔

أَزْهَار: شگوفے، "زهرة" واحد۔

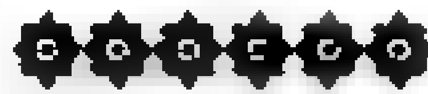
أَكَم: ٹیلے، "أكمة" واحد

ترجمہ:

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی کسی محتاج کے ہاتھ کو خالی نہ چھوڑے گی؛ کیوں کہ بارش ٹیلوں پر بھی شگوفے اگا دیتی ہے۔

تشریح ومطلب:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے، سب گناہ گارِ امت: مستحق ہوں یا غیر مستحق، بہرہ ور ہوں گے۔ جیسا کہ بارش جب ہوتی ہے، تو ٹیلوں پر بھی جو اگانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، گھاس اگا دیتی ہے۔



وَلَمْ أُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي اقْتَطَفَتْ		يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا أَثْنَى عَلَى هَرِمِ

لغات:

زَهْرَةَ الدُّنْيَا: متاع وزینتِ دنیا۔

اقْتَطَفَتْ: "اقتطاف" کے معنی ہیں: چننا۔

[زُهَيْر]: زُہیر بن ابی سلمی زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعروں میں سے تھا، شاعری اس کے خاندان میں وراثۃً چلی آتی تھی۔ چناں چہ اس کا باپ شاعر تھا، اس کی بہن "خنسا" شاعرہ تھی، اس کے بیٹے کعب وبجیر بھی شاعر تھے۔ یہ کعب وہی ہے،

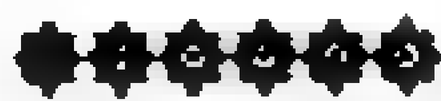
جن کا خون جنابِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدر فرمادیا تھا، جب اس کو اطلاع ہوئی، تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ نعتیہ لکھ لایا اور مشرف باسلام ہوا، اس قصیدہ کے صلے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی، وہ قصیدہ اب "بانت سعاد"(٦٠) کے نام سے مشہور ہے؛ کیوں کہ اس کے سرے کے الفاظ یہی ہیں، زہیر دنیوی طمع کے لئے امراء کی مدح کیا کرتا تھا، بالخصوص ملک ہرم بن سنان کی جو ملوکِ عرب میں بڑا سخی تھا اور زہیر کو بڑے بڑے بیش بہا صلے دیا کرتا تھا۔

ترجمہ:

اور میں اس متاعِ دنیا کی خواہش نہیں رکھتا، جس کو زہیر کے ہاتھوں نے ہرم کی مدح کر کے حاصل کیا۔

تشریح و مطلب:

میں اس قصیدہ نعتیہ سے دنیوی مال و متاع کا خواہاں نہیں، جو زہیر نے ہرم بن سنان کی مدح سے حاصل کیا، بلکہ نفعِ اُخروی چاہتا ہوں اور وہ کیا؟ شفاعتِ حضرت محمدِ مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔



دسویں فصل:
مناجات وعرضِ حاجات

يَـا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ أَلُوْذُبِه		سِـوَاكَ عِنْـدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

لغات:

أَلُوْذُ: میں پناہ لوں۔

حُلُوْل: نازل ہونا۔

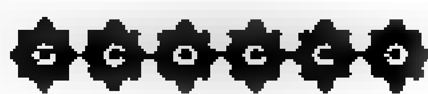
عَمَم: عام، "حادثِ عمم" سے مراد ہولِ قیامت ہے، جو تمام مخلوقات کو شامل ہو گا۔

ترجمہ:

اے بزرگ ترین خلق! حادث عام کے نزول کے وقت آپ کے سوا کون ہے؟ جس سے پناہ لوں۔

تشریح ومطلب:

اے مخلوقات میں سب سے بزرگ! آپ کے سوا میرا کوئی نہیں، جس سے میں قیامت کے ہول سے پناہ لوں، جب کہ آپ کے سوا تمام پیغمبر نفسی نفسی پکاریں گے۔



وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللهِ جَاهُكَ بِيْ		إِذِ الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

وَمِنۡ عُلُوۡمِکَ عِلۡمَ اللَّوۡحِ وَالۡقَلَمِ		فَإِنَّ مِنۡ جُوۡدِکَ الدُّنۡیَا وَضَرَّتَهَا

لغات:

تجلّی: جلوہ گر ہوا۔

مُنۡتَقِم: انتقام لینے والا۔

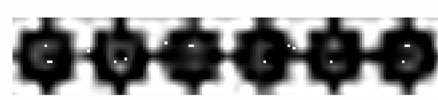
ضَرَّۃ: سوت، دنیا کی سوت سے مراد آخرت ہے۔

ترجمہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب خدا تعالیٰ منتقم کی صفت میں جلوہ گر ہوگا، تو آپ کے مرتبے کی وسعت مجھ سے کبھی کوتاہی نہ کرے گی؛ کیوں کہ دنیا و آخرت آپ کی بخشش سے ہیں اور لوح و قلم کا علم، آپ کے علوم میں سے ہے۔

تشریح و مطلب:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا مرتبہ اس قدر وسیع ہے کہ اس میں مجھ سے گناہ گار کی شفاعت کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ دونوں جہاں آپ کے طفیل، وجود میں آئے ہیں اور آپ موجودات پر فیضانِ وجود اور ہر نعمتِ ظاہری و باطنی میں واسطہ ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر علم دیا ہے کہ علم لوح و قلم آپ کے علوم کی ایک جزء ہے، اس قدر علم کا ہونا آپ کے رتبے کی عظمت و بزرگی کو ظاہر کر رہا ہے، جب آپ کے رتبہ کی وسعت وعظمت کا یہ حال ہے تو پھر آپ کے لئے مجھ سے گناہ گار کی شفاعت کیا مشکل ہے۔



يَانَفسُ لاتَقْنَطِي مِنْ زَلّةٍ عَظُمَتْ	إِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

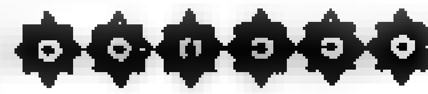
لغات:

لاتَقْنَطِي: تو ناامید نہ ہو۔

لَمَم: گناہ صغیرہ۔

ترجمہ:

اے میرے نفس! تو بڑے گناہ کی بخشش سے مایوس نہ ہو؛ کیوں کہ خدا تعالیٰ کی بخشش کے آگے، بڑے گناہ، مثل چھوٹے، گناہ کے ہیں۔



لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّي حِينَ يَقْسِمُهَا	تَأْتِي عَلَى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ

لغات:

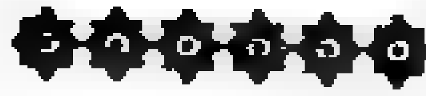
لَعَلَّ: ترجی کے لئے ہے۔

حَسَب: قدر، مقدار۔

قِسَم: جمع "قِسمة" کی بمعنی نصیب۔

ترجمہ:

امید ہے کہ جب میرا پروردگار اپنی رحمت کو تقسیم کرے گا، تو وہ رحمت گناہ گاروں کے گناہ کے اندازہ کے موافق حصوں میں آئے گی (یعنی، جس کا گناہ بڑا ہو گا، اس کا حصہ رحمت بھی بڑا ہو گا اور جس کا گناہ چھوٹا ہو گا، اس کا حصہ رحمت بھی چھوٹا ہو گا)۔



یَارَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِيْ غَيْرَ مُنْعَكِسٍ	لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِيْ غَيْرَ مُنْخَرِمِ
وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَهُ	صَبْراً مَتٰى تَدْعُهُ الأَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

لغات:

وَاجْعَلْ: اس کا عطف محذوف پر ہے، تقریر یوں ہے: "إرحمني واجعل"۔

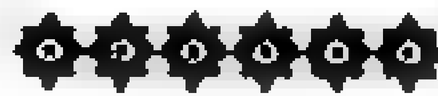
رَجَائِيْ: میری امید۔

حِسَابِيْ: میرا ظن۔

مُنْخَرِمِ: منقطع۔

ترجمہ:

اے میرے پروردگار! (تو مجھ پر رحم کرنا) اور تجھ پر مجھے جو امید ہے، اس امید کے برخلاف نہ کرنا اور تیری نسبت جو میرا ظن ہے، اس ظن کو بے کم وکاست پورا کرنا اور اپنے بندے پر ہر دو جہاں میں مہربانی کرنا؛ کیوں کہ اس بیچارے کا صبر ایسا کمزور ہے کہ جب مصیبتیں اس کو مقابلہ کے لئے بلاتی ہیں، تو صبر ان کے آگے بھاگ جاتا ہے۔



وَائْذَنْ لِسُحْبِ صَلَاةٍ مِنْكَ دَائِمَةٍ	عَلَى النَّبِيِّ بِمُنْهَلٍ وَّمُنْسَجِمِ
مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيحُ صَبَا	وَأَطْرَبَ الْعِيسَ حَادِي الْعِيسِ بِالنَّغَمِ

لغات:

سُحُب: بادل، "سحاب" واحد۔

صَلاۃ: رحمت۔

مُنْھَلّ: لگاتار برسنے والا مینہ۔

مُنْسَجِم: موسلادھار۔

مَا رَنَّحَتْ: میں "ما" ظرفیہ ہے، "ترنیح" کے معنی: جھکانا، "ترنح" نشہ وغیرہ سے جھومنا۔

عَذَبَات: شاخیں، "عذبۃ" واحد۔

صَبَا: ہوا، جو مشرق سے چلے۔

أَطْرَبَ: صیغہ ماضی، "اطراب" خوش کرنا۔

عِیْس: سفید اونٹ، جن کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی ہو، "أعیس" و "عیسا" واحد۔

حَادِي: اونٹوں کو راگ سے چلانے والا، اس راگ کو "حدی" کہتے ہیں۔

نَغَم: "نغمۃ" کی جمع ہے۔

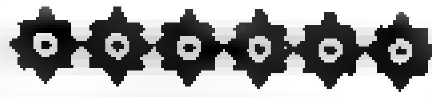
ترجمہ:

اور (اے میرے پروردگار)! تو دائمی رحمت کے بادلوں کو حکم دینا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، لگاتار موسلادھار بارش، رحمت کی برساتے رہیں

،جب تک کہ بادِ صبا، درخت بان کی شاخوں کو جھکاتی رہے اور اونٹوں کو راگ سے چلانے والا، اپنے نغموں سے اونٹوں کو، سرور میں لاتا رہے۔

تشریح و مطلب:

درخت بان کی شاخوں کا لہلہانا اور اونٹوں کا حدی سے خوش ہو کر چلنا، تا قیام قیامت رہے گا۔ پس مطلب یہ ہوا کہ خدایا! جب تک دنیا قائم ہے، تو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود ورحمت بھیجتے رہنا۔ آمین ثم آمین۔



ختمِ قصیدہ کے بعد یہ پڑھیے:

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعَنْ عُمَرَ — وَعَنْ عَلِيٍّ وَعَنْ عُثْمَانَ ذِي الْكَرَمِ
وَالآلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِينَ فَهُمْ — أَهْلُ التُّقَى وَالنَّقَى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ
يَا رَبِّ بِالْمُصْطَفَى بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا — وَاغْفِرْ لَنَا مَا مَضَى يَا وَاسِعَ الْكَرَمِ
يَارَبِّ جَمْعًا طَلَبْنَا مِنْكَ مَغْفِرَةً — وَحُسْنَ خَاتِمَةٍ يَا مُبْدِئَ النِّعَمِ

«اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَتَوَسَّلُ بِقِرَاءَةِ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةِ الْمُبَارَكَةِ إِلَيْكَ أَنْ تُعْطِيَنِيْ خَيْرَ الدَّارَيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ»

بعد ازاں تین بار یہ درود شریف پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»

پھر ہاتھ اٹھا کر گیارہ بار «اَلْمُسْتَغَاثُ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَالْمُسْتَعَانُ يَا رَسُوْلَ اللهِ» کہے اور تین بار یہ دو آیتیں پڑھ کر دعا مانگے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۫ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ [التوبۃ:۱۲۹،۱۲۸] [ترجمہ کنزالایمان: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا

مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان ۞ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔]

بیت نمبر ۲۰: محل اجابت ہے، اس بیت کو تین بار پڑھے، بعد ازاں یوں دعا مانگے:

«اَللّٰھُمَّ یَامَنْ إِذَا سُئِلَ أَعْطٰی وَإِذَا دُعِيَ أَجَابَ أَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الْعَظِیْمِ أَنْ یَقْضٰی حَاجَتِي رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ»

بیت نمبر ۲۹: محل اجابت ہے، اس بیت کو کھڑے ہو کر تین بار پڑھے اور دس بار درود بھیجے پھر سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے ان شاء اللہ تعالیٰ مستجاب ہو۔

بیت نمبر ۳۴: محل اجابت ہے تین بار پڑھے پھر گیارہ بار کہے: «اَلْمُسْتَغَاثُ یَارَسُوْلَ اللهِ»

بعد ازاں یوں دعا مانگے:

«اَللّٰھُمَّ مَاکَانَ لِيْ خَیْرٌ فِي دِیْنِيْ وَ دُنْیَايَ فَافْتَحْ أَبْوَابَهٗ وَیَسِّرْ عَلَيَّ أَسْبَابَهٗ وَمَاکَانَ شَرًّا فِيْ دِیْنِيْ وَ دُنْیَايَ فَاغْلِقْ أَبْوَابَهٗ وَعَسِّرْ عَلَي أَسْبَابَهٗ فَإِنَّکَ تَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بِرَحْمَتِکَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ»

بیت نمبر ۵۲: محل اجابت ہے تین بار پڑھے پھر یہ درود خمسہ پڑھے:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی اَنْ یُصَلّٰی عَلَیْہِ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِیْ الصَّلَاۃُ عَلَیْہِ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا أَمَرْتَنَا بِالصَّلَاۃِ عَلَیْہِ»

بعد ازاں تین بار یہ بیت پڑھے:

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است... کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

بیت نمبر ۳۶: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے، اس کے بعد یہ دعا مانگے:

«اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَأَعُوذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَ الْجُبْنِ وَ أَعُوذُ بِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِيْ مَحْبُوْبًا دَائِمًا فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ بَلِّغْنِيْ وَ بَشِّرْنِيْ فِيْ عُمْرِيْ إِلٰی مِائَۃٍ وَّ عِشْرِیْنَ سَنَۃً مِنْ غَیْرِ ضُعْفٍ وَّ عِلَّۃٍ وَّ فَقْرٍ وَّ فَاقَۃٍ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّ ھُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ»

بیت نمبر ۴۶: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے، بعد ازاں درود خمسہ اور تین بار بیتِ مذکور فارسی پڑھے۔

بیت نمبر ۵۱: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے۔

بیت نمبر ۵۲: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے، بعد ازاں یہ دعا اور آیۃ الکرسی پڑھے:

«یَا حَافِظُ یَا حَافِظَ الذِّکْرِ اِحْفَظْنَا بِمَا حَفِظْتَ بِہِ الذِّکْرَ فَإِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ

الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِحْفَظْنَا مِنْ ھٰذَا السُّلْطَانِ وَأَتْبَاعِهٖ وَ أَعْوَانِهٖ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُکَ»

[آیۃ الکرسی: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ][البقرۃ:۲۵۵]

بیت نمبر ۸۱: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے۔

بیت نمبر ۸۲: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے۔

بیت نمبر ۸۵: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے پھر گیارہ بار کہے:

«المستغاث یارسول اللہ»

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا طَیِّبًا مُبَارَکًا مِنْ غَیْرِ کَدٍّ وَعَمَلًا مَقْبُوْلًا مِنْ غَیْرِ رَدٍّ وَ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ فَضْحِ الْفَقْرِ وَالدَّیْنِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الْعَزِیْزِ الْمُقَدَّسِ الْمُبَارَکِ الْمَیْمُوْنِ أَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ أَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِيْ کُلَّهَا وَتَقْضِيَ حَاجَتِيْ وَ تَنْصُرَ عَلٰى أَعْدَائِيْ وَتَفْتَحَ لِیْ أَبْوَابَ خَیْرِکَ مِنَ الرَّحْمَةِ وَالدَّوْلَةِ وَالسَّعَادَةِ وَالسَّلَامَةِ وَالصِّحَّةِ وَالْعِزَّةِ وَالنِّعْمَةِ وَالْفُتُوْحِ وَالْکَسْبِ وَالْجَنَّةِ وَتَعْصِمَنِيْ مِنْ کُلِّ هَمٍّ وَغَمٍّ وَحُزْنٍ وَأَلَمٍ وَمَرَضٍ وَخَوْفٍ وَجُوْعٍ وَتَمْنَعَ عَنِّيْ کُلَّ حَاسِدٍ وَظَالِمٍ وَ نَمَّامٍ وَغَمَّازٍ وَ جَبَّارٍ وَ قَهَّارٍ وَ عَاهَةٍ وَ اٰفَةٍ وَحَاجَةٍ وَبَلَاءٍ وَوَبَاءٍ وَجَمِیْعِ مِحْنَةٍ

وَعِلَّةٍ وَشِدَّةٍ وَبَلِيَّةٍ صُورِيَّةٍ وَمَعْنَوِيَّةٍ يَاسُبُّوحُ يَاقُدُّوسُ يَارَبَّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ بِرَحْمَتِكَ يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ »

بیت نمبر ۱۰۶: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے۔

بیت نمبر ۱۰۷: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے۔

بیت نمبر ۱۰۸: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے۔

بیت نمبر ۱۳۶: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے۔

بیت نمبر ۱۵۳: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے، بعد ازاں یہ دعا مانگے:

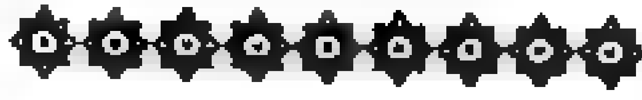
«اَللّٰهُمَّ احْرُسْنَا بِعَيْنِكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَاكْنُفْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِي لَا يُرَامُ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِينَا، وَمِنْ خَلْفِنَا، وَعَنْ أَيْمَانِنَا، وَعَنْ شِمَائِلِنَا، وَمِنْ فَوْقِ رُؤُوسِنَا وَمِنْ تَحْتِ أَقْدَامِنَا حِفْظًا عَامًا مِنْ كُلِّ الْمَعَاصِي وَالْآفَاتِ وَالْبَلِيَّاتِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ بِرَحْمَتِكَ يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ»

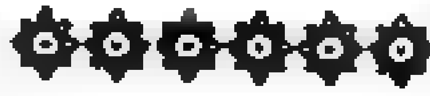
بیت نمبر ۱۵۴: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے، بعد ازاں یہ دعا مانگے:

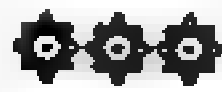
« اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الرَّاحَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَيَخْرُجُ مِنْهَا وَيَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَيَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ وَقِيرًا كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا»

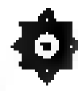
بیت نمبر ۱۶۴: محل اجابت ہے، تین بار پڑھے بعد ازاں یہ دعا مانگے:

«اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ ذِھَابِ الدَّوْلَۃِ وَتَغْیِیْرِ النِّعْمَۃِ وَتَھْوِیْلِ الْعَاقِبَۃِ وَغَلَبَۃِ الشَّقَاوَۃِ وَبُعْدِ السَّعَادَۃِ وَأَسْئَلُکَ الْأَمْنَ وَالْاَمَانَ وَ الْاِیْمَانِ وَالْعَفْوَ وَالْمُعَافَاتِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ بِرَحْمَتِکَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ»









تخریج وتحشیہ

(ا)... قصیدہ کی تعریف: قصیدہ اصطلاح میں نظم کی وہ قسم جس میں کسی کی تعریف یا ہجو ہو۔ اس کے پہلے دونوں مصرعوں میں اور بعد کے ہر شعر کے آخری مصرعہ میں قافیہ کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کی شکل غزل سے ملتی جلتی ہو۔

(فیروز اللغات: صفحہ 958، مرتبہ: الحاج مولوی فیروز الدین)

قصیدہ کو عام طور پر چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

تشبیب: تشبیب میں ۲، ۴، ۶ یا ۸ یا اس سے بھی زائد بند لکھے جاتے ہیں۔ قصیدہ کے پہلے حصے یعنی، تشبیب میں حسن کی تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔

گریز: قصیدہ کا دوسرا حصہ گریز ہے، جس میں تشبیب سے پرہیز کرتے ہوئے ممدوح کی تعریف کی جانب توجہ دی جاتی ہے، جس سے قصیدے میں نیا موڑ پیدا ہوتا ہے۔ عام طور پر گریز کے دوران ہی مدح کا وسیلہ تلاش کیا جاتا ہے، گریز کے دوران ۲ تا ۴ بند پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مدح: قصیدہ کا یہ حصہ عام طور پر ممدوح کی تعریف پر مشتمل ہوتا ہے اور قصیدہ نگار مبالغہ کے دریا بہاتا ہے۔ قصیدہ میں مبالغہ کی وجہ سے دلکشی پیدا ہوتی ہے۔ قصیدہ کے پہلے جز یعنی، تشبیب کے پڑھنے سے قصیدہ کے معیار کا پتہ چلتا ہے اور مدح کے ذریعہ شاعر کی کلام پر دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔ غرض قصیدہ میں گریز کے بعد کا مرحلہ مدح سے وابستہ ہے۔

دعا: مدح کے بعد یا قصیدہ کے دوران شاعر اپنا مدعا ظاہر کرتا ہے اور آخر میں ممدوح کے حق میں دعا کرتا ہے۔ اس طرح دعا اور حسن مدعا بھی قصیدہ کے ایک جزو کا مرتبہ رکھتے ہیں۔

(۲)...براعتِ استہلال: علم بدیع کی ایک صنعت کا نام ہے، جس میں ایسے الفاظ یا جملے شروع میں لاتے ہیں، جن سے تمام عبارت کے اصل مضمون کا پتہ چلتا ہو۔

(دروس البلاغة،بيان علم البديع، صفحة: 231)

(۳)...التجريد وهو أن ينتزع من أمر ذي صفة أمر آخر مثله فيها مبالغة لكمالها فيه، منها: نحو قولهم: لي من فلان صديق حميم، اي: بلغ من الصداقة حداً صح معه أن يستخلص منه آخر مثله.

(تلخيص المفتاح مع تنوير المصباح، صفحة: 181-182)

یعنی، تجرید کا مطلب یہ ہے کہ ایک صفت والے امر سے، اسی کی طرح دوسرا امر، مبالغہ کے طور پر نکالا جائے؛ اس لئے کہ یہ صفت اس میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ اس میں سے ایک قسم ان لوگوں کے اس قول کی مانند ہے: "لي من فلان صديق حميم" "میری فلاں آدمی سے بہت گہری دوستی ہے یعنی، وہ دوستی کی اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس سے، اس کے ساتھ ایک اور دوست کا نکالنا صحیح ہے۔

(۴)...(سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب في الهَوَى، رقم 5130، أبو داود سليمان بن الأشعث الأزدي السِجِستاني (م: 275هـ)، تحقيق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللي، ناشر: دار الرسالة العالمية)

(۵)...(عصيدة الشهدة شرح قصيدة البردة: ص 71، للامام الہام السید عمر بن احمد آفندی (متوفی 1299)، ناشر: مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی) کراچی)

(۶)... یہ الفاظ اردو میں "بایں ریش و فَش" کی ترکیب سے مستعمل ہیں، جس کا معنی ہے: فضول، پگڑی کا شملہ، بے کار شے وغیرہ۔

(۷)...بخاری شریف میں یہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: «أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا»

(صحيح البخاري: كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، بَابُ {لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ---}، رقم 4837، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، محقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، ناشر: دار طوق النجاة)

(۸)... یہ حدیث حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حدیثِ پاک کے الفاظ یہ ہیں:

«عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا، قُلْتُ: لَا يَا رَبِّ! وَلَكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوعُ يَوْمًا، أَوْ قَالَ: ثَلَاثًا أَوْ نَحْوَ هَذَا، فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ، وَإِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمِدْتُكَ»

(سنن الترمذي: أَبْوَابُ الزُّهْدِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الكَفَافِ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ، رقم 2347، مؤلف: محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (م: 279هـ)، محقق: بشار عواد معروف، ناشر: دار الغرب الإسلامي—بيروت)

(۹)... "المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" کے الفاظ یہ ہیں:

«فأتاه إسرافيل، فقال: إن الله سمع ما ذكرت فبعثني إليک بمفاتيح خزائن الأرض، وأمرني أن أعرض عليك أسير معک جبال تهامة زمردا وياقوتا وذهبا وفضة، فإن رضيت فعلت، فإن شئت نبيا ملكا، وإن شئت نبيا عبدا، فأومأ إليه جبريل أن تواضع، فقال: بل نبيا عبدا، ثلاثا»

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الثالث، الفصل الثالث فيما تدعو ضرورته إليه صلى الله عليه وسلم من غذائه وملبسه ومنكحه وما يلحق بذلک، النوع الأول في عيشه صلى الله عليه وسلم في المأكل والمشرب، ص 155/2، مؤلف: أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملک القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين (م: 923ھ)۔ ناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر)

اور "المعجم الكبير" کے الفاظ یہ ہیں:

يَقُولُ (ابْنَ عُمَرَ): سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَقَدْ هَبَطَ عَلَيَّ مَلَکٌ مِنَ السَّمَاءِ مَا هَبَطَ عَلَى نَبِيٍّ قَبْلِي، وَلَا يَهْبِطُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، وَهُوَ إِسْرَافِيلُ وَعِنْدَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مُحَمَّدُ، ثُمَّ قَالَ: أَنَا رَسُولُ رَبِّکَ إِلَيْکَ أَمَرَنِي أَنْ أُخْبِرَکَ إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا، وَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلَكًا، فَنَظَرْتُ إِلَى جِبْرِيلَ فَأَوْمَأَ جِبْرِيلُ إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِکَ: «نَبِيًّا عَبْدًا» فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ أَنِّي قُلْتُ نَبِيًّا مَلَكًا، ثُمَّ شِئْتُ لَسَارَتِ الْجِبَالُ مَعِي ذَهَبًا»

(المعجم الکبیر: بَابُ العین، مَنِ اسمُهٗ عُمَرُ، رقم 13309؛ مؤلف: سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (م: 360ھ)۔ محقق: حمدي بن عبد المجید السلفي۔ دار النشر: مکتبة ابن تیمیة)

(۱۰)... مفسر قرآن و شارح حدیث حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں:

شفاعت بنا ہے شَفع سے بمعنی ملنا اور جوڑا ہوا، اس کا مقابل ہے وتر، ربّ فرماتا ہے:

﴿وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ﴾ [ترجمۂ کنز الایمان: اور (قسم) جُفت اور طاق کی۔] الخ

شفیع وہ، جو قیامت میں گنہگاروں سے مل کر، انہیں اپنے سینے سے لگالے گا، اب اس کا ترجمہ ہوتا ہے سفارش۔

شفاعت دو قسم کی ہے: شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ۔

شفاعت کبریٰ صرف حضور کریں گے، اس شفاعت کا فائدہ ساری خلقت، حتیٰ کہ کفار کو بھی پہنچے گا کہ اس شفاعت کی برکت سے حساب کتاب شروع ہو جائے گا اور قیامت کے میدان سے نجات ملے گی۔ یہ شفاعت قیامت کے اول وقت، جب کہ عدلِ خداوندی کا ظہور ہو گا، حضور ہی کریں گے، اس وقت کوئی نبی اس شفاعت کی جرأت نہ فرمائیں گے۔

شفاعتِ صغریٰ ظہور فضل کے وقت ہو گی۔ یہ شفاعت بہت لوگ، بلکہ قرآن، رمضان، خانہ کعبہ بھی کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع درجات کے لیے صالحین، حتیٰ کہ نبیوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے اور گناہوں کی معافی کے لیے ہم

گنہگاروں کی شفاعت کریں گے؛لہذا آپ کی شفاعت سے انبیاء کرام بھی فائدہ اٹھائیں گے «اللھم ارزقنا شفاعة حبیبک صلی اللہ علیه وسلم» حضور کی شفاعت ہم گنہگاروں کا سہارا ہے۔ شعر

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ
رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

حضور کی شفاعت نو قسم کی ہے:(۱)حساب شروع کرانے کے لیے، جس کا فائدہ سب کو ہوگا(۲) بے حساب، جنتیوں کو، جنت میں، پہنچانے کے لیے(۳) جن کی نیکیاں، بدیاں برابر ہوں، ان کی نیکی کا پلہ، وزنی کرانے کے لیے(۴)ہم جیسے دوزخ کے لائق لوگوں کو، چھڑانے کے لیے(۵)صالحین کے درجے، بلند کرانے کے لیے(۶)دوزخ میں گرے ہوئے گنہگاروں کو، وہاں سے نکلوانے کے لیے(۷)جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے(۸)اہل مدینہ اور زائرین روضۂ رسول کو، اپنا قرب دلوانے کے لیے۔(اشعہ) (۹)بعض کفار کا عذاب، ہلکا کرانے کے لیے۔(اشعۃ اللمعات)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن، باب الحوض و الشفاعة، الفصل الاول، 7/316-317، ناشر: مکتبہ اسلامیہ۔لاہور)

(۱۱)..."روح البیان" کے الفاظ یہ ہیں:

«قال شیخنا العلامة أبقاه الله بالسلامة: في "الرسالة الرحمانیة في بیان الکلمة العرفانیة" علم الأولیاء من علم الأنبیاء بمنزلة قطرة من سبعة أبحر و علم الأنبیاء من علم نبینا محمد علیه الصلاة و السلام بهذه المنزلة و علم نبینا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة»

روح البیان:سورۃ البقرۃ، تحت آیت 225،ج1؛مؤلف:شیخ اسماعیل حقی حنفی خلوتی(م:1127ھ)،ناشر:دارالفکر۔بیروت

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی مذکورہ آیت "اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے، مگر جتنا وہ چاہے" کے تحت اپنی تفسیر "خزائن العرفان" میں فرماتے ہیں:

اور جن کو وہ مطّلع فرمائے، وہ انبیاورسل ہیں، جن کو غیب پر مطّلع فرمانا ان کی نبوت کی دلیل ہے۔دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا۝اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾[۲۶۔۲۷]ترجمہِ کنزالایمان:غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (خازن)

(۱۲)یہ مشہورِ زمانہ مصرعہ ہے، جس کے شروع کے بیت یہ ہیں:

یاصاحب الجمال ویاسید البشر　　من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ　　بعدازخدابزرگ توئی، قصہ مختصر

ترجمہ:

اے صاحبِ جمال صلی اللہ علیہ وسلم!اور اے انسانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم!آپ کے رخِ انور سے چاند چمک اٹھا، آپ کی ثنا کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں۔قصہ مختصر یہ کہ خداتعالٰی کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں۔

اور مشہور فقیہ و محدث، امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

(۱۳)..."المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے:

«وعن أنس أن شابا من الأنصار توفي وله أم عجوز عمياء، فسجيناه وعزيناها، فقالت: مات ابني؟ قلنا: نعم، قالت: اللهم إن كنت تعلم أني هاجرت إليك وإلى نبيك رجاء أن تعينني على كل شدة فلا تحملن على هذه المصيبة، فما برحنا أن كشف الثوب عن وجهه فطعم وطعمنا». رواه ابن عدي وابن أبي الدنيا والبيهقي وأبو نعيم.

یعنی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نوجوان کا انتقال ہو گیا اور اس کی ماں ایک نابینا بوڑھی خاتون تھی، ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور پھر اس کی ماں سے تعزیت کی، اس نے پوچھا: میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! اس نے کہا: یا اللہ! اگر تیرے علم کے مطابق میں تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف ہجرت کی ہے اور یہ امید تھی کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے، تو مجھے اس مصیبت میں مبتلا نہ کر، پس ہم وہاں سے نہیں ہٹے تھے کہ اس نوجوان نے اپنے چہرے سے پردہ ہٹایا، تو اس نے اور ہم نے کھانا کھایا۔ اس روایت کو ابن عدی، ابن ابی دنیا، بیہقی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح "المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" میں یہ واقعہ بھی "دلائل النبوة للبيهقي" کے حوالہ سے مذکور ہے کہ:

دعا رجلا إلى الإسلام، فقال: لا أومن بك حتى تحيي لي ابنتي، فقال - صلى الله عليه وسلم -: «أرني قبرها» فأراه إياه، فقال - صلى الله عليه وسلم -: «يا فلانة»

فقالت: لبیک وسعدیک. فقال-صلی اللہ علیہ وسلم-: «أتحبین أن ترجعی إلی الدنیا؟» فقالت: لا واللہ یا رسول اللہ، إنی وجدت اللہ خیرا لی من أبوی، ورأیت الآخرة خیرا لی من الدنیا.

یعنی، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی، تو اس نے کہا: میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا، جب تک آپ میری بیٹی کو زندہ نہ کر دیں، آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس کی قبر دکھاؤ، چناں چہ اس نے آپ کو وہ قبر دکھائی، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے فلاں لڑکی! اس نے عرض کیا: میں حاضر ہوں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو واپس دنیا میں آنا چاہتی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں واپس نہیں آنا چاہتی؛ کیوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے ماں باپ سے بہتر پایا اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کو اچھا دیکھا ہے۔

ان کے علاوہ دیگر واقعات وتفصیلات کے لئے دیکھئے:

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: الجزء الثاني، المقصد الرابع، الفصل الأول فی معجزاته، ص 297)

(۱۴)...(دیوان امام بوصیری: ص36، مترجم: علامہ حافظ محمد ذکاء اللہ سعیدی، ناشر: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم، پاکستان، سن اشاعت: ربیع الاول 1434ھ / جنوری 2013ء)

(المنح المكية فی شرح الهمزية المسمّى «أفضل القِری لقراء أم القری»: ص 41؛ تألیف: الإمام العلامة الفقیه المحقق شهاب الدین أحمد بن محمد ابن

حجر الهيتمي(974 909 هـ)۔عني به:أحمد جاسم المحمد، بوجمعة مكري،ناشر:دارالمنهاج،بيروت-لبنان)

(۱۵)...یہ قول بہت سی کتب میں موجود ہے۔مثلاً:"حلية الأولياء وطبقات الأصفياء"(7/52)،"الإحياء"(4/23)"الحدائق في المطالب العالية" للبطليوسي(72 و125)،"نهاية العالم"للشيخ محمد متولي الشعراوي ص(66)،"العواصم من القواصم":رقم 13،"طبقات الشافعية الكبرى" للسبكي:(6/357)،"الأسرار المرفوعة"لعلي قاري:رقم 353،"الزهد الكبير"للبيهقي(515)۔

(۱۶)...یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے،الفاظ یہ ہیں:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَنْبَرَةً أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

(صحيح مسلم: كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ طِيبِ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِينِ مَسِّهِ وَالتَّبَرُّكِ بِمَسْحِهِ، رقم2330؛مؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري(متوفى: 261هـ)۔محقق:محمد فؤاد عبد الباقي۔ناشر:دارإحياء التراث العربي-بيروت)

(صحيح بخاري: 3، 1306، كتاب المناقب، رقم: 3368۔ترمذي، الجامع الصحيح،4: 368،ابواب البر والصلة،رقم: 2015۔احمد بن حنبل، المسند،3: 200۔ابن ابي شيبه،المصنف،6: 315،رقم:31718۔ابويعلي، المسند، 6: 463، رقم: 3866۔عبد بن حميد، المسند، 1: 378، رقم:

1268۔بیهقي، شعب الايمان، 2 : 154، رقم : 1429۔ابو نعيم، مسند أبي حنيفه، 1 : 51۔ترمذي، الشمائل المحمديه، 1 : 285، رقم: 346۔ابن حبان، الصحيح، 14 : 221، رقم: 6303۔)

(۱۷)... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا مر فِي طَرِيق من طرق الْمَدِينَة وجدوا مِنْهُ رَائِحَة الطّيب وَقَالُوا مر رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من هَذَا الطَّرِيق»

(الخصائص الكبرى: ذكر المعجزات والخصائص فِي خلقه الشريف صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، بَاب الْآيَة فِي عرقه الشريف صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، ج 1، ص 115؛ مؤلف: عبدالرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (م: 911هـ)، ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

«لَم يَكنِ النَّبيُّ صَلى الله عَلَيه وسَلم يَمُرُّ فِي طَرِيقٍ، فَيَتبَعُهُ أَحَدٌ، إِلاَّ عَرَفَ أَنَّهُ سَلَكَهُ، مِنْ طِيبِ عَرفِهِ».

”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے بھی گزر جاتے، تو بعد میں آنے والا شخص، خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔“

(التاريخ الكبير، 1: 399-400، رقم: 1273؛ مؤلف: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله (م: 256هـ)۔ طابع: دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد-الدكن)

(۱۸)... قال الإشبيلي: «لتربة المدينة نفحة ليس طيبها كما عهد من الطِّيب بل هو أعجب من الأعاجيب»

(سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد: جماع أبواب بعض فضائل المدينة الشريفة، الباب الثاني في أسماء المدينة مرتبة على حروف المعجم، المجلد الثالث، ص 290؛ مؤلف: محمد بن يوسف الصالحي الشامي (م: 942هـ)، تحقيق وتعليق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، الشيخ علي محمد معوض۔ ناشر: دار الكتب العلمية بيروت-لبنان)

(۱۹)... اس کی تخریج نہیں مل سکی۔

(۲۰)...

بطيب رسول الله طاب نسيمها　　　فما المسک ما الكافور ما الصندل الرطب

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى: الباب الأول في أسماء هذه البلدة الشريفة، ج 1، ص 21۔ مؤلف: علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن السمهودي (م: 911هـ)۔ اعتنى به ووضع حواشيه: خالد عبد الغني محفوظ۔ ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت)

(۲۱)... یہ واقعہ "دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة" میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

«لَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا رَسُولُ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ارْتَجَسَ إِيوَانُ كِسْرَى، وَسَقَطَتْ مِنْهُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ شُرْفَةً. وَخَمَدَتْ نَارُ فَارِسَ، وَلَمْ تَخْمَدْ قَبْلَ ذلك، بِأَلْفِ عَامٍ، وَغَاضَتْ بُحَيْرَةُ سَاوَةَ، وَرَأَى الْمُوبَذَانُ إِبِلًا صِعَابًا، تَقُودُ خَيْلًا عِرَابًا، قَدْ قَطَعَتْ دِجْلَةَ وَانْتَشَرَتْ فِي بِلَادِهَا.

فَلَمَّا أَصْبَحَ كِسْرَى أَفْزَعَهُ ذَلِكَ، وَتَصَبَّرَ عَلَيْهِ تَشَجُّعًا، ثُمَّ رَأَى أَنْ لَا يَدَّخِرَ ذَلِكَ عَنْ وُزَرَائِهِ وَمَرَازِبَتِهِ حِينَ عِيلَ صَبْرُهُ، فَجَمَعَهُمْ، وَلَبِسَ تَاجَهُ، وَقَعَدَ عَلَى سَرِيرِهِ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَيْهِمْ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوا عِنْدَهُ، قَالَ: أَتَدْرُونَ فِيمَا بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ؟ قَالُوا: لَا، إِلَّا أَنْ يُخْبِرَنَا الملك بذلك. فبيناهم كَذَلِكَ إِذْ أَتَاهُ كِتَاب بِخُمُودِ نَارِ فَارِسَ، فَازْدَادَ غَمًّا إِلَى غَمِّهِ، ثُمَّ أَخْبَرَهُمْ بِمَا هَالَهُ. فَقَالَ الْمُوبَذَانُ: وَأَنَا- أَصْلَحَ اللهُ الْمَلِكَ- قَدْ رَأَيْتُ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ. ثُمَّ قَصَّ عَلَيْهِ رُؤْيَاهُ فِي الْإِبِلِ. قَالَ: أَيَّ شَيْءٍ يَكُونُ هَذَا يَا مُوبَذَانُ- وَكَانَ أَعْلَمَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ- قَالَ: حَدَثٌ [يَكُونُ] مِنْ نَاحِيَةِ الْعَرَبِ.
فَكَتَبَ كِسْرَى عِنْدَ ذَلِكَ: «مِنْ مَلِكِ الْمُلُوكِ كِسْرَى إِلَى النُّعْمَانِ بْنِ الْمُنْذِرِ. أَمَّا بَعْدُ: فَوَجِّهْ إِلَيَّ بِرَجُلٍ عَالِمٍ بِمَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَهُ عَنْهُ» فَوَجَّهَ إِلَيْهِ بِعَبْدِ الْمَسِيحِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَيَّانَ بْنِ بُقَيْلَةَ الْغَسَّانِيِّ. فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ، قَالَ: أَلَكَ عِلْمٌ بِمَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْهُ؟ قَالَ: يَسْأَلُنِي، أَوْ يُخْبِرُنِي، الْمَلِكُ، فَإِنْ كَانَ عِنْدِي مِنْهُ عِلْمٌ أَخْبَرْتُهُ، وَإِلَّا دَلَلْتُهُ عَلَى مَنْ يَعْلَمُهُ. قَالَ: فَأَخْبَرَهُ بِمَا رَأَى. قَالَ: عِلْمُ ذَلِكَ عِنْدَ خَالٍ لِي يَسْكُنُ مَشَارِفَ الشَّامِ، يُقَالُ لَهُ: سَطِيحٌ. قَالَ: فَاذْهَبْ إِلَيْهِ فَاسْأَلْهُ وَائْتِنِي بِتَأْوِيلِ مَا عِنْدَهُ. فَنَهَضَ عَبْدُ الْمَسِيحِ حَتَّى قَدِمَ عَلَى سَطِيحٍ، وَقَدْ أَشْفَى عَلَى الْمَوْتِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَحَيَّاهُ، فَلَمْ يُحِرْ جَوَابًا۔۔۔ قَالَ: فَفَتَحَ سَطِيحٌ عَيْنَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: عَبْدُ

الْمَسِيحِ، عَلَى جَمَلٍ مُسِيحٍ، إِلَى سَطِيحٍ، وَقَدْ أَوْفَى عَلَى الضَّرِيحِ، بَعَثَكَ مَلِكُ بَنِي سَاسَانَ، لِارْتِجَاسِ الْإِيوَانِ، وَخُمُودِ النِّيرَانِ، وَرُؤْيَا الْمُوبَذَانِ، رَأَى إِبِلًا صِعَابًا، تَقُودُ خَيْلًا عِرَابًا، قَدْ قَطَعَتْ دِجْلَةَ وَانْتَشَرَتْ فِي بِلَادِهَا. يَا عَبْدَ الْمَسِيحِ، إِذَا كَثُرَتِ التِّلَاوَةُ، وَظَهَرَ صَاحِبُ الْهِرَاوَةِ، وَفَاضَ وَادِي السَّمَاوَةِ، وَغَاضَتْ بُحَيْرَةُ سَاوَةَ، وَخَمَدَتْ نَارُ فَارِسَ - فَلَيْسَ الشَّامُ لِسَطِيحٍ شَامًا، يَمْلِكُ مِنْهُمْ مُلُوكٌ وَمَلِكَاتٌ، عَلَى عَدَدِ الشُّرُفَاتِ، وَكُلُّ مَاهُوَ آتٍ آتٍ. ثُمَّ قَضَى سَطِيحٌ مَكَانَهُ، فَنَهَضَ عَبْدُ الْمَسِيحِ إِلَى رحله۔۔۔ قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الْمَسِيحِ عَلَى كِسْرَى فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ سَطِيحٍ، فَقَالَ: إِلَى أَنْ يَمْلِكَ مِنَّا أَرْبَعَةَ عَشَرَ مَلِكًا كَانَتْ أُمُورٌ وَأُمُورٌ. فَمَلَكَ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ فِي أَرْبَعِ سِنِينَ، وَالْبَاقُونَ إِلَى أَنْ قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ»

(دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة: بَابُ مَا جَاءَ فِي ارْتِجَاسِ إِيوَانِ كِسْرَى وَسُقُوطِ شُرَفِهِ، وَرُؤْيَا الْمُوبَذَانِ، وَخُمُودِ النِّيرَانِ، وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْآيَاتِ، لَيْلَةَ وُلِدَ رَسُولُ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج1، ص127-128۔ مؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (م: 458ھ)۔ محقق: د. عبد المعطي قلعجي۔ ناشر: دار الكتب العلمية، دار الريان للتراث)

اور "دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني" کے الفاظ یہ ہیں:

«لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ وُلِدَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَجَسَ إِيوَانُ كِسْرَى وَسَقَطَتْ مِنْهُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ شُرَافَةً، وَخَمَدَتْ نَارُ فَارِسَ وَلَمْ تَخْمُدْ قَبْلَ ذَلِكَ بِأَلْفِ عَامٍ، وَغَاضَتْ بُحَيْرَةُ سَاوَةَ، وَرَأَى الْمُوبَذَانُ إِبِلًا صِعَابًا تَقُودُ خَيْلًا عِرَابًا قَدْ قَطَعَتْ

دِجْلَةَ وَانْتَشَرَتْ فِي بِلَادِهِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ كِسْرَى أَفْزَعَهُ مَا رَأَى فَتَصَبَّرَ عَلَيْهِ تَشَجُّعًا، ثُمَّ رَأَى لَا يَكْتُمُ ذَلِكَ عَنْ وُزَرَائِهِ وَمَرَازِبَتِهِ فَلَبِسَ تَاجَهُ وَقَعَدَ عَلَى سَرِيرِهِ، وَأَرْسَلَ إِلَى الْمُوبَذَانِ، فَقَالَ: يَا مُوبَذَانُ إِنَّهُ قَدْ سَقَطَ مِنْ إِيوَانِي أَرْبَعَ عَشْرَةَ شُرَافَةً وَخَمَدَتْ نَارُ فَارِسَ وَلَمْ تَخْمَدْ قَبْلَ ذَلِكَ بِأَلْفِ عَامٍ، فَقَالَ: وَأَنَا أَيُّهَا الْمَلِكُ قَدْ رَأَيْتُ كَأَنَّ إِبِلًا صِعَابًا تَقُودُ خَيْلًا عِرَابًا حَتَّى عَبَرَتْ دِجْلَةَ وَانْتَشَرَتْ فِي بِلَادِ فَارِسَ، قَالَ: فَمَا تَرَى ذَلِكَ يَا مُوبَذَانُ؟ قَالَ: وَكَانَ رَأْسَهُمْ فِي الْعِلْمِ فَقَالَ: حَدَثٌ يَكُونُ مِنْ قِبَلِ الْعَرَبِ، فَكَتَبَ حِينَئِذٍ كِسْرَى: مِنْ كِسْرَى مَلِكِ الْمُلُوكِ إِلَى النُّعْمَانِ بْنِ الْمُنْذِرِ، ابْعَثْ إِلَيَّ رَجُلًا مِنَ الْعَرَبِ يُخْبِرُنِي بِمَا أَسْأَلُهُ عَنْهُ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ عَبْدَ الْمَسِيحِ بْنَ حَيَّانَ بْنِ نُفَيْلَةَ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ الْمَسِيحِ، هَلْ لَكَ عِلْمٌ بِمَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْهُ؟ فَقَالَ: يَسْأَلُنِي الْمَلِكُ، فَإِنْ كَانَ عِنْدِي مِنْهُ عِلْمٌ أَعْلَمْتُهُ، وَإِلَّا أَعْلَمْتُهُ بِمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُهُ، فَأَخْبَرَهُ بِهِ الْمَلِكُ، فَقَالَ عِلْمُهُ عِنْدَ خَالٍ لِي يَسْكُنُ فِي مَشَارِفِ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ سَطِيحٌ، قَالَ: فَاذْهَبْ إِلَيْهِ وَاسْأَلْهُ وَأَخْبِرْنِي بِمَا يُخْبِرُكَ بِهِ، فَخَرَجَ عَبْدُ الْمَسِيحِ حَتَّى قَدِمَ عَلَى سَطِيحٍ وَهُوَ مُشْرِفٌ عَلَى الْمَوْتِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَحَيَّاهُ بِتَحِيَّةِ الْمَلِكِ، فَلَمْ يُجِبْهُ سَطِيحٌ ـــ قَالَ: فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ فَقَالَ: عَبْدُ الْمَسِيحِ يَهْوِي إِلَى سَطِيحٍ، وَقَدْ أَوْفَى عَلَى الضَّرِيحِ، بَعَثَكَ مَلِكُ بَنِي سَاسَانَ، لِارْتِجَاسِ الْإِيوَانِ، وَخُمُودِ النِّيرَانِ، وَرُؤْيَا الْمُوبَذَانِ، رَأَى إِبِلًا صِعَابًا تَقُودُ خَيْلًا عِرَابًا، قَدْ قَطَعَتْ دِجْلَةَ وَانْتَشَرَتْ فِي بِلَادِ فَارِسَ، يَا عَبْدَ الْمَسِيحِ إِذَا ظَهَرَتِ التِّلَاوَةُ، وَغَارَتْ بُحَيْرَةُ سَاوَةَ وَخَرَجَ صَاحِبُ الْهِرَاوَةِ، وَفَاضَ وَادِي السَّمَاوَةِ، فَلَيْسَتِ الشَّامُ لِسَطِيحٍ بِشَامٍ، يَمْلِكُ مِنْهُمْ مُلُوكٌ وَمَلِكَاتٌ عَلَى عَدَدِ الشُّرَافَاتِ، وَكُلُّ مَا هُوَ آتٍ آتٍ: ثُمَّ مَاتَ

سطِيح وقَامَ عَبْدُ المَسِيحِ۔۔۔قَالَ: فَرَجَعَ عَبْدُ المَسِيحِ إِلَى كِسْرَى فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: إِلَى أَنْ يَملِكَ مِنَّا أَرْبَعَةَ عَشَرَ مَلِكًا يكون أمورٌ وَأُمورٌ، قَالَ: فَمَلَكَ مِنهم عشرة في أَرْبَعِ سِنِينَ وَمَلَكَ البَاقُونَ بَعْدَهُ»

(دلائل النبوة: الْفَصْلُ التَّاسِعُ فِي ذِكْرِ حَمْلِ أُمِّهِ وَوَضْعِهَا وَمَا شَاهَدَتْ مِن الْآيَاتِ, وَالْأَعْلَامِ عَلَى نبوَّتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج1، ص139تا141؛ مؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (م: 430هـ)۔ حققه: الدكتور محمد رواس قلعه جي، عبد البر عباس، ناشر: دار النفائس، بيروت)

اور "ابن عساکر" کے الفاظ یہ ہیں:

«لما كان ليلة ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم ارتجس إيوان كسرى، وسقطت منه أربع عشرة شرفة، وخمدت نار فارس، ولم تخمد قبل ذلك بألف عام، وغاضت بحيرة ساوة ، ورأى الموبذان إبلا صعابا، تقود خيلا عرابا قد قطعت دجلة وانتشرت في بلادها. فلما أصبح كسرى أفزعه ذلك، فصبر عليه تشجعا، ثم رأى أن- وقال الفقيه: أنه- لا يدخر ذلك عن مرازبته، فجمعهم ولبس تاجه وجلس على سريره. ثم بعث إليهم فلما اجتمعوا عنده قال: تدرون فيما بعثت إليكم؟ قالوا: لا، إلا أن يخبرنا الملك. فبينا هم كذلك إذ ورد عليهم كتاب بخمود النيران، فازداد غمًا إلى غمه، ثم أخبرهم ما رأى وما هاله. فقال الموبذان: وأنا أصلح الله الملك قد رأيت في هذه الليلة رؤيا. ثم قص عليه رؤياه في الإبل. فقال: أي شيء يكون هذا يا موبذان؟ قال: حدث يكون في ناحية العرب-

وكان أعلمهم في أنفسهم- فكتب عند ذلک:من كسرى ملک الملوک إلى النعمان بن المنذر. أما بعد، فوجه إلي برجل عالم بما أريد أن أسأله عنه. فوجه إليه بعبد المسيح بن عمرو بن حيان بن بقيلة الغساني، فلما ورد عليه قال له: ألک علم بما أريد أن أسألک عنه؟ قال: ليخبرني الملک أو ليسألني عما أحب. فإن كان عندي منه علم وإلا أخبرته بمن يعلمه. فأخبره بالذي وجه إليه فيه. قال: علم ذلک عند خال لي يسكن مشارف الشام يقال له سطيح. قال: فأته. اسأله عما سألتک عنه. ثم أنبئني بتفسيره. فخرج عبد المسيح حتى انتهى إلى سطيح، وقد أشفى على الضريح، فسلم عليه ثم كلمه، فلم يرد عليه جوابا___قال: فلما سمع سطيح شعره، رفع رأسه، يقول: عبد المسيح على جمل مسيح. إلى سطيح، وقد أوفى على الضريح، بعثک ملک بني ساسان لارتجاس الإيوان، وخمود النيران ورؤيا الموبذان رأى إبلا صعابا وتقود خيلا عرابا، قد قطعت دجلة وانتشرت في بلادها. يا عبد المسيح إذا كثرت التلاوة. وظهر صاحب الهراوة، وفاض وادي السماوة، وغاضت بحيرة ساوة، وخمدت نار فارس، فليس الشام لسطيح شاما، يملک منهم ملوک وملكات، على عدد الشرفات، وكل ما هو آت آت. ثم قضى سطيح مكانه، ونهض عبد المسيح إلى راحلته____فلما قدم عبد المسيح على كسرى أخبره بما قال له سطيح. فقال كسرى: إلى أن يملک منا أربعة عشر ملكا كانت أمور وأمور. فملک منهم عشرة في أربع سنين، وملک الباقون إلى خلافة عثمان»

(تاريخ دمشق:221/72۔مؤلف:أبو القاسم علي بن الحسن معروف بابن عساكر (م:571ھ)، محقق:عمرو بن غرامة العمروي، ناشر: دار الفكر)

(۲۲)..."مسعودی" کے الفاظ یہ ہیں:

«وقد كان مَنْ قبله من ملوك الساسانية وكثير ممن سلف من فارس الأولى يسكن بطيسون، وذلك بغربي المدائن من أرض العراق، فسكن سابور في الجانب الشرقي من المدائن، وبنى هناك الإيوان المعروف بإيوان كسرى إلى هذه الغاية، وقد كان أبرويز بن هرمز أتم مواضع من بناء هذا الإيوان»

(مروج الذهب ومعادن الجوهر: ذكر ملوك الساسانية وهم الفرس الثانية واخبارهم، ج1، ص197؛تأليف: أبو الحسن علي بن الحسين بن علي المسعودي الشيعي۔اعتنى به وراجعه: كمال حسن مرعي، ناشر: المكتبة العصرية-بيروت لبنان)

(۲۳)...علامہ یاقوت حموی کے الفاظ یہ ہیں:

«هي مدينة كسرى التي فيها الإيوان بينها وبين بغداد ثلاثة فراسخ»

(معجم البلدان: باب الطاء والياء، ج4، ص55۔مؤلف: ياقوت بن عبد الله حموي(574-626ھ=1178-1229م)۔ناشر: دار الفكر بيروت)

(۲۴)...یہ واقعہ سیرت کی تقریبا سبھی کتابوں میں موجود ہے، مثلا:

(السيرة النبوية: ج1، ص51۔مؤلف: عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، أبو محمد، جمال الدين (م: 213ھ)، تحقيق: مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبد الحفيظ الشلبي۔ناشر: شركة مكتبة ومطبعة

مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر=الروض الأنف في شرح السيرة النبوية: المجلد الأول، ص150، مؤلف: أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (م: 581هـ)، محقق: عمر عبد السلام السلامي۔ناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت=سبل الهدى والرشادفي سيرة خير العباد: المجلد الأول ،الباب الثالث عشر في قصة إهلاک أصحاب الفيل، ص219، مؤلف: محمد بن يوسف الصالحي الشامي (م: 942هـ)۔تحقيق وتعليق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، الشيخ علي محمد معوض۔ناشر: دار الكتب العلمية بيروت-لبنان)

(۲۵)...یہ واقعہ پارہ ۳۰، سورۂ فیل میں یوں آیا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۝اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ۝وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ۝تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ۝فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۝ کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا۝ اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں۝ کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۝ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

(۲۶)...(السيرة النبوية: الجزء الأول، ص628،مؤلف: أبو محمد عبد الملک بن هشام البصري(م:213هـ)،تحقيق:مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبد الحفيظ الشلبي۔ناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر)

(المغازي: الجزء الأول، ص 81۔مؤلف: محمد بن عمر بن واقد السهمي الأسلمي بالولاء، المدني، أبو عبد الله، الواقدي (م: 207ھ). تحقيق: مارسدن جونس. ناشر: دار الأعلمي–بيروت)

(۲۷)... حضرت یونس علیہ السلام کا یہ واقعہ "سورہِ صافات" کی آیت نمبر ۱۳۹تا۱۴۸ میں مذکور ہے؛ چناں چہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاِنَّ یُوۡنُسَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ۞اِذۡ اَبَقَ اِلَی الۡفُلۡکِ الۡمَشۡحُوۡنِ۞ فَسَاہَمَ فَکَانَ مِنَ الۡمُدۡحَضِیۡنَ۞فَالۡتَقَمَہُ الۡحُوۡتُ وَ ہُوَ مُلِیۡمٌ۞فَلَوۡلَاۤ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُسَبِّحِیۡنَ۞لَلَبِثَ فِیۡ بَطۡنِہٖۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ۞فَنَبَذۡنٰہُ بِالۡعَرَآءِ وَ ہُوَ سَقِیۡمٌ۞وَ اَنۡۢبَتۡنَا عَلَیۡہِ شَجَرَۃً مِّنۡ یَّقۡطِیۡنٍ۞وَ اَرۡسَلۡنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلۡفٍ اَوۡ یَزِیۡدُوۡنَ۞فَاٰمَنُوۡا فَمَتَّعۡنٰہُمۡ اِلٰی حِیۡنٍ﴾

ترجمہِ کنزالایمان: اور بیشک یونس پیغمبروں سے ہے۞جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۞تو قرعہ ڈالا تو ڈھکیلے ہوؤں میں ہوا۞پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۞تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا۞ضرور اس کے پیٹ میں رہتا ،جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۞پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا۞اور ہم نے اس پر کدّو کا پیڑ اگایا۞اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا، بلکہ زیادہ۞تو وہ ایمان لے آئے، تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا۔

(۲۸)... اعرابی والے واقعہ کی تخریج:

یہ واقعہ احادیث و سیر کی بہت سی کتب میں موجود ہے، مثلاً:

سنن دارمی میں ان الفاظ سے ہے:

عَنِ ابنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فِي سَفَرٍ فَأَقبَلَ أَعرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَا مِنهُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: «أَينَ تُرِيدُ؟» قَالَ: إِلَى أَهلِي قَالَ: «هَل لَكَ فِي خَيرٍ؟» قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: «تَشهَدُ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُهُ وَرَسُولُهُ» فَقَالَ: وَمَن يَشهَدُ عَلَى مَا تَقُولُ؟ قَالَ: «هَذِهِ السَّلَمَةُ» فَدَعَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِشَاطِئِ الوَادِي فَأَقبَلَت تَخُدُّ الأَرضَ خَدًّا حَتَّى قَامَت بَينَ يَدَيهِ، فَاستَشهَدَهَا ثَلَاثًا، فَشَهِدَت ثَلَاثًا أَنَّهُ كَمَا قَالَ، ثُمَّ رَجَعَت إِلَى مَنبَتِهَا وَرَجَعَ الأَعرَابِيُّ إِلَى قَومِهِ، وَقَالَ: إِنِ اتَّبَعُونِي أَتَيتُكَ بِهِم، وَإِلَّا رَجَعتُ، فَكُنتُ مَعَكَ

(مسند الدارمي المعروف بـ(سنن الدارمي): بَابُ مَا أَكرَمَ اللهُ تَعَالَى بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عليهِ وسَلَّمَ مِن إِيمَانِ الشَّجَرِ بِهِ، وَالبَهَائِمِ، وَالجِنِّ، رقم16، ص 167، مؤلف: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (م: 255هـ)، تحقيق: حسين سليم أسد الداراني۔ناشر: دار المغني للنشر والتوزيع۔)

اور "شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" میں ہے:

«وخرج الحاكم في مستدركه بإسناد جيد عن ابن عمر قال: كنا مع النبي - صلى الله عليه وسلم - في سفر فأقبل أعرابي، فلما دنا منه، قال له رسول الله - صلى الله عليه وسلم: "أين تريد؟" قال: إلى أهليقال: "هل لك إلى خير"، قال: وما هو؟ قال: "تشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمدًا عبده ورسوله"، قال:

هل لک من شاهد على ما تقول؟ قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم: "هذه الشجرة"، فدعاها رسول الله -صلى الله عليه وسلم, وهي على شاطيء الوادي، فأقبلت تخذ الأرض خدًا، فقامت بين يديه فاستشهدها ثلاثا فشهدت، ثم رجعت إلى منبتها»

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الرابع: في معجزاته-صلى الله عليه وسلم-الدالة على ثبوت نبوته، المجلد السادس، ص516۔مؤلف: أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي الزرقاني المالكي (م: 1122ھ)، ناشر: دار الكتب العلمية)

(۲۹)...ارہاص کی تعریف: نبی سے جو بات خلافِ عادت قبلِ نبوت ظاہر ہو، اُس کو اِرہاص کہتے ہیں۔

(بہار شریعت: جلد اول، حصہ 1، ص32۔ مصنف: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی۔ ناشر: مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ۔ کراچی)

(۳۰)...یہ واقعہ "المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" میں ان الفاظ سے مذکور ہے:

«وقد روى ابن سعد وأبو نعيم وابن عساكر، عن ابن عباس قال: كانت حليمة لا تدعه يذهب مكانا بعيدا، فغافلت عنه، فخرج مع أخته الشيماء فى الظهيرة إلى البهم، فخرجت حليمة تطلبه، حتى تجده مع أخته فقالت: فى هذا الحر؟ قالت أخته: يا أمه ما وجد أخي حرا، رأيت غمامة تظل عليه، إذا وقف وقفت وإذا سار سارت حتى انتهى إلى هذا الموضع»

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الأول، ذكر رضاعه صلى الله عليه وسلم، ج 1، ص 94)

(۳۱)... "شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" میں ہے:

«ولما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم اثنتي عشرة سنة خرج مع عمه أبي طالب إلى الشام، حتى بلغ بصري، فرآه بحيرى الراهب، واسمه جرجيس فعرفه بصفته فقال وهو آخذ بيده: هذا سيد العالمين، هذا يبعثه الله رحمة للعالمين. فقيل له: "وما علمك بذلك؟" قال: إنكم حين أشرفتم من العقبة، لم يبق شجر ولا حجر إلا خر ساجدا، ولا يسجدان إلا لنبي، وإني أعرفه بخاتم النبوة، في أسفل من غضروف كتفه، مثل التفاحة، وإنا نجده في كتبنا، وسأل أبا طالب أن يرده خوفا عليه من اليهود. والحديث رواه ابن أبي شيبة، وفيه: أنه صلى الله عليه وسلم أقبل وعليه غمامة تظله»

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الأول: في تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام، ذكر وفاة أمه وما يتعلق بأبويه صلى الله عليه وسلم، المجلد الأول، ص 363)

(۳۲)... معجزہ "شق القمر" کا ذکر بہت سی کتب احادیث و سیر میں موجود ہے، چناں چہ آیتِ مبارکہ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [القمر:۱] ترجمہِ کنز الایمان: پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند" کے تحت صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر "خزائن العرفان" میں فرماتے ہیں:

دو پارہ ہو کر شق القمر، جس کا اس آیت میں بیان ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزاتِ باہرہ میں سے ہے، اہل مکہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک معجزہ کی درخواست کی تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند شق کر کے دکھایا، چاند کے دو حصے ہو گئے اور ایک حصہ دوسرے سے جدا ہو گیا اور فرمایا کہ گواہ رہو، قریش نے کہا: محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جادو سے ہماری نظر بند کر دی ہے، اس پر انہیں کی جماعت کے لوگوں نے کہا کہ اگر یہ نظر بندی ہے، تو باہر کہیں بھی کسی کو چاند کے دو حصے نظر نہ آئے ہوں گے، اب جو قافلے آنے والے ہیں، ان کی جستجو رکھو اور مسافروں سے دریافت کرو، اگر دوسرے مقامات سے بھی چاند شق ہونا دیکھا گیا ہے، تو بے شک معجزہ ہے؛ چناں چہ سفر سے آنے والوں سے دریافت کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا کہ اس روز چاند کے دو حصے ہو گئے تھے، مشرکین کو انکار کی گنجائش نہ رہی اور وہ جاہلانہ طور پر جادو ہی جادو کہتے رہے۔ صحاح کی احادیثِ کثیرہ میں اس معجزۂ عظیمہ کا بیان ہے اور خبر اس درجۂ شہرت کو پہنچ گئی ہے کہ اس کا انکار کرنا عقل و انصاف سے دشمنی اور بے دینی ہے۔

اور "صحیح بخاری" میں ہے:

«عَنْ أَنسِ بْنِ مَالِكٍ -رضی الله عنه: أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً، فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ، حَتَّى رَأَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا»

یعنی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کفار مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا، تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھادیا؛ یہاں تک کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دو ٹکڑوں کے بیچ میں دیکھا:

(صحيح البخاري:كتاب مناقب الأنصار،باب انشِقاقِ القَمَرِ،رقم 3868)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

«وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى وُقُوعِ ذَلِكَ فِي زَمَنِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَجَاءَتْ بِذَلِكَ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ مِنْ طُرُقٍ مُتَعَدِّدَةٍ تُفِيدُ الْقَطْعَ»

یعنی، معجزہ شق القمر کے آپ علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ میں واقع ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اور اس بارے میں متواتر احادیث، ایسے متعدد طرق سے آئی ہیں، جن سے "قطعیت" حاصل ہوتی ہے۔

(البداية والنهاية: كِتَابُ سِيرَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،[فَصْلٌ فِي انْشِقَاقِ الْقَمَرِ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -]،293/4۔مؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (م: 774هـ).
تحقيق: عبدالله بن عبدالمحسن التركي.ناشر: دار هجر للطباعة والنشر)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی (متوفی:1122ھ) رحمۃ اللہ تعالی علیہ معجزہ "شق القمر" کے بارے میں فرماتے ہیں:

«واعلم أن القمر لم ينشق لغير نبينا -صلى الله عليه وسلم, وهو من أمهات معجزاته -عليه السلام, وقد أجمع المفسرون وأهل السنة على وقوعه لأجله -صلى الله عليه وسلم»

یعنی، جان لیجئے کہ چاند ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے ہی شق ہوا ہے اور یہ آپ علیہ السلام کے عظیم معجزات سے ہے اور مفسرین واہل سنت وجماعت کا معجزہ شق القمر کے وقوع پر اجماع ہے۔

اور مزید فرماتے ہیں:

«وقد جاءت أحاديث الانشقاق في روايات صحيحة عن جماعة من الصحابة منهم: أنس، وابن مسعود، وابن عباس، وعلي، وحذيفة، وجبير بن مطعم، وابن عمر، وغيرهم»

یعنی، معجزہ شق القمر کی احادیث صحیح صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہیں: جن میں حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت حذیفہ، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم شامل ہیں۔

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية.....:المقصد الرابع: في معجزاته -صلى الله عليه وسلم- الدالة على ثبوت نبوته، المجلد السادس، ص 469)

(۳۳)... شق صدر

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية:المقصد الخامس الإسراء والمعراج،ج2،ص 349-350،تحقيق:مامون محى الدين الجنان،ناشر: دار الكتب العلميه-بيروت)

(جواہر عزیزی ترجمہ تفسیر عزیزی: تحتِ سورہِ الم نشرح، ج5، ص439تا443؛ مصنف: حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مترجم: پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ قادری، ناشر: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز۔لاہور)

(۳۴)...(الخصائص الکبری:بَاب مَا وَقع فِي الْهِجْرَة من الآيَات والمعجزات، ج1، ص306،مؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي(م: 911ھ)۔ناشر: دار الكتب العلمية—بيروت)

(تواریخ حبیب الہ: ص51تا55، مصنف: علامہ مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی، ناشر: مکتبہ مہریہ رضویہ نزد جامع مسجد نور، کالج روڈ، ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ)

(۳۵)... یہ روایت بہت سی کتب حدیث میں موجود ہے، مثلاً:

(سنن الترمذي: أَبْوَابُ الصَّلَاةِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَاب مَا جَاءَ فِي وَصْفِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، رقم439)

(سنن أبي داود: كتاب الصلاة، باب في صلاة الليل، رقم1341

(۳۶)...«عن شرحبيل الجعفي قال: أتيت النبى - صلى الله عليه وسلم- وبكفي سلعة، فقلت يا رسول الله قد آذتني، تحول بيني وبين قائم السيف أن أقبض عليه وعنان الدابة، فنفث فی كفي، ووضع كفه على السلعة فما زال يطحنها بكفه حتى رفعها عنها وما أرى أثرها»

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية:المقصد الثامن فى طبه لذوى الأمراض والعاهات...،الفصل الأول فى طبه صلى الله عليه وسلم لذوى الأمراض والعاهات، النوع الثانى طبه بالأدوية الطبيعية، ج3، ص81)

(۳۷)...«ومسح- صلى الله عليه وسلم- وجه أبيض بن حمال وكان به القوباء فلم يمس من ذلك اليوم ومنها أثر»

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية:المقصد الثامن فى طبه لذوى الأمراض والعاهات وتعبيره الرؤيا وإنبائه بالأنباء المغيبات،الفصل الأول فى طبه صلى الله عليه وسلم لذوى الأمراض والعاهات،النوع الثانى طبه بالأدوية الطبيعية،ج3،ص81)

(۳۸)...« وعن ابن عباس، قال: إن امرأة جاءت بابن لها إلى رسول الله- صلى الله عليه وسلم- فقالت: يا رسول الله، إن ابنى به جنون، وإنه يأخذه عند غدائنا وعشائنا، فمسح رسول الله- صلى الله عليه وسلم- صدره فثع ثعة وخرج من جوفه مثل الجرو الأسود يسعى»

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الرابع ،الفصل الأول فى معجزاته،ج2،ص298)

(۳۹)...«وأصيبت يوم أحد عين قتادة بن النعمان حتى وقعت على وجنته، فأتى بها إلى رسول الله- صلى الله عليه وسلم- فقال: يا رسول الله، إن لى امرأة أحبها أخشى إن رأتنى تقذرنى فأخذها رسول الله- صلى الله عليه وسلم- بيده وردها إلى موضعها وقال:

«بسم الله اللهم اكسه جمالا» فكانت أحسن عينيه وأحدهما نظرا، وكانت لا ترمد إذا رمدت الأخرى»

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الرابع ،الفصل الأول فی معجزاته، ج2، ص298)

(۴۰)...(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية:المقصد الأول، ج1، ص311)

(۴۱)...جیسا کہ "سورۂ سبا" میں ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ۝فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ۝ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾[سبا:۱۵۔۱۷]

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک سبا کے لئے ان کی آبادی میں نشانی تھی، دو باغ، دہنے اور بائیں، اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب۝تو انہوں نے منہ پھیرا، تو ہم نے ان پر زور کا اہلا (سیلاب) بھیجا اور ان کے باغوں کے عوض، دو باغ انہیں بدل دیے، جن میں بکٹا میوہ اور جھاؤ (جھاڑی) اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۝ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا، ان کی ناشکری کی سزا اور ہم کسے سزا دیتے ہیں، اسی کو، جو ناشکرا ہے۔

(۴۲)...(تفسیر روح البیان: سورة سبأ، تحتِ آیت :۱۵۔۱۷، ج7، ص280-285)

(۴۳)...(سنن الترمذي: أَبْوَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْقُرْآنِ، رقم 2906)

(۴۴)...(صحيح البخاري: كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ}، رقم 7439)

(صحيح مسلم: كِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ مَعْرِفَةِ طَرِيقِ الرُّؤْيَةِ، رقم 302)

(۴۵)... یہ حدیث پاک کا ایک ٹکڑا ہے "صحیح مسلم" میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث میں اور بھی تفصیل ہے، چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ، اقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا، اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا تَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: بَلَغَنِي أَنَّ الْبَطَلَةَ السَّحَرَةُ»

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "قرآن پڑھا کرو؛ کیوں کہ وہ قیامت کے دن اصحاب قرآن (حفظ و قراءت اور عمل کرنے والوں) کا سفارشی بن کر آئے گا۔ دو روشن چمکتی ہوئی سورتیں: البقرہ اور آل عمران پڑھا کرو؛ کیوں کہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی، جیسے وہ دو بادل یا دو سائبان ہوں یا جیسے وہ ایک سیدھ میں اڑتے پرندوں کی وہ ڈاریں ہوں، وہ اپنی صحبت میں (پڑھنے اور عمل کرنے) والوں کی طرف سے دفاع کریں گی۔ سورہ بقرہ پڑھا کرو؛ کیوں کہ اسے حاصل

کرنا، باعث برکت اور اسے ترک کرنا، باعث حسرت ہے اور باطل پرست اس کی طاقت نہیں رکھتے۔" معاویہ نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ باطل پرستوں سے ساحر (جادوگر) مراد ہیں۔

(صحیح مسلم: كتاب صلاة الْمسَافِرِين وَقصرِهَا ،باب فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرآنِ,وَسُورَةِالْبقرة،رقم252)

(۴۶)... سنن نسائی میں واقعہ معراج شریف کے بارے میں مروی طویل حدیث میں یہ بھی ہے:

«ثمَّ دَخلت بيت الْمَقدِسِ فَجُمِعَ لِيَ الأَنْبِيَاءُ عَلَيهِمُ السَّلَام ، فَقَدَّمَنِي جِبْرِيل حَتَّى أَمَمْتُهُمْ»

"یعنی، پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، تو وہاں میرے لئے انبیاء علیہم السلام کو اکٹھا کیا گیا، جبریل نے مجھے آگے بڑھایا یہاں تک کہ میں نے ان کی امامت کی۔"

(السنن الصغرى: كِتَاب الصَّلَاةِ، فَرْضُ الصَّلَاةِ, وَذِكْرُ اخْتِلَافِ النَّاقِلِينَ فِي إِسْنَادِ حَدِيثِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، وَاخْتِلَافِ أَلْفَاظِهِمْ فِيهِ،رقم 450، مؤلف: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (م: 303هـ)،تحقيق:عبدالفتاح أبو غدة_ناشر:مكتب المطبوعات الإسلامية)

(صحيح مسلم: كِتَابُ الْإِيمَانِ ،بَابُ الْإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى الله عليه وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاوَاتِ،وفرضِ الصَّلَوَاتِ،رقم259)

(۴۷)...احادیث مبارکہ میں واقعۂ معراج تفصیلاً بیان ہوا ہے؛ چناں چہ "صحیحین" و "سنن نسائی" میں ہے:

عن أنس بن مَالِكٍ رضي الله عنه، أنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: « أُتِيتُ بِدَابَّةٍ فَوقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ، خَطْوُهَا عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهَا، فَرَكِبْتُ وَمَعِي جِبْرِيلُ عَلَيهِ السَّلَامُ، فَسِرْتُ، فَقَالَ: انْزِلْ فَصَلِّ، فَفَعَلْتُ، فَقَالَ: أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيتَ؟ صَلَّيتَ بِطَيبَةَ وَإِلَيهَا الْمُهَاجَرُ.

ثُمَّ قَالَ: انْزِلْ فَصَلِّ فَصَلَّيتُ، فَقَالَ: أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيتَ؟ صَلَّيتَ بِطُورِ سَيْنَاءَ حَيثُ كَلَّمَ اللهُ مُوسَى عَلَيهِ السَّلَامُ.

ثُمَّ قَالَ: انْزِلْ فَصَلِّ فَنَزَلْتُ فَصَلَّيتُ. فَقَالَ: أَتَدْرِي أَيْنَ صَلَّيتَ؟ صَلَّيتَ بِبَيتِ لَحْمٍ حَيثُ وُلِدَ عِيسَى عَلَيهِ السَّلَامُ.

ثُمَّ دَخَلْتُ بَيتَ الْمَقْدِسِ، فَجُمِعَ لِيَ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيهِمُ السَّلَامُ، فَقَدَّمَنِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَمَمْتُهُمْ.

ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَإِذَا فِيهَا آدَمُ عَلَيهِ السَّلَامُ.

ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَإِذَا فِيهَا ابْنَا الْخَالَةِ عِيسَى وَيَحْيَى عَلَيهِمَا السَّلَامُ.

ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَإِذَا فِيهَا يُوسُفُ عَلَيهِ السَّلَامُ.

ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ، فَإِذَا فِيهَا هَارُونُ عَلَيهِ السَّلَامُ.

ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ، فَإِذَا فِيهَا إِدْرِيسُ عَلَيهِ السَّلَامُ.

ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، فَإِذَا فِيهَا مُوسَى عَلَيهِ السَّلَامُ.

ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَإِذَا فِيهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيهِ السَّلَامُ.

ثُمَ صَعِدَ بِيالِي فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، فَأَتَيْنَا سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى، فَغَشِيَتْنِي ضَبَابَةٌ، فَخرَرْتُ سَاجِدًا، فَقِيلَ لِي: إِنِّي يَوْمَ خَلَقْتُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فَرَضْتُ عَلَيْکَ وَعَلٰى أُمَّتِکَ خَمْسِينَ صَلَاةً، فَقُمْ بِهَا أَنْتَ وَأُمَّتُکَ، فَرَجَعْتُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَلَمْ يَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ، ثم أَتَيْتُ عَلٰى مُوسَى فَقَالَ: كَمْ فَرَضَ عَلَيْکَ وَعَلٰى أُمَّتِکَ؟ قُلْتُ: خَمْسِينَ صَلَاةً۔ قَالَ: فَإِنَّکَ لَا تَسْتَطِيعُ أَنْ تَقُومَ بِهَا أَنْتَ وَلَا أُمَّتُکَ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّکَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ۔ فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي، فَخَفَّفَ عَنِّي عَشْرًا.

ثُمَّ أَتَيْتُ إِلٰى مُوسَى، فَأَمَرَنِي بِالرُّجُوعِ، فَرَجَعْتُ، فَخَفَّفَ عَنِّي عَشْرًا.

ثُمَّ أَتَيْتُ مُوسَى، فَأَمَرَنِي بِالرُّجُوعِ، فَرَجَعْتُ، فَخَفَّفَ عَنِّي عَشْرًا.

ثُمَّ رُدَّتْ إِلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ.

قَالَ: فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّکَ، فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ؛ فَإِنَّهُ فَرَضَ عَلٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ صَلَاتَيْنِ، فَمَا قَامُوا بِهِمَا.

فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، فَسَأَلْتُهُ التَّخْفِيفَ فَقَالَ: إِنِّي يَوْمَ خَلَقْتُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فَرَضْتُ عَلَيْکَ وَعَلٰى أُمَّتِکَ خَمْسِينَ صَلَاةً، فَخَمْسٌ بِخَمْسِينَ، فَقُمْ بِهَا أَنْتَ وَأُمَّتُکَ.

فَعَرَفْتُ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى صِرًّى، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: ارْجِعْ فَعَرَفْتُ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ صِرًّى، حتم، فَلَمْ أَرْجِعْ»

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس براق ایک جانور لایا گیا، وہ گدھے سے تھوڑا بڑا اور خچر سے کچھ چھوٹا تھا، اس کا ایک قدم حد نگاہ تک ہوتا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا اور میرے

ساتھ جبریل علیہ السلام تھے، چنانچہ میں رات کے وقت چلا، جبریل علیہ السلام نے کہا: اتریئے نماز پڑھیئے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ جانتے ہیں آپ نے کہا: نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے یہیں آپ ہجرت فرمائیں گے۔

پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: حضور اتریئے نماز پڑھیئے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبریل علیہ السلام نے پوچھا: آپ جانتے ہیں آپ نے کہا نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طور سینا پر نماز پڑھی، جہاں خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی کا شرف بخشا۔

پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: حضور اتریئے نماز پڑھیئے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا: کیا آپ جانتے ہیں آپنے کہاں نماز پڑھی؟ آپنے بیت لحم میں نماز پڑھی، جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، میرے لئے تمام انبیا علیہم السلام کو جمع کیا گیا، پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے نماز پڑھانے کے لئے آگے کیا تو میں نے ان کی امامت فرمائی۔

پھر مجھے پہلے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔

پھر مجھے دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام تشریف فرما تھے۔

پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما تھے۔

پھر مجھے چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تشریف فرما تھے۔

پھر مجھے پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تشریف فرما تھے۔

پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔

پھر مجھے ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔

پھر مجھے ساتوں آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ ہم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، وہاں پر مجھے ایک بادل کے ٹکڑے نے ڈھانپ لیا، پس میں نے سجدہ کیا، پھر مجھے ارشاد فرمایا گیا: جس دن میں نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا تھا اس دن تجھ پر اور تیری امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھی، اب انہیں آپ اور آپ کی امت ادا کرے، میں لوٹ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا آپ نے مجھ سے کچھ نہ پوچھا۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا، انہوں نے پوچھا: آپ پر اور آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض ہوئیں؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ اور آپ کی امت میں پچاس نمازیں ادا کرنے کی استطاعت نہیں، آپ اپنے رب کی طرف لوٹ کر جائیں اور تخفیف کرائیں، میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں واپس آیا، اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم فرمادیں۔

میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، آپ نے کہا کہ واپس جا کر تخفیف کرائیں، میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ نے دس کم فرما دیں۔

میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، آپ نے کہا کہ واپس جا کر اور تخفیف کرائیں، میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ نے دس کم فرما دیں یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: لوٹ جائیے اور تخفیف کرائیے؛ کیوں کہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض ہوئیں تو وہ ان کو ادا نہ کر سکے۔

میں پھر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور نمازوں میں تخفیف چاہی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے جس دن زمین اور آسمان پیدا کئے اسی دن آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض فرما دیں، اب یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں، آپ اور آپ کی امت انہیں ادا کرے۔

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اللہ کا یہ حکم قطعی ہے، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، آپ علیہ السلام نے کہا کہ رب تعالیٰ کے پاس دوبارہ جائیے، میں سمجھ چکا تھا کہ یہ حکم قطعی ہے؛ لھذا میں پھر نہ گیا۔

(صحیح البخاري: کتاب بدء الخلق، باب ذِکْرِ الْمَلَائِکَةِ، رقم 3207.

صحیح مسلم: کِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ الْإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...رقم 164، سنن النسائي: کِتَابُ الصَّلَاةِ، رقم 446)

(۴۸)...چنانچہ "المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الخامس الإسراء والمعراج، ج2، ص482" میں ہے:

«أتاني جبريل وكان السفير بي إلى ربي، إلى أن انتهى إلى مقام ثم وقف عند ذلك، فقلت: يا جبريل، في مثل هذا المقام يترك الخليل خليله؟ فقال: إن تجاوزته احترقت بالنور، فقال النبي - صلى الله عليه وسلم -: يا جبريل، هل لك من حاجة؟ قال: يا محمد، سل الله أن أبسط جناحي على الصراط لأمتك حتى يجوزوا عليه، قال النبي - صلى الله عليه وسلم -: ثم زج بي في النور زجا، فخرق بي إلى السبعين ألف حجاب، ليس فيها حجاب يشبه حجابا، وانقطع عني حس كل إنسي وملك، فلحقني عند ذلك استيحاش، فعند ذلك ناداني مناد بلغة أبي بكر: قف إن ربك يصلي، فبينا أنا أتفكر في ذلك فأقول: هل سبقني أبو بكر؟ فإذا النداء من العلي الأعلى، ادن يا خير البرية، ادن يا محمد ادن يا محمد، ليدن الحبيب، فأدناني ربي حتى كنت كما قال تعالى: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾[النجم:۸۔۹]»

"یعنی، میرے جبریل علیہ السلام آئے اور وہ میرے رب کی طرف سے میرے ہمرکاب تھے؛ حتی کہ وہ ایک مقام پر پہنچے، پھر ٹھہر گئے، میں نے کہا: اے جبریل! کیا ایسے مقام پر ایک دوست دوسرے دوست کو چھوڑ دیتا ہے؟ انہوں نے کہا: اگر میں اس سے آگے بڑھوں، تو میں نور سے جل جاؤں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! تمہاری کوئی حاجت ہے؟ عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ میرے بازو کو آپ کی امت کے لئے کھول دے؛ حتی کہ وہ اس پر سے گزر جائیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پھر مجھے نور میں اچھی طرح ڈالا گیا اور میرے ذریعے ستر ہزار حجابات کو پھاڑا گیا، ان میں سے کوئی حجاب بھی دوسرے حجاب جیسا نہ تھا اور مجھ سے ہر انسان اور فرشتے کا احساس ختم ہو گیا، اس وقت مجھے تنہائی کا

احساس ہوا، تو کسی ندا دینے والے نے، مجھے حضرت ابو بکر صدیق کی آواز میں پکارا اور کہا: ٹھہریئے! آپ کا رب صلوۃ پڑھ رہا ہے، میں اس سلسلے میں غور کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کیا حضرت ابو بکر صدیق مجھ سے سبقت کر گئے ہیں کہ اتنے میں اللہ تعالی بلند و بالا کی طرف سے آواز آئی: اے تمام مخلوق میں سب سے بہتر! قریب ہو جاؤ اے احمد! قریب ہو جاؤ اے محمد! چاہئے کہ حبیب قریب ہو جائے۔

پس میرے رب نے مجھے قریب کیا؛ حتی کیا کہ میں اس طرح ہو گیا؛ جس طرح اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ [النجم: ۸۔۹]

ترجمہ کنز الایمان: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا ۝ پھر خوب اتر آیا، تو اس جلوے اور اس محبوب میں، دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم۔"

﴿ثُمَّ دَنَا﴾ کے تحت صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تفسیر "خزائن العرفان" میں فرماتے ہیں:

اس کے معنی میں بھی مفسرین کے کئی قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبریل کا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہونا مراد ہے کہ وہ اپنی صورت اصلی دکھا دینے کے بعد حضورِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب میں حاضر ہوئے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرتِ حق کے قرب سے مشرف ہوئے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا اور یہی صحیح تر ہے۔

اور ﴿فَتَدَلّٰى﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

اس میں چند قول ہیں: ایک تو یہ کہ نزدیک ہونے سے حضور کا عروج ووصول مراد ہے اور اتر آنے سے نزول ورجوع۔ تو حاصل معنٰی یہ ہے کہ حق تعالٰی کے قرب میں باریاب ہوئے، پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر خَلق کی طرف متوجہ ہوئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ربُّ العزت اپنے لطف ورحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقربِ درگاہِ ربوبیّت ہو کر سجدۂ طاعت ادا کیا۔ (روح البیان) بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ قریب ہوا جبّار ربُّ العزت الخ۔ (خازن)

اور ﴿ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

"یہ اشارہ ہے تاکیدِ قرب کی طرف کہ قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب احبّاء میں، جو نزدیکی متصوّر ہو سکتی ہے، وہ اپنی غایت کو پہنچی۔"

واقعہ معراج سے متعلق مزید تفصیلات ونکات دیکھئے:

(الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الأکابر: المبحث الرابع والثلاثون: فی بیان صحة الاسراء وتوابعه وانه رای من الله تعالی صورة۔۔۔الجزء الثانی، ص363تا371،مؤلف:الشیخ أبو المواهب عبد الوهّاب بن أحمد بن علي الأنصاري الشعراني علیه رحمة الله ورضوانه(م:973 ھ)،دار احیاء التراث العربی،بیروت۔لبنان)

(المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة:المقصد الخامس الإسراء والمعراج،ج2،ص482ومابعد،

(درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج؛مصنف:علامہ مولانا فیض محمد قادری، ناشر:مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے۔فیصل آباد)

(مقالاتِ کاظمی: جلد اول، ص121 تا226،از:غزالیِ زماں،رازیِ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی،ناشر:کاظمی پبلی کیشنز،جامعہ اسلامیہ انوار العلوم۔ملتان)

(۴۹)...یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ»

(صحيح مسلم: كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْلَامِ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا، وَأَنَّهُ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ، رقم232)

(۵۰)...(المغازي: ج3، ص885 و مابعد۔مؤلف: محمد بن عمر بن واقد السهمي الأسلمي بالولاء، المدني، أبو عبد الله، الواقدي (المتوفى: 207هـ)، تحقيق: مارسدن جونس۔ناشر: دار الأعلمي-بيروت)

(سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم: چوتھا باب، ص229 تا231، مصنف: علامہ محمد نور بخش توکلی، ناشر: مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ باب المدینہ۔کراچی)

(۵۱)...(سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم: چوتھا باب، ص129 تا156)

(۵۲)...(سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم: چوتھا باب، ص158 تا183)

(۵۳)...(الشفا بتعريف حقوق المصطفى - مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء:۔الْقِسْمُ الْأَوَّلُ (فِي تَعْظِيمِ الْعَلِيِّ الْأَعْلَى لِقَدْرِ

النَّبِيِّ...)، الْبَابِ الرابع ففيما أظهره اللهُ تَعَالَى عَلَى يديه مِنَ المعجزات ...، فصل فِي الآيات فِي ضروب الحيوانات، ج1، ص314)

(شرح الشفا: ج1، ص642۔مؤلف: علي بن سلطان محمد، أبو الحسن نور الدين الملا القاري (المتوفى: 1014هـ)، ناشر: دار الكتب العلمية)

(۵۴)...عن أنس بن مالك أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال:

«يوقف عبدان بين يدى الله تعالى فيؤمر بهما إلى الجنة فيقولان: ربنا بما استأهلنا الجنة ولم نعمل عملا تجازينا به الجنة؟ فيقول الله تعالى: ادخلا الجنة، فإني آليت على نفسي أن لا يدخل النار من اسمه أحمد ولا محمد»

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الرابع، الفصل الثاني فيما خصه الله تعالى به من المعجزات وشرفه به على سائر الأنبياء من الكرامات والآيات البينات، القسم الرابع: فيما اختص به- صلى الله عليه وسلم- من الفضائل والكرامات. ج2، ص377)

(۵۵)...عن نبيط بن شريط قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال الله تعالى: «وعزتي وجلالي، لا عذبت أحدا تسمى باسمك في النار»

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: المقصد الرابع، الفصل الثاني فيما خصه الله تعالى به من المعجزات وشرفه به على سائر الأنبياء من الكرامات والآيات البينات ،القسم الرابع: فيما اختص به- صلى الله عليه وسلم- من الفضائل والكرامات. ج2، ص377)

(٥٦)...وَرُوِيَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ: «إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ أَلَا لِيَقُمْ مَنِ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ فَلْيَدْخُلِ الْجَنَّةَ لِكَرَامَةِ اسْمِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

(الشفا بتعريف حقوق المصطفى - مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء: الْقِسْمُ الأَوَّلُ (فِي تَعْظِيمِ الْعَلِيِّ الأَعْلَى لِقَدْرِ النَّبِيِّ...)، (الباب الثالث) فيما ورد من صحيح الأخبار ومشهورها بعظيم قدره عند ربه ومنزلته...، (الْفَصْلُ الأَوَّلُ) فِيمَا وَرَدَ مِنْ ذِكْرِ مَكَانَتِهِ عِنْدَ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالاصْطِفَاءِ وَرِفْعَةِ الذِّكْرِ...، ج1، ص176)

(٥٧)...اس حدیث پاک کی تخریج نہیں مل سکی، البتہ حضرت شارح علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے "العمدة في شرح قصيدة البردة" میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

يُنَادى يَوْمَ الْقِيَامَةِ يا محمد فيرفع رأسه في الموقف مَن إسمه محمّد، فيقول الله جل جلاله: أشهدكم إني قد غفرت لكل مَن إسمه على محمد نبيي.

(العمدة في شرح قصيدة البردة: ص238، طبعت على ذمة الانجمن النعمانية)

(٥٨)...عن أبي أمامة مرفوعًا: «من ولد له مولود فسماه محمدًا حبًا لي وتبركًا باسمي، كان هو ومولوده في الجنة»

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، تابع المقصد الرابع: في معجزاته صلى الله عليه وسلم الدالة على ثبوت نبوته، القسم الثالث:

فیما اختص بہ صلی اللہ علیہ وسلم من المباحات، الفصل الرابع: ما اختص بہ صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل والکرامات، المجلد السابع، ص 305)

(۵۹)... دیکھئے: "العمدۃ في شرح قصیدۃ البردۃ": ص 236 تا 238.

(۶۰)... یہ قصیدہ مبارکہ ستاون/57 ابیات پر مشتمل ہے، علیحدہ سے بھی مطبوع دستیاب ہے اور اصحابِ سیر نے بھی اسے نقل کیا ہے، مثلاً: حافظ ابن کثیر نے (البدایۃ والنہایۃ: 4/373-375۔) میں اسے نقل کیا ہے، یہ قصیدہ مبارکہ ابتداء ہی سے علما، ادبا اور ناقدین کا مرکزِ توجہ رہا ہے، جس کے نتیجے میں علما نے اس کے ساتھ خاص اعتنا کیا ہے، مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے کیے گئے، اس کی شرحیں کی گئی، اس پر حواشی لکھے گئے اور پھر ترجمے بھی نظم ونثر دونوں میں کیے گئے، اہل علم وادب نے اس سلسلے میں جو کاوشیں کی ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

[۱] قصیدہ بانت سعاد؛ ترجمہ و تحقیق: مولانا عاصم اقبال قادری مجیدی، اس قصیدہ کے شروع میں مشہور محقق وناقد مولانا اسید الحق قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا تقریبا اڑتیس/38 صفحات پر پھیلا ہوا، اس قصیدے کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیتا، شاندار مقدمہ بھی ہے، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی۔ بدایوں شریف (یوپی)

[۲] شرح قصیدۃ بانت سعاد: تالیف: جمال الدین محمد بن ہشام الانصاری النحوی (م: 761ھ)، دراسۃ و تحقیق: الدکتور عبد اللہ عبد القادر الطویل، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ، قاہرہ-مصر

[۳]حاشیة علی شرح بانت سعادلابن هشام:عبد القادر بن عمر البغدادی،2جلدیں، تحقیق:نظیف محرم خواجه،ناشر:النشرات الاسلامیة لجمعیة المستشرقین الالمانیة

[۴]شرح قصیدة کعب بن زهیر «بانت سعاد» فی مدح رسول الله صلی الله علیه وسلم:تقی الدین ابو بکر بن علی بن عبد الله معروف به ابن حجه حموی (م:837ھ)،تحقیق:علی حسین البواب،ناشر:مکتبة المعارف، الریاض

[۵]مصدق الفضل شرح قصیدة بانت سعاد،تالیف:ملک العلماء الشیخ شهاب الدین احمد بن شمس الدین بن عمر الهندی الدولت آبادی، الزوالی، الغزنوی(م:848ھ)،ناشر:مجلس دائرة المعارف النظامیة،حیدر آباد۔دکن

[۶]شرح قصیدة کعب بن زهیر فی النبی صلی الله علیه وسلم:امام ابو زکریا یحیی بن علی الخطیب التبریزی،تحقیق:ف. کَرَنکو،تقدیم:الدکتور صلاح الدین المنجد،ناشر:دار الکتاب الجدید

[۷]صادق الارشاد فی شرح بانت سعاد؛مصنف:حضرت علامہ مولانا ابو البرکات محمد عبد المالک کھوڑوی(م:۲۶ جمادی الثانی 1320ھ بمطابق /۲۱ جولائی 1941ء)

[۸]سرور العباد شرح قصیدہ بانت سعاد؛مصنف:مولانا عبد الحافظ محمد نذیر رامپوری،ناشر:نول کشور لکھنو،ربیع الاول ۱۲۹۲ھ / اپریل ۱۸۷۵ء

[۹]سلوۃ الفواد فی شرح بانت سعاد؛مصنف:مولانا سلطان حسن عثمانی بریلوی صدر الصدور(م:۱۲۹۸)،ناشر:مطبع الہی آگرہ

[۱۰]الجوہر الوقاد فی شرح بانت سعاد؛مصنف:علامہ احمد بن محمد شیروانی مصنف نفحۃ الیمن(ولادت:۱۲۰۰ھ)

[۱۱]شرح بانت سعاد؛مصنف:مولانا اوحد الدین بلگرامی شاگرد علامہ احمد شیروانی یمنی

[۱۲]شرح قصیدہ بانت سعاد؛مصنف:مولانا محمد عابد حنفی نقشبندی لاہوری (م:۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء)

[۱۳]کافل الاسعاد؛مصنف:مولوی نجف علی خاں بن قاضی محمد عظیم الدین (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)

(نوٹ:نمبر۸تا۱۳تک شروحات کا تعارف ہم نے قصیدہ بانت سعاد(؛ترجمہ و تحقیق:مولانا عاصم اقبال قادری مجیدی کے)مقدمہ از مشہور محقق و ناقد مولانا اسید الحق قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،ناشر:تاج الفحول اکیڈمی۔بدایوں شریف(یوپی)سے لیا ہے)

[۱۴]قصیدہ بانت سعاد(منظوم اردو):پیر زادہ مولوی محمد حسین خان صاحب بہادر جج ہائیکورٹ جموں و کشمیر

ماخذومراجع

[تحقیق، تخریج، تصحیح وتحشیہ میں استعمال ہونے والی کتب]

(۱)....قرآن پاک

(۲)....تفسیر خزائن العرفان؛مفسر:صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی،ناشر: مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ۔کراچی

(۳)....روح البيان؛مؤلف: إسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي الحنفي الخلوتي، أبو الفداء(م: 1127هـ)۔ناشر: دار الفكر—بيروت

(۴)....جواہر عزیزی ترجمہ تفسیر عزیزی؛مصنف: حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔مترجم: پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ قادری۔ناشر: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز۔لاہور

(۵)....صحيح البخاري؛محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، محقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، ناشر: دار طوق النجاة

(۶)....صحيح مسلم؛ مؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (م: 261هـ)۔محقق: محمد فؤاد عبد الباقي۔ناشر: دار إحياء التراث العربي—بيروت

(۷)....سنن الترمذي ،مؤلف:محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى(م: 279هـ)، محقق: بشار عواد معروف، ناشر: دار الغرب الإسلامي—بيروت

(۸)....سنن أبي داود: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (م: 275هـ) تحقيق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللي، ناشر: دار الرسالة العالمية

(۹)....سنن النسائي؛مؤلف: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (م: 303هـ)ـتحقيق: عبد الفتاح أبو غدة، ناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية-حلب

(۱۰)....الزهد الكبير؛ مؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (م: 458هـ)ـمحقق: عامر أحمد حيدرـناشر:مؤسسةالكتب الثقافية-بيروت

(۱۱)....مسند احمد بن حنبل ؛ مؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (م: 241هـ)ـمحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرونـناشر:مؤسسةالرسالة

(۱۲)....مصنف ابن ابي شيبه؛ مؤلف: أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (م: 235هـ)، محقق: كمال يوسف الحوتـناشر:مكتبةالرشد-الرياض

(۱۳)....مسند ابو يعلى؛ مؤلف: أبو يعلى أحمد بن علي بن المثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي (م: 307هـ)ـمحقق: حسين سليم أسدـناشر: دار المأمون للتراث-دمشق

(۱۴)....مسند عبد بن حميد؛ مؤلف: أبو محمد عبد الحميد بن حميد بن نصر الكَسّي (م: 249هـ)ـمحقق: صبحي البدري السامرائي ، محمود محمد خليل الصعيديـناشر:مكتبةالسنة-القاهرة

(۱۵)....شعب الايمان؛ مؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (م: 458هـ)ـحققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه: الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامدـناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض

(١٦)....مسند أبي حنيفه،مؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (م: 430هـ)۔محقق: نظر محمد الفاريابي۔ ناشر: مكتبة الكوثر -الرياض

(١٧)....الشمائل المحمديه،مؤلف: محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (م: 279هـ)۔محقق: سيد بن عباس الجليمي۔ناشر: المكتبة التجارية، مصطفى أحمد الباز -مكة المكرمة

(١٨)....صحيح ابن حبان،مؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (م: 354هـ)۔محقق: شعيب الأرنؤوط۔ناشر: مؤسسة الرسالة -بيروت

(١٩)....المعجم الكبير،مؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (م: 360هـ)۔محقّق: حمدي بن عبد المجيد السلفي۔دار النشر: مكتبة ابن تيمية –القاهرة

(٢٠)....سنن الدارمي،مؤلف: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (م: 255هـ)۔تحقيق: حسين سليم أسد الداراني۔ناشر: دار المغني للنشر والتوزيع

(٢١)....العواصم من القواصم، مؤلف: القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري الاشبيلي المالكي (م: 543هـ)۔محقق: الدكتور عمار طالبي۔ناشر: مكتبة دار التراث، مصر

(٢٢)....الأسرار المرفوعة، مؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (م: 1014هـ)۔محقق: محمد الصباغ۔ناشر: دار الأمانة/ مؤسسة الرسالة -بيروت

(٢٣)....حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، مؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (م: 430هـ)۔ناشر: دار الكتاب العربي -بيروت

(۲۴)....دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة؛ مؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (م: 458هـ)۔ محقق: د. عبد المعطي قلعجي۔ناشر: دار الكتب العلمية، دار الريان للتراث

(۲۵)....دلائل النبوة؛مؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (م: 430هـ)۔حققه: الدكتور محمد رواس قلعه جي، عبد البر عباس۔ناشر: دار النفائس۔بيروت

(۲۶)....الحدائق في المطالب العالية ؛مؤلف: أبو محمد عبد الله بن محمد بن السيد البطليوسي (م: 521هـ)۔محقق: محمد رضوان الداية۔ناشر: دار الفكر - دمشق-سورية

(۲۷).... مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح؛شارح: مفسر قرآن و شارح حدیث حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی،ناشر: مکتبہ اسلامیہ۔لاہور

(۲۸)....المواهب اللدنية بالمنح المحمدية؛ مؤلف: أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين (م: 923هـ)۔ناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر

(۲۹)....الخصائص الكبرى؛مؤلف:عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي(م: 911هـ)۔ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت

(۳۰)....سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد؛ مؤلف: محمد بن يوسف الصالحي الشامي (م: 942هـ)۔تحقيق وتعليق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، الشيخ علي محمد معوض۔ناشر: دار الكتب العلمية بيروت-لبنان

(۳۱)....وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى؛مؤلف: علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن السمهودي (م: 911هـ)۔ اعتنى به و وضع حواشيه: خالد عبد الغنى محفوظ۔ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت

(٣٢)....السيرة النبوية؛مؤلف: عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، أبو محمد، جمال الدين (م: 213هـ)،تحقيق: مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبد الحفيظ الشلبي۔ناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر

(٣٣)....الروض الأنف في شرح السيرة النبوية؛مؤلف: أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (م: 581هـ)۔محقق: عمر عبد السلام السلامي۔ ناشر: دار إحياء التراث العربي۔بيروت

(٣٤)....المغازي؛ مؤلف؛محمد بن عمر بن واقد السهمي الأسلمي بالولاء، المدني، أبو عبد الله، الواقدي (م: 207هـ).تحقيق: مارسدن جونس. ناشر: دار الأعلمي—بيروت

(٣٥)....شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية؛ مؤلف: أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقاني المالكي(م: 1122هـ)۔ناشر: دار الكتب العلمية

(٣٦)....تواریخ حبیب الہ؛مصنف:علامہ مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ،ناشر:مکتبہ مہریہ رضویہ نزد جامع مسجد نور، کالج روڈ، ڈسکہ۔ ضلع سیالکوٹ

(٣٧)....سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم؛ مصنف:علامہ محمد نور بخش توکلی،ناشر: مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ۔کراچی

(٣٨)....درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج؛مصنف:علامہ مولانا فیض محمد قادری، ناشر:مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے۔فیصل آباد

(٣٩)....شرح الشفا؛ مؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري(م:1014هـ)۔ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت

(۴۰)....الشفا بتعريف حقوق المصطفى - مذيلا بالحاشية المسماة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء، مؤلف: أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (م: 544هـ)،حاشية: أحمد بن محمد بن محمد الشمنى (المتوفى: 873هـ)۔ناشر: دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع

(۴۱).... *بہار شریعت؛ مصنف: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی۔ناشر: مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ۔کراچی*

(۴۲)....اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر ؛ مؤلف:الشيخ أبو المواهب عبد الوهّاب بن أحمد بن علي الأنصاري الشعراني عليه رحمة الله ورضوانه(م:973ه)۔دار احياء التراث العربى،بيروت۔لبنان

(۴۳)....إحياء علوم الدين؛ مؤلف: أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (م:505هـ)۔ناشر: دار المعرفة-بيروت

(۴۴)....نهاية العالم: شيخ محمد متولي الشعراوي

(۴۵)....طبقات الشافعية الكبرى؛ مؤلف: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (م: 771هـ)۔محقق: د. محمود محمد الطناحي د. عبد الفتاح محمد الحلو۔ناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع

(۴۶)....التاريخ الكبير؛ مؤلف: أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، (م: 256هـ)۔طابع: دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد-الدكن

(۴۷)....تاريخ دمشق؛ مؤلف: أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (م: 571هـ)۔محقق: عمرو بن غرامة العمروي۔ناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع

(۴۸)....مروج الذهب ومعادن الجوهر، تأليف: أبو الحسن علي بن الحسين بن علي المسعودي الشيعي۔اعتنى به وراجعه: كمال حسن مرعي، ناشر: المكتبة العصرية ،بيروت۔لبنان

(۴۹)....معجم البلدان، مؤلف: ياقوت بن عبدالله حموي (574 - 626هـ= 1178-1229م)، ناشر: دار الفكر-بيروت

(۵۰)....البداية والنهاية، مؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (م: 774هـ). تحقيق: عبد الله بن عبد المحسن التركي. ناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

(۵۱)....عصيدة الشهدة شرح قصيدة البردة: للامام الهمام السید عمر بن احمد آفندی (م: 1299)۔ناشر: مکتبۃ المدینہ (دعوت اسلامی) کراچی، پاکستان

(۵۲)....حدائق بخشش: امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی، ناشر: مکتبۃ المدینہ۔کراچی

(۵۳)....دیوان امام بوصیری؛ مترجم: علامہ حافظ محمد ذکاء اللہ سعیدی، ناشر: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم، پاکستان، سن اشاعت: ربیع الاول 1434ھ/ جنوری 2013ء

(۵۴)....المنح المكية فى شرح الهمزية المسمى « أفضل القِرى لقراء أم القُرى»، تأليف: الإمام العلامة الفقيه المحقق شهاب الدين أحمد بن محمد ابن حجر الهيتمي (909۔974) عني به: أحمد جاسم المحمد، بوجمعة مكري۔ ناشر: دار المنهاج، بيروت-لبنان

(۵۵)....العمدة في شرح قصيدة البردة: حضرت علامه محمد نور بخش توكلى رحمة الله تعالى عليه، طبعت على ذمة الانجمن النعمانية۔لاهور

(۵٦)....شرح قصیدة بانت سعاد،تالیف:جمال الدین محمد بن ھشام الانصاری النحوی (م:761ھ)،دراسة و تحقیق:الدکتور عبد اللہ عبد القادر الطویل، ناشر:المکتبة الاسلامیة،قاھرہ-مصر

(۵۷)....حاشیة علی شرح بانت سعادلابن ھشام:عبد القادر بن عمر البغدادی،2جلدیں،تحقیق:نظیف محرم خواجہ،ناشر:النشرات الاسلامیة لجمعیة المستشرقین الالمانیة

(۵۸)....شرح قصیدة کعب بن زھیر «بانت سعاد» فی مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:تقی الدین ا بو بکر بن علی بن عبد اللہ معروف بہ ابن حجہ حموی (م:837ھ)،تحقیق:علی حسین البواب،ناشر:مکتبة المعارف۔الریاض

(۵۹)....مصدق الفضل شرح قصیدة بانت سعاد،تالیف:ملک العلماء،الشیخ شھاب الدین احمد بن شمس الدین بن عمر الھندی الدولت آبادی، الزوالی، الغزنوی(م:848ھ)،ناشر:مجلس دائرة المعارف النظامیة،حیدر آباد۔دکن

(٦۰)....شرح قصیدة کعب بن زھیر فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم:امام ابو زکریا یحیی بن علی الخطیب التبریزی،تحقیق:ف. کَرَنکو،تقدیم:الدکتور صلاح الدین المنجد،ناشر:دار الکتاب الجدید

(٦۱)....کشف بردہ:مولانا نفیس احمد مصباحی،ناشر: مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔انڈیا

(٦۲)....شرح قصیدہ بردہ شریف:حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی محدث بہاولپوری، ناشر:اویسی بک سٹال

(٦۳)....تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور:پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ناشر:مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ-لاہور

(۶۴)....کشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون،مؤلف: مصطفى بن عبد الله كاتب جلبي القسطنطيني المشهور باسم حاجي خليفة أو الحاج خليفة (م: 1067ھ)،ناشر: دار الكتب العلمية،بيروت۔لبنان

(۶۵)....قصیدہ بانت سعاد؛ترجمہ و تحقیق:مولانا عاصم اقبال قادری مجیدی، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی۔بدایوں شریف(یوپی)

(۶۶)....فہرستِ کتب(مطبع منشی نولکشور۱۸۹۶ء)؛مرتبین: چندر شیکھر/ عبدالرشید،ناشر:دلی کتاب گھر،3961۔گلی خانخانان،جامع مسجد دہلی

(۶۷)....تذکرہ اکابر اہل سنت؛مصنف:شرفِ ملت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری(م:یکم ستمبر 2007)،ناشر:شبیر برادرز پبلشرز۔لاہور

(۶۸)....فیروز اللغات؛مرتبہ:الحاج مولوی فیروز الدین،ناشر:فیروز سنز

(۶۹)....اردو دائرہ معارف اسلامیہ،ناشر:دانش گاہ پنجاب۔لاہور(مطبع پنجاب یونیورسٹی پریس۔لاہور)

(۶۹)....قصیدہ بردہ شریف :شرح از مخدوم سلیم اللہ صدیقی(بزبان سندھی)، ناشر:ادارہ پاک ہاؤس پبلشر،حیدرآباد۔سندھ

(۷۰)....دروس البلاغۃ؛تالیف:حفنی ناصف - محمد دیاب - سلطان محمد - مصطفی طموم،ناشر: مکتبۃ المدینۃ،کراچی۔پاکستان

(۷۱)....تلخیص المفتاح مع شرحہ الجدید تنویر المصباح؛مصنف:علامہ محمد بن عبد الرحمن قزوینی ،شارح:جامع المعقول والمنقول ابن داؤد عبد الواحد الحنفی العطاری، ناشر: مکتبۃ المدینۃ۔کراچی

(۷۲)....جان ہے عشق مصطفی؛مؤلف:مفتی محمد علاءالدین قادری رضوی، ناشر: کتب خانہ امام احمد رضا،دربار مارکیٹ۔لاہور

(۷۳)....انوار آفتاب صداقت؛مصنف:مولانا قاضی فضل احمد لودھیانوی۔ ناشر:کتب خانہ سمنانی،اندر کوٹ۔میرٹھ

(۷۴)....صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور؛مرتبہ:پیرزادہ اقبال احمد فاروقی۔ ناشر:مکتبہ نبویہ،گنج بخش روڈ۔لاہور،بہ تعاون: مجلس شوریٰ نعمانیہ لاہور

(۷۵).... معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیۃ؛مؤلف:عمر رضا کحالہ۔ ناشر:مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع۔بیروت